تاریخ امریکہ

محمد یحییٰ تنہا

از

محمد یحییٰ تنہا بی اے ایل ایل بی وکیل غازی آباد

بفرمائش

مولوی ظفر الملک صاحب علوی

سید محمد صدیق پرنٹر کے اہتمام سے

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپی

قیمت (جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ) دو روپیہ

"شوکت علی تحریر نمود"

مین اپنی اس ناچیز تالیف کو علم دوست مسٹر سچیدانند سنہا

بیرسٹرایٹ لا پٹنہ و بانی ہندوستان ریویو کی خدمت مین جو سنہ ۱۹۲۱ع

مین لیجسلیٹو اسمبلی کے سب سے پہلے نائب صدر اور صوبۂ بہار

و اُڑیسہ کی قانونی مجلس کے صدر سنہ ۱۹۲۱ع اور سنہ ۱۹۲۲ع مین تھے

اور سنہ ۱۹۲۱ع سے سنہ ۱۹۲۶ع تک سب سے پہلے ہندوستانی

ممبر مالیات و ممبر صیغۂ دیوانی و فوجداری صوبۂ مذکورہ چکے ہین

اُس خلوص و عقیدت کے اظہار کے لیے جو جناب ممدوح سے

مجھکو ہے نذر پیش کرتا ہون

ع برگ سبز است تحفۂ درویش

تمنا

ایک عرصہ سے میرا یہ خیال تھا کہ امریکہ کی تاریخ تالیف کی جائے تاکہ ہمارے ہموطن اس کو پڑھکر اپنے ملک کی آزادی کا سبق حاصل کریں مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ سیاسی تعلیم کے لیے یورپ اور امریکہ کے ممالک کی تاریخ ازبس ضروری ہے اور جب ہمارے محبان وطن جن کا نقطہ نظر آزادی کے خیال کو عوام میں دلنشین کرنے کا ہے اس قسم کی کتابوں کی اشاعت میں بہت کچھ دلچسپی لیتے ہیں یا بالکل نہیں لیتے تو افسوس اور سخت افسوس ہوتا ہے علاوہ اس کے کہ ہماری زبان میں ایسی کتابوں کا اضافہ قابل قدر ہے یہ کتابیں ہمارے موجودہ اختلافات کے دور کرنے میں اور ہم میں صحیح معنوں میں آزادی کی قدر کرنے کے خیال کو پیدا کرنے میں ایک حد تک ضرور مدد دے سکتی ہیں۔ لہذا انسے بے اعتنائی کرنا کسی طرح جائز نہیں کہا جا سکتا۔

مثلاً ہم کناڈا کی تاریخ سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں، مذہب، نسل اور زبان کے اختلافات وہاں بھی موجود تھے اور ہیں لیکن ان باتوں نے وہاں کے باشندوں کو حکومت خود اختیاری حاصل کرنے سے باز نہیں رکھا۔ باہمی عداوتوں اور خانہ جنگیوں کی بناپر وہاں بھی یہ خیال یقین کے درجے تک پہنچ گیا تھا کہ کناڈا کوئی ایسا آئین سیاسی نہیں بنا سکے گا جو شمالی اور جنوبی حصوں کو جن میں دو مختلف قومیں یعنی فرانسیسی اور انگریز آباد تھے متحد کر دے اور وہ ایک ہی نظام سیاسی کے ماتحت ہو کر ذمہ دار حکومت قائم کر سکیں۔ لیکن انھوں نے مذہبی اور قومی اختلافات کو رواداری کے ساتھ طے کر لیا! اور وہ دستور العمل بنایا جس سے وہاں حکومت خود اختیاری قائم ہو گئی۔ کناڈا کی تاریخ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کو حکومت خود اختیاری نہیں دے سکتی جب تک آخر الذکر قوم اسکے لیے خود

تیار نہ ہو اور جب کسی قوم میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے تو نہایت طاقتور اور متکبر حکمران قوم بھی اس جذبۂ آزادی کو دبا نہیں سکتی اور بچار و ناچار حکومت خود اختیاری کو محکوم قوم کے سپرد کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح ریاستہائے متحدہ کی مثال کے لیجیے وہاں بھی مختلف مذاہب کے لوگ اور مختلف قومیں آباد تھیں جن کے باہمی نفاق و حسد کسی طرح ہمارے ہندو اور مسلم اختلافات سے کم نہ تھے وہاں بھی قدامت پرست اور آزاد خیال موجود تھے وہاں بھی حکومت برطانیہ کے طرفدار اور مخالف تھے لیکن انھوں نے اپنے اختلافات کو فرزانگی اور عمدگی کے ساتھ مٹا دیا اور آخرکار آزاد ہو کر رہے چنانچہ آجکل ریاستہائے متحدہ کی حکومت دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں سے ہے۔

تاریخ امریکہ کا مطالعہ نہ صرف اردو خواں طبقے کے لیے ضروری ہے بلکہ انگریزی خواں اصحاب کے لیے بھی ناگزیر ہے کیونکہ یہ اصحاب بھی بہت کم تعداد میں وہاں کی تاریخ سے واقف ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک بی اے (آکسن) دوست جو تاریخ کے طالب علم رہ چکے تھے اور ایک قومی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے تاریخ امریکہ سے قطعاً نابلد تھے اور اس کی اہمیت کو بالکل نظرانداز کیے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک یورپ کی تاریخ اہم ترین شے تھی اور امریکہ کی تاریخ میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو پڑھنے کے لائق ہو حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ کشمکش میں امریکہ کی تاریخ کے واقعات جس قدر مدد دے سکتے ہیں اس قدر امداد کسی دوسرے براعظم کی تاریخ سے نہیں مل سکتی کیونکہ جو مناسب اور حسب حال مثالیں ہمارے لیے تاریخ امریکہ مہیا کرتی ہے وہ تاریخ یورپ نہیں پیش کرتی بلاشبہ تاریخ یورپ بھی اہم اور ضروری ہے لیکن آخرالذکر کے لیے اول الذکر کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں ہم نے تاریخ مغربی یورپ بھی تحریر کی ہے جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے۔ شائقین اس کو بھی پڑھ کر اپنے ملک کی آزادی کا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

* یہ کتاب ڈاکٹر ہیز ہیز (؟) بن سن کی تاریخ مغربی یورپ کا ترجمہ ہے جس کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا اور دارالاشاعت غازی آباد یا جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ مولف

یہ تاریخ دراصل امریکہ کی تاریخ کا ایک خاکہ ہے اس میں صرف بڑی بڑی اور اہم باتوں کا ذکر کیا گیا ہے پہلے دو باب کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں لیکن یہ دیکھ کر کہ تفصیل لازمًا کتاب کو ضخیم بنا دے گی دیگر ابواب کو جہاں تک ممکن ہو سکا مختصر کر دیا گیا ہے تاکہ کتاب کی ضخامت تین سو صفحات سے زیادہ نہ ہونے پائے

ناظرین کی سہولت کے لیے ایک نقشہ امریکہ بھی منسلک کر دیا گیا ہے تاکہ وہ مقامات جن کا ذکر کتاب میں آگیا ہے اُن کی جگہ ذہن میں متعین ہو جائے اور کتاب کے مضامین آسانی سمجھ میں آسکیں۔

ہماری یہ تاریخ کسی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے۔ انگریزی زبان میں امریکہ کی تاریخ کے متعلق بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم نے چند انگریزی کتابوں سے یہ تاریخ مرتب کی ہے اور اسی وجہ سے ہم اس کو کسی کتاب کا ترجمہ نہیں کہہ سکتے بلکہ ہم اس کو اپنی ایک ناچیز تالیف سمجھتے ہیں۔

یہ کتاب جزوًا جزوًا رسالہ الناظر لکھنؤ میں جنوری ۱۹۲۹ء سے شایع ہو رہی ہے اور امید ہے کہ جون ۱۹۳۰ء تک ختم ہو جائے۔ چونکہ اس عرصۂ دراز تک جزوًا جزوًا کسی ایک کاتب سے اس کا تحریر ہونا ممکن نہ تھا اس لیے ناظرین ہمیں معاف فرمائیں اگر وہ اس کتاب میں دو کاتبوں کی تحریر مشاہدہ کریں۔ کتابت کی غلطیاں بھی اس میں بکثرت ہیں اور اُردو میں تو یہ ناممکن ہو گیا ہے کہ کوئی کتاب شروع سے آخر تک کتابت کی غلطی کے بغیر چھپ سکے اس لیے یہ امر بھی قابل معافی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب میں جہاں تک میرا خیال ہے کوئی ایسی غلطی نہیں ہے جو بادنیٰ تامل رفع نہ ہو سکے جب کوئی صاحب اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے تو غلطیوں کا ازالہ خود بخود ہوتا جائے گا اور جلد یا بدیر تمام غلطیوں کی تصحیح وہ خود کر سکیں گے۔ اسلیے کسی غلط نامہ کا اضافہ بیکار خیال کیا گیا

بالآخر جناب مولوی ظفر الملک صاحب علوی اڈیٹر الناظر لکھنؤ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنکی سعی سے یہ کتاب چھپ کر اشاعت پذیر ہوئی اب دیکھیے ہمارے اہل وطن اس کی کیا قدر کرتے ہیں۔

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

غازی آباد
۱۰ مارچ ۱۹۳۰ء

محمد یحییٰ تنہا

فہرست مضامین

باب اوّل

دریافت کنندگان امریکہ

یہہ عجیب بات ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کو امریکہ کی تاریخ سے بھی گہرا تعلق ہے اگرچہ کہاں ہندوستان اور کہاں امریکہ ایک شرقی نصف کرہ میں ہے اور دوسرا غربی نصف کرہ میں بلا شبہہ ہندوستان کو امریکہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ تھا لیکن بالواسطہ ہمارا ملک ہی امریکہ کی دریافت کا باعث ہوا کیونکہ امریکہ کو کرسٹافر کولمبس نے اسوقت دریافت کیا تھا جبکہ درحقیقت وہ ہمارے ملک ہندوستان میں پہونچنے کا غربی رستہ معلوم کر رہا تھا اور اسی بنا پر امریکہ میں جو جزائر اُس نے دریافت کیے اُن کا نام غرب الہند رکھا اور اُس کو مرتے دم تک یہہ نہ معلوم ہوا کہ اُس نے امریکہ دریافت کر لیا ہے بلکہ وہ اسی مغالطہ مین رہا کہ اُس نے بلاد غرب الہند معلوم کر لیے ہیں۔ چنانچہ وہاں کے باشندوں کو بھی وہ ہندوستانی ہی کہتا تھا اور اب تک وہاں کے اصلی باشندے ہندوستانی ہی کہلاتے ہیں۔ صرف ہم لوگوں میں سے فرق کرنے کے لیے وہ "سُرخ ہندوستانی" کہے جاتے ہیں۔

سینیکا نے کچھ اشعار کہے ہیں جن میں امریکہ کے دریافت ہونے کی پیشین گوئی درج ہے۔ اُن اشعار کا اُردو میں یہہ مطلب ہے کہ "کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک زمانہ آئیگا جب سمندر کے پوشیدہ راز آشکار ہو جائیں گے۔ اور نہایت وسیع زمین ظاہر ہوگی اور ایک جہاز راں نئی دنیا دریافت کرے گا اور ہمیشہ اُس پر تاریکی نہ رہے گی" سینیکا

سنہ ۱۵۰۶ء میں فوت ہوا اور یہہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اسپین کو یہہ فخر حاصل ہوا کہ اُس نے کولمبس کو تمام ذرایع بہم پہونچا کر ان اشعار کا صحیح مخاطب بنادیا۔ کولمبس خود ان اشعار کو شوق کے ساتھ بار بار پڑھا کرتا تھا اور اُسکے بیٹے نے اپنی کتاب اشعار سنیکا کے حاشیہ پر یہہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ "یہہ پیشین گوئی میرے باپ کرسٹافر کولمبس امیر البحر نے سنہ ۱۴۹۲ء میں پوری کی"

بعض لوگوں کا خیال ہی کہ اگر اہل یورپ امریکہ نہ دریافت کرتے تو جلد یا بہ دیر لیکن یقینی طور پر اہل امریکہ یورپ کو دریافت کر لیتے۔ جس طرح اہل گال، روما کے دروازوں پر، تاتاری چین میں، ہنس، چیلنس کے فرانسیسی میدان میں، مسلمان غرناطہ میں اور قسطنطنیہ کے گرد، اہل شمال سسلی میں، پرتگیز ہندوستان میں، اہل اسپین مونٹی زوما کے دربار میں اور پیرو میں ظاہر ہوے، اسی طرح افق کے پیچھے سے یکایک اہل امریکہ اپنی وحشیانہ شان و شوکت اور جبروت و عظمت کے ساتھ نمودار ہوتے۔

تاریخی زمانہ سے قبل کے حالاتِ امریکہ بالکل گمنامی اور لاعلمی کے پردہ میں نہاں ہیں عجیب عجیب نظریے قائم کیے گئے ہیں جو اس نظریہ سے لیکر کہ امریکہ کے اصلی باشندے یورپ یا ایشیا سے گئے تھے اس نظریہ تک کہ خود یورپ اور ایشیا کی آبادی امریکہ کے باشندوں سے ہوئی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس اصول سے لیکر کہ ہندوستانی حضرت اسرائیل کے گم شدہ دس فرقوں میں سے ہیں اس اصول تک کہ ہندوستانی خود بخود پیدا ہوئے اور چھوٹے چھوٹے جانوروں سے اصولِ ارتقا کے لحاظ سے آدمی کی جون میں پہونچے عجیب عجیب روایات ہیں۔ امریکہ کی سرزمین میں اوّل اوّل کیسے آدمی نمودار ہوا اور اُسکو کتنا عرصہ گزرا بحث طلب امر ہے۔ اور اِس بارہ میں کوئی ثبوت قابل وثوق موجود نہیں لیکن یہہ اہم بات ظاہر ہے کہ امریکہ میں جفاکش باشندوں کے تمدن کو قائم کرنے اور بدستور جاری رکھنے کی صلاحیت اور اہلیت موجود ہے اور اُس کی یہہ قابلیتیں آخرکار انھیں لوگوں نے دریافت کین جو عملاً دریافت کرسکتے تھے اور جن کو ان کے دریافت کرنے کا

موقع حاصل تھا اور اُنھوں نے ہی وہاں اُس تہذیب کو رواج دیا۔ اگرچہ امریکہ کے عہد ماقبل التاریخ کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن یہہ ظاہر ہے کہ دانایانِ فرنگ کی آمد سے پیشتر کوئی نسل تہذیب و تمدن کے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہونچی تھی۔ جنوبی نسلیں بھی جنکا ذکر ہسپانیوں نے تشدد کے ساتھہ کیا ہے صرف حجری زمانہ سے گذر رہی تھیں۔ وہ بار برداری کے جانور نہیں استعمال کرتی تھیں اور فن تحریر پر بھی کامل قدرت نہ رکھتی تھیں۔ وہ دوسرے امریکیوں سے کوئی برتر نسل نہ تھی بلکہ صرف بعض تمدنی اُمور میں اُن سے کچھہ آگے تھی جسطرح آج بھی بوسٹن اور آرکناس کے جنگلوں میں فرق ہے۔

کیا اہل امریکہ ایشیا سے آئے تھے؟ اِس سوال کے جواب میں جسٹن ونسر کہتا ہے کہ مشرقی ایشیا کی کوئی قوم بھی خواہ وہ اہل سائبیریا ہوں یا تاتاری، چینی ہوں یا جاپانی، اہل ملایا ہوں یا اہل جزائر ایسی نہیں ہے جو امریکہ کے ارادی یا اتفاقی دریافت کنندگان میں شمار نہ کیجاتی ہو یا اہل امریکہ کے قریبی یا بعیدی آباؤاجداد ہونے کا فخر نہ رکھتی ہو۔ لیکن واقعہ یہہ ہے کہ کوئی قابل اطمینان ثبوت نہ ایسا موجود ہے اور نہ غالباً آیندہ دستیاب ہوسکتا ہے جو اس بات کا فیصلہ اِس طرف یا اُس طرف کردے۔

جن رستوں سے ایشیائی امریکہ میں پہونچے مختلف ہیں۔ ممکن ہے بحر بہرنگ کے برف نے ایک پُل کا کام دیا ہو۔ ممکن ہے جزائر الوشین نے بھی رفتہ رفتہ اُن کی جراتوں کیلئے زینہ کا کام دیا ہو۔ ممکن ہے شمالی بحر الکاہل کی موج عظیم نے کیلیفورنیا کے سواحل پر اُن جہازوں کو پہونچا دیا ہو جن کے بادبان اور بلیاں طوفان کی نذر ہوگئے ہوں اور اِن طوفان خوردہ لوگوں کے رشتے ناتے امریکہ کے اصلی باشندوں سے ہوگئے ہوں اور ایشیائی اور امریکیوں میں جو شکل و شباہت کے بعض اختلافات ہیں اسی وجہ سے ہوں کیونکہ دونوں میں مشابہت کی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں۔ یہہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ اہل ملایا جو جزائر میں آباد تھے اُمید و بیم کی حالت میں یا اتفاقیہ جنوبی امریکہ کی طرف بڑھہ گئے ہوں جہاں اہل ملایا کی

آبادی کے بظاہر بہت سے نشانات پائے جاتے ہیں۔

امریکہ کو کس نے دریافت کیا؟ اس کے بھی بہت سے مدعی ہیں اور آخرکار یہہ سوال کہ
امریکہ کو کس نے دریافت کیا؟ اس سوال سے کہ امریکہ کو کس نے نہیں دریافت کیا؟ تبادلہ
ہو جاتا ہے۔ چینی جاپانی، جزائر بحر اٹلانٹک کے باشندے، سواحل شام کے رہنے والے، اہل عربیا
عرب، ترک، ہندو، اہل باسک، اہل ویلز، اہل آئرلینڈ، فرانسیسی، اہل پولینڈ، جرمن، ڈچ، انگریز
اور اہل اسکینڈی نیویا سب کے سب اپنے دعووں کی تائید میں وجوہ رکھتے ہیں لیکن
ہم ان سب سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ جس طور پر اُن کے دریافت کرنے کے حالات بیان
کیے گئے ہیں وہ امکان کے درجے سے آگے نہیں بڑھتے اور کوئی یقینی ثبوت نہیں پیش
کرتے۔ البتہ اہل اسکینڈی نیویا کا یہہ دعویٰ ضرور حق پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے پہلے
پہل نئی دنیا کو دریافت کیا تھا کیونکہ وہ اُس وقت دنیا میں سب سے عمدہ جہازران تھے۔
نیز جس قدرتی مادہ بیان میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، اور جو واقعات اُن کو پیش آئے اُن سے
اُن کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے اور اطالیوں اور ہسپانیوں کے سوا ہر شخص اُن کے
دعوی کو باور کرنے پر مجبور ہوگا۔ بہرحال یہہ امر یقینی ہے کہ کولمبس نے امریکہ کو عام طور پر
اہل یورپ سے روشناس کرایا اور سمندر پار نوآبادیوں کا نہ ختم ہونیوالا سلسلہ قائم کر دیا۔
یہہ صحیح ہے کہ اگر کولمبس نئی دنیا کا پتہ نہ لگاتا تو کوئی اور شخص ضرور اس کو دریافت کر لیتا
اسی طرح اگر نیوٹن کشش زمین نہ دریافت کرتا تو کوئی اور شخص اس کا علم حاصل کر لیتا اور اگر
ڈارون اصول ارتقا نہ معلوم کرتا تو کوئی اور شخص اس اصول کو ظاہر کر دیتا لیکن اس بنا پر
کولمبس کم تعریف کا مستحق نہیں ہے۔ قدیم شاعری میں نئی دنیا کا ذکر ہو یا قدیم یونانی نظریے
اس بارہ میں ہوں یا اُن جہازرانوں کے سانحات موجود ہوں جو اپنی مرضی کے خلاف اجنبی
ممالک میں پہونچ گئے ہوں اور اپنے وطن مالوف کو واپس جانے کے بھی آرزومند ہوں لیکن
یہہ سب صرف اُس دھوئیں کی مانند ہیں جو توپ کے ہر گولہ سے پہلے نمودار ہوا کرتا ہے۔

یہ نظریہ کہ زمین گول ہے نہایت قدیم ہے لیکن یہ صرف کولمبس ہی تھا جس نے واقعی سفر کرکے کرۂ زمین کی گولائی ثابت کی یہی وہ شخص تھا جس نے اٹھارہ برس کے عرصۂ دراز تک ایک دربار سے دوسرے دربار تک یہ تجویز پیش کرنے، التجا کرنے، رشوت دینے، دھمکی دینے، خوشامد اور آہ و زاری کرنے کی زحمت برداشت کی یہاں تک کہ اُس نے اپنے تین جہازوں کا بیڑہ حاصل کر لیا۔ یہی وہ شخص تھا جو مغربی افق سے اُدھر دیکھنے نکلا کہ کیا ہے؟ یہی وہ شخص تھا جس نے باغی، متلوّن مزاج اور وہمی ساتھیوں کو دھمکی، جھوٹ، خوشامد اور رشوت سے اپنی مرضی کے تابع رکھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے نئی دنیا کا پتہ لگایا اور وہاں کے اصلی باشندوں، پھلوں، دھاتوں، نقشوں، واقعات اور دلچسپیوں کو لیکر واپس آیا۔

بے شک کولمبس اُس تمام سرزمین کی تحقیق و تفتیش نہیں کر سکتا تھا جس کو اُس نے دریافت کر لیا تھا لیکن وہ اُس حجم غفیر اور انبوہ کثیر کا پیش خیمہ تھا جس کا کام سوائے تفتیش کے اُس زمانہ میں اور کچھ نہ تھا۔ یہ ضرور قابلِ افسوس ہے کہ وہ اُس یقین کے ساتھ مر گیا کہ اُس نے ہندوستان کا پتہ لگا لیا تھا لیکن بقیہ بنی نوع انسان کو اُس کی اس غلطی کا حال جلد معلوم ہو گیا تھا۔

کولمبس کا ذاتی چال چلن ایک معرکۂ کارزار بنا ہوا ہے۔ "واشنگٹن اروِنگ" جیسے اشخاص اُس کے نقائص کو کچھ بھی نہیں دکھلاتے اور "بوبا ڈلا" جیسے اشخاص کے نقائص کو مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں لیکن "وِنسر" جیسے مورّخ اُس کی برائیوں کو بہت بڑا کرکے دکھلاتے ہیں حالانکہ کولمبس اس مثل کا مصداق تھا کہ "آدمی میں اُس کی خوبیوں کی وجہ سے برائیاں ہوتی ہیں"۔ اگر کولمبس میں ذاتی نفع پیدا کرنے کا خیال نہ ہوتا تو وہ ملکۂ ایزابلا کی اتنی منت و سماجت نہ کرتا اور نہ اُس جہاز ران کو جس نے اوّل اوّل زمین دیکھی تھی اُس کی پنشن سے محروم کرتا اور نہ وہ اُن جزائر کے باشندوں کو جن میں سونا نہیں

پایا جاتا تھا غلام بنا کر فروخت کرتا لیکن اُس کا یہ خواب کہ ہندوستان فارسیہ معلوم کر کے کثرت سے زر و مال ہاتھ آئے گا کسی تعبیر کے بغیر رہتا اور وہ اپنے اس خیال کی محویت میں عرصہ دراز کی ناداری و مفلسی اور التوائے مہم کو برداشت نہ کر سکتا۔ اگر وہ زیادہ سخت ایماندار اور زیادہ رحمدل ہوتا تو وہ بدبخت دلیسیوں کو ذبح نہ کرتا اور اپنے ماتحتوں کی نظر میں قابل نفرت نہ ہوتا اور اپنے برتروں کا نشانۂ ملامت نہ بنتا لیکن جبر وہ اپنے حالات سفر کی دو کتابیں بھی نہ رکھتا جن میں سے ایک غلط تھی تاکہ اُسی کے ساتھیوں کو صحیح مسافت کا اندازہ نہ ہو سکے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی گریہ وزاری کو سُنتا۔ اُن کی التجائیں قبول کرتا اور رستہ ہی میں سے اسپین واپس چلا آتا۔ البتہ اس میں کوئی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ایک گورنر کی حیثیت سے بالکل ناکام ثابت ہوا۔ وہ ایسا اپنی دھن کا پکا تھا کہ جس نے دُنیا کی ایک خدمت کی اور اس کے معاوضہ میں لاکھوں بےعنوانیاں اور جرائم کیے جو اسی قدر بڑے تھے۔

لیکن ذرا اس بات پر غور کیجیے کہ اگر امریکہ دو یا تین صدی اور دریافت نہ کیا جاتا تو یورپ کیلئے کیا نتیجہ پیدا ہوتا؟ بلاشبہہ یورپ کے لیے یہ امر نہایت تکلیف دہ ہوتا خصوصاً اس وجہ سے کہ غریب اور ظلم رسیدہ اشخاص جن پر آزادی، حوصلہ مندی اور کام کی راہیں بند تھیں اس مصیبت سے نجات نہ پاتے۔ عوام کی بہتری اور فلاح نہ ہوتی اور خود ساختہ ظل اللہ کے وقار میں فرق نہ آتا۔ وہ انگریزی آبادی بھی قائم نہ رہتی جو انقلاب امریکہ سے پیدا ہوئی۔ ممکن ہے کہ انقلاب فرانس رونما ہی نہ ہوتا یا اُس کی شکل کچھ اور ہوتی جو تمام زیادتیوں کے باوجود آزادی اور رحم کا علم بردار تھا اور جس نے بلاشبہہ تمام یورپ اور نو آبادیوں کے حالات کو نہایت بہتر بنا دیا۔

اس تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ بدبخت اصلی باشندے جن کو اہل یورپ نے امریکہ میں پایا ظلم و ستم کے شکار بنائے گئے۔ جو مصیبتیں اُن پر نازل ہوئیں اُن کی تلافی کبھی

نہیں ہوسکتی۔ جو مظالم اُن پر کئے گئے خواہ پُرانی دنیا کی تہذیب کے زمانہ میں یا نئی دنیا کی تہذیب کے عروج میں وہ اہلِ یورپ کی تاریخ کے صفحات پر ایسے بدنما داغ ہیں جو مٹائے نہیں مٹ سکتے۔

شمالی یورپ کی وحشی اقوام سے مغربی سلطنت روما کو تاخت و تاراج ہوئے ایک ہزار برس کا زمانہ گزر چکا تھا اور اُس کی جگہہ نئی نئی سلطنتیں ظہور پذیر ہو گئی تھیں لیکن علم جغرافیہ میں کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی۔ مغربی دنیا کا اب تک کوئی نشان نہ تھا اور ہندوستان اور یورپ کے درمیان بحیرۂ قلزم کے رستہ سے تجارت ہوتی تھی۔ پندرھویں[۱۵] صدی کے آغاز سے شاہان کیسٹیل کی طرف سے اوّل اوّل بحری دریافتوں کو تحریک کا موقع ملا۔ ان بادشاہوں نے جزائر کنیری میں فتوحات اور نو آبادیاں قائم کر کے بحر اوقیانوس کے جانب غرب دیگر جزائر کی تلاش کا راستہ کھول دیا۔ اس سے سواحل افریقہ کے ساتھ تجارت کو فروغ ہوا اور شہر سیول کو جو شان و عظمت اور دولت حاصل ہوئی اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ افریقہ کی پیداوار اور غلاموں کی فروخت کے لیے ایک بڑی منڈی بن گیا تھا اور اس لیے سواحلِ اندلس پر بحری مہمات کا غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ پرتگیز والوں نے بھی اپنے ہمسایوں کو مرفہ الحال ہوتے دیکھکر وہی طریق کار اختیار کیا۔ اور اُنھوں نے یہہ روش اس استقلال اور محنت کے ساتھ جاری رکھی کہ وہ بحری علم میں ترقّی دینے اور اپنی تجارت کو بیحد فروغ دینے میں اپنے پیشروؤں سے سبقت لے گئے۔ اُن کے جہازات افریقہ کے غربی سواحل کی برابر روانہ ہوے اور آخر کار راس اُمید پر جا پہونچے۔

ان دریافتوں سے نئی تحقیقات کے شوق کے لیے تحریک پیدا ہو گئی اور مغرب کے بے پایاں سمندر نے ایک وسیع میدان نئی اُمنگوں کے لیے پیش کر دیا۔ لیکن ان دریافتوں سے پیشتر بھی بہت سے جہازران نئے نئے مقامات کی تلاش میں نکلے اور اُنھوں نے فرضی جزائر بھی اپنے خیال سے پیدا کر لیے جن کے حالات اور نقشے اُنھوں نے پندرھویں[۱۵]

صدی میں بنا کر اصلی طور پر پیش کیے حالانکہ وہ خود وہاں گئے تھے اور نہ اُن جزائر اور ممالک کا درحقیقت کوئی وجود تھا۔ تاہم ان سب باتوں کے باوجود عام خیال یہی تھا کہ کوئی شخص اس بے پایاں سمندر میں کسی ملک کی دریافت کے لیے نہ نکلیگا خواہ وہ کیسا ہی راسخ العقیدہ یا سادہ لوح کیوں نہ ہو۔ البتہ اب ایسا شخص بروے کار آیا جو بنی نوع انسان یعنی یورپ کے لیے بے اندازہ اہمیت کی دریافتوں کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔

کولمبس کے حالات زندگی

کولمبس کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہیں صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ جنیوا میں جو اٹلی کا ایک مشہور شہر ہے پیدا ہوا تھا۔ اُسی کے باپ ڈومی نیکو کولمبو نے اُس کو پویا میں بھیجدیا جو اُس وقت اٹلی میں علم و کمال کا مرجع بنا ہوا تھا تاکہ وہ اپنی تعلیم کو درجۂ تکمیل تک پہونچائے۔ لیکن اُس نے چودہ برس کے سن میں تعلیم کو خیرباد کہکر بحری زندگی اختیار کی حالانکہ اُس میں ادبی مذاق پیدا ہو چکا تھا جس کو اُس نے عمر بھر نباہا۔ وہ اپنے معاصرین سے اقلیدس، نجوم اور علم الارض میں گوئے سبقت لے گیا تھا اور یہی علوم اُسکی آئندہ زندگی کے لیے کارآمد ثابت ہوئے۔ وہ ایک بحری مہم میں جو ڈیوک آف کیلیریا نے نیپلس کے خلاف ۱۴۵۹ء میں تیار کی تھی شریک ہوا تھا۔ بعد ازاں لسبن چلا گیا جہاں اُس کا بھائی بارتھولومیو جہازرانوں کے لیے بحری سفر کے نقشے تیار کرنے کے نفع بخش پیشے میں مصروف تھا۔ پرتگال اُس وقت جغرافیائی دریافت کو ترقی دینے میں منہمک تھا۔ اور کولمبس جلد ایک مشکل کے لیے تیار ہو گیا اور شمال کی طرف عرض البلد کے ۷۳ درجہ تک پہونچا۔ اُس نے کئی بحری سفر انگلستان تک کئے اور اسپین اور پرتگال کے اُن مقبوضہ جزائر کی طرف بھی گیا جو مغربی سمندر میں واقع تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے زمانہ کا نہایت تجربہ کار جہازران شمار کیا جانے لگا۔

جب وہ لسبن میں تھا تو اُس نے ایک اطالوی فوجی سوار کی لڑکی سے شادی

کر لی تھی جو پرتگال کے شہزادہ ہنری کی ماتحتی میں نہایت نامور جہاز رانوں میں سے تھا اور جو جزیرہ پورٹو سینٹو کو آباد اور اُس پر حکومت کر چکا تھا۔ اور اس طرح کولمبس کو اُن تجربہ کار جہاز رانوں کے تمام نقشہ جات اور کاغذات دستیاب ہو گئے جن سے اُسکی بیوی کا خاندان تعلق رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں لسبن میں اُس کو بہت سے جغرافیہ دانوں اور جہاز رانوں سے ایشیا اور زپانگو کے غربی رستہ کے امکان پر گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔

یقینی طور پر یہہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ کولمبس کے دل میں ہندوستان کے مغربی رستہ کی دریافت کا خیال کب پیدا ہوا۔ البتہ یہہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس کے ذہن میں یہہ بات ۱۴۷۴ء کے قریب آئی ہو گی کیونکہ اُس سال کے موسم گرما میں اُس نے فلارنس کے ایک عالم سے اس کے متعلق خط و کتابت کی تھی۔ وہ چند سال تک اپنے خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ اس مہم کے لیے جو ضروری جہاز درکار تھے وہ خود مہیا نہیں کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہہ سامان کسی خود مختار سلطنت کے ذریعہ سے بہم پہنچ سکتا تھا جو دریافت شدہ ممالک پر قابض ہو کر کولمبس کو انعامات اور مراعات سے مستفید کرتی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے اپنے وطن جینوا کو بھی دعوت دی تھی کہ وہ اس مہم میں اُس کے شریک حال ہو لیکن اُسنے انکار کر دیا تھا چونکہ وہ لسبن میں موجود تھا اسلیے اُسنے شاہ الفانسو سے بھی اس قسم کی درخواست کی لیکن وہ اسپین سے برسر پیکار تھا اور اس قسم کی تجویز کی طرف متوجہ نہو سکا اُسوقت پبلک کا دماغ بھی اس قسم کی خطرناک اور مشکل مہم کے لیے تیار نہ تھا۔ قریبی جزائر کی دریافت اور افریقہ کے سواحل پر بحری سفروں کے باوجود اُس وقت کے جہاز ران مشکل سے خشکی کے نظارہ سے زیادہ دور جاتے تھے۔ ایک بحر نا پید اکنار میں مغرب کی طرف بحری سفر کرنا ایک نامعلوم اور قیاسی ملک کی دریافت کے لیے اس قدر عجیب اور ناقابل اعتبار تھا جس قدر کہ آجکل ہوائی جہاز میں بیٹھکر فضائے آسمانی میں کسی ستارہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے سفر کرنا۔ لیکن وقت آگیا تھا کہ جہاز رانی کے دائرہ کو وسعت دی جائے۔

اس موقع پر یعنی سنہ ۱۴۸۱ء میں پرتگال کے تخت پر الفانسو سے مختلف مزاج کا بادشاہ
جان ثانی جلوہ گر ہوا۔ اُس کو ملکوں کی دریافت کا بیحد شوق تھا۔ افریقہ کی دریافتوں سے
پرتگال کی شان و عظمت کو چار چاند لگ گئے تھے لیکن اب تک اُن سے کوئی نفع حاصل
نہیں ہوا تھا۔ البتہ یہہ خیال کیا جاتا تھا کہ جملہ نقصانات کی تلافی ہندوستان کا غربی رستہ
دریافت کرنے سے ہوجائیگی اور قوم کے لیے بے شمار دولت کا ذخیرہ ہاتھ آئیگا۔ چنانچہ پرتگال
کے جہازران اور عقلاء کی ساتھ گفتگو کرنے سے اصطرلاب کا استعمال ضروری ثابت ہوا۔ جس
کی مدد سے آفتاب کی کرنیں خط استوا کا فاصلہ بتا سکتی تھیں اور جہازرانوں کو معلوم ہوسکتا تھا
کہ وہ کس مقام پر ہیں۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد کولمبس نے کوشش کی کہ وہ اپنے سفر کیلئے
شاہی امداد حاصل کرے۔ اُس نے جان ثانی سے بالمواجہہ کہا کہ اس کا ارادہ ہندوستان کا
غربی رستہ دریافت کرنے کا ہے اور افریقہ کے سواحل کے گرد جو ہندوستان کا رستہ دریافت
کرنے کی تجویز ہے یہہ اُس سے الگ ہے۔ بادشاہ نے نہایت شوق کے ساتھ اس سے
گفتگو کی لیکن کولمبس کے بیٹے فرنانڈو کے بیان کے مطابق بعض شرائط پر دونوں متفق نہ ہوسکے
مگر پرتگال کا ایک مورخ کہتا ہے کہ دراصل بادشاہ نے کولمبس کو ایک بیکار اور فضول آدمی
سمجھا جو ہوائی قلعے بناتا اور مغرب کی طرف سپانگو کے ملک کو بتاتا تھا۔ اُسنے ایک علمی
جماعت سے اس بارہ میں مشورہ کیا اور اُس نے کولمبس کے دعاوی کو فرضی اور قیاسی
بتلایا۔ اس کے بعد بادشاہ نے بڑے بڑے علماء اور عمائد کی ایک کونسل طلب کی اور
اُس میں اس معاملہ کو پیش کیا۔ انھوں نے بھی کولمبس کی تجویز کو دور از کار بتلایا لیکن بادشاہ
کو یہہ صلاح دی کہ وہ ایک جہاز خفیہ طور پر کولمبس کے نقشہ جات اور دستاویزات کی روشنی
میں جن کو کولمبس سے بغرض معائنہ کونسل حاصل کر لیا گیا تھا روانہ کرے۔ اگر کولمبس کی
تجویز کے مطابق کوئی ملک دریافت ہوجائے تو اُس کا تمام نفع سلطنت ہی کو پہونچے گا۔
اور کولمبس اُس میں حصہ دار نہ ہوسکے گا چنانچہ ایک جہاز بظاہر یہہ کہکر کہ افریقہ کے جزائر کی

طرف جا رہا ہے مغرب کی طرف بھیجا گیا۔ لیکن جہازرانوں نے کچھ دور سفر کر کے اور کسی ملک کا پتہ نہ پا کر واپسی کا ارادہ کیا۔ لہذا وہ جہاز واپس آیا اور کولمبس کے بیانات کی اُس نے تکذیب کی۔ کولمبس اس فریب کی وجہ سے بیحد دل برداشتہ ہو گیا اور اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ پرتگال چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ اُس کی بیوی مر چکی تھی اور اُس کے جو تعلقات اپنی بیوی کے خاندان سے تھے وہ بھی شکستہ ہو گئے تھے لہذا اب پرتگال میں اُس کے لیے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی۔ پس اُس نے ۱۴۸۴ء میں لسبن کو خیرباد کہا کہا جاتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر لسبن سے چلا گیا تا کہ بادشاہ یہہ خبر پا کر کہیں اُس کو اپنے ملک سے باہر نہ جانے دے، لیکن در اصل وہ قرضخواہوں کے خوف سے پوشیدہ طور پر وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ اُس نے اپنی اس تجویز کے پیچھے اپنے تمام خانگی معاملات بدتر اور ابتر بنائے تھے اور ناداری اور مفلسی کا شکار ہو گیا تھا جیسا کہ اور بڑے بڑے مجوزوں کا بھی یہی حال ہوا جو بنی نوع انسان کو اپنی تجاویز سے فائدہ پہونچانا چاہتے تھے۔

کولمبس اسپین میں (۱۴۸۵ء لغایتہ ۱۴۹۲ء)

پرتگال چھوڑنے کے بعد کولمبس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ جنیوا چلا گیا اور وہاں کی جمہوری سلطنت سے اُس نے خود جا کر یہہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اُسے ہندوستان کے مغربی رستہ کی دریافت میں مدد دے۔ لیکن جمہوری سلطنت اُس وقت ایک جنگ میں مبتلا تھی اور اُس نے کولمبس کی تجاویز کو کان دھر کر نہ سُنا۔ اس کے بعد کولمبس نے وینس کی جمہوری سلطنت سے درخواست کی لیکن وہاں بھی ناکامی ہوئی یہہ تمام باتیں کسی دستاویزی ثبوت پر مبنی نہیں ہیں البتہ یہہ یقینی ہے کہ وہ ۱۴۸۵ء میں اسپین چلا گیا اور وہاں کے اُمراء سے جن کے مقبوضات وسیع تھے اور جو خود مختار تھے اپنا درد دل کہتا رہا۔ ڈیوک آف میڈینا سڈونیا کو بعض اوقات یہہ ترغیب ہوئی کہ وہ کولمبس کی امداد کرے کیونکہ اس مہم میں بیحد مفاد پنہاں تھے لیکن مفاد کی کثرت ہی اس مہم کو

ناقابلِ امکان قرار دیتی تھی اور آخر کار ڈیوک نے کولمبس کی تجویز کو یہہ کہکر ٹالدیا کہ وہ ایک اطالوی شیخ چلی کی تجویز ہے۔ ایساہی برتاؤ ڈیوک آف میڈینا سیلی نے کیا لیکن یہہ معلوم کرکے کہ کولمبس فرانس کی سلطنت سے ایسی درخواست کرنے والا ہے اور یہہ خیال کرکے کہ ایسی کثیر المفاد مہم اسپین کے ہاتھ سے نکل جائیگی اور فرانس اُس سے مستفیض ہوگا۔ اُس نے ملکہ ایزابلا کو ایک خط لکھا اور اُس میں بڑے زور سے سفارش کی کہ وہ کولمبس کی تجاویز کو بغور سُننے اور اُسکی امداد کرے۔ لہذا وہ دربار اسپین کی طرف روانہ ہوا جو اُس وقت قرطبہ میں تھا۔ وہ ملا اور اُس نے درخواست کی کہ اگر اُس کی مہم کامیاب ہوجائے تو اُس میں اُس کو بھی حصّہ دیا جائے۔

اسپین کی تاریخ میں یہہ وقت نہایت اہم تھا کیونکہ ملکہ ایزابلا اور اُس کا شوہر فرڈی نانڈ متفقہ طور پر مسلمانوں کو مطیع و منقاد بنانے اور اُن کو ملک سے باہر نکالنے میں مصروف تھے۔ جب کولمبس قرطبہ پہونچا تو وہ شاہی خزانچی کا مہمان بنایا گیا لیکن اُس کی تجاویز پر اُس سال کوئی غور نہیں کیا گیا کیونکہ ملکہ اور بادشاہ کو مسلمانوں کی جنگ سے فرصت نہ تھی۔ اِس بیکاری کے زمانہ میں اُس کی ملاقات ایک عورت سے ہوگئی تھی جو اگرچہ شریف خاندان سے تھی لیکن اِس وقت ناداری کی حالت میں تھی۔ اُس سے اُس کی کوئی باقاعدہ شادی نہیں ہوئی تھی لیکن اُس عورت سے ایک لڑکا فرنانڈو نامی ۱۴۸۷ء میں پیدا ہوگیا جس کو اُس نے اپنے جائز فرزند ڈیگو کی برابر سمجھا اور رکھا اور جو اُس کے مرنے کے بعد اُس کا مورخ بنگیا۔

موسم سرما میں کولمبس شاہی لشکر کے ساتھ سلامنکا گیا۔ یہاں اُس نے طلیطلہ کے لاٹ پادری سے ملاقات کی اور اُس کے ذریعہ سے آخر کار کولمبس کی رسائی دربار شاہی تک ہوگئی۔ بادشاہ فرڈی نانڈ سرد مہر اور معاملہ فہم تھا۔ اُس نے اپنی ذاتی رائے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ سلطنت کے علماء کی رائے پر اِس امر کا فیصلہ کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک کانفرنس طلب کیگئی جس میں علم نجوم اور علم الارض کے ماہرین کولمبس سے گفتگو کرنے کے لیئے

جمع کیے گئے۔

اُس زمانہ میں تقریباً سب علما مذہبی پیشوا بھی ہوتے تھے اور وہ ذرا ذرا سی بات پر تکفیر کا فتویٰ صادر کر دیتے تھے، خصوصاً اسپین تو مذہبی علما کا ملجا و ماویٰ تھا۔ یہاں محکمۂ احتساب عقائد بھی قائم تھا۔ کولمبس کو اپنے معاملہ کے پیش کرنے میں ایک طرف تو اُن علما کا جواب دینا پڑا جو ایسے سفر کو خلافِ مذہب قرار دیتے تھے اور دوسری طرف اُن فلسفیانہ اعتراضات کو رد کرنا پڑا جو ہندوستان کے مغربی رستہ کو ناممکن قرار دیتے تھے لہٰذا مذہبی اور فلسفیانہ اُمور دونوں کو خلط ملط کر دیا گیا تھا اور ریاضی کا ایسا ثبوت بیکار خیال کیا گیا جو انجیل مقدس کی کسی سطر سے ٹکراتا یا کسی نبی یا ولی کی تحریر کے خلاف معلوم ہوتا تھا۔ تاہم کولمبس کے جوابات اس جماعت کے اکثر ارکان کے نزدیک باوقعت سمجھے گئے۔ اُس نے مذہبی اعتراض کی نسبت جواب دیا کہ ہمارے مذہبی پیشوا علم الارض کے ماہرین کی حیثیت سے اپنی تصنیفات نہیں لکھ رہے تھے بلکہ اُنھوں نے استعارتاً ان باتوں کو بیان کیا ہے تاکہ سب لوگ بخوبی سمجھ سکیں۔ نیز اُس نے کہا کہ مقدس پادریوں کی تحریریں اگرچہ قابل احترام ہیں لیکن وہ فلسفیانہ نظریے نہیں ہیں جن کو تسلیم کیا جائے یا جن کی تردید کی جائے۔ فلسفیانہ اعتراض کا جواب اُس نے نہایت دلیری اور قابلیت سے دیا اور اپنے دعوے کو ثابت کر دیا۔

سلامنکا سے ۱۴۸۷ء کے موسم بہار میں شاہی دربار قرطبہ کو روانہ ہوا۔ چونکہ اُس زمانہ میں مسلمانوں سے جنگ ہو رہی تھی لہٰذا ملکہ ایزابلا اور شاہ فرڈی ننانڈ کا قیام کسی ایک جگہ نہیں ہونے پاتا تھا۔ اُس وقت لوگوں کی توجہ تمام تر جنگ کی طرف مبذول تھی اور کوئی اور معاملہ اتنا اہم نہ سمجھا جاتا تھا۔ پس عرصہ دراز تک جب تک جنگ کا خاتمہ مسلمانوں کے خلاف اور عیسائیوں کے موافق نہ ہوا، کولمبس کا معاملہ حیز التوا میں رہا۔

آخرکار کولمبس بھی اس تاخیر سے گھبرا گیا اور اُس نے بادشاہ جان ثانی سے پرتگال واپس جانے کے لیے خط و کتابت شروع کی جس کے جواب میں اُسے ایک خط ۲۰ مارچ

سنہ ۱۴۸۸ء کو ملا جس میں اُسکو واپسی کی دعوت دی گئی تھی اُسے ایک خط ہنری ہفتم شاہ انگلستان کا بھی ملا
اُسے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور امداد کا وعدہ کیا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسپین
کی طرف سے بھی شاندار مواعید کیے گئے ہونگے جنھوں نے کولمبس کو ان دعوتوں کے رد کرنے پر
آمادہ کیا اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسپین کے سرکاری خزانہ سے کچھ روپیہ اُسے دیا بھی گیا۔

اس زمانہ بیکاری میں کولمبس نے نقشہ جات مرتب کیے اور ایک پادری سے
جس کا نام ڈیگو ڈی ڈیزا تھا اُس کو مالی امداد بھی ملی سنہ ۱۴۸۹ء کا موسم گرما بھی گزر گیا لیکن
کولمبس اُسی حالت بیم و رجا میں رہا اور اُس کو کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔ وہ آخر کار انتظار
کرتے کرتے پریشان ہوگیا اور اُس نے ایک آخری جواب کی استدعا کی۔ لہذا بادشاہ
اور ملکہ نے پھر ایک عقلا کی کانفرنس طلب کی اور اُن سے کہا کہ وہ اپنی رپورٹ پیش کریں
کانفرنس کی طرف سے بادشاہ کو آخرکار یہ جواب لکھا گیا کہ نہایت غور و خوض کے بعد کانفرنس
کی رائے میں مجوزہ تحریک فضول اور ناقابل عمل ہے اور ایسے عظیم بادشاہ کے لیئے موزوں
نہیں کہ وہ ایسی کمزور دلائل کی بنا پر جو کولمبس ظاہر کرتا ہے ایک ایسی اہم مہم میں
مصروف ہو۔

لیکن اس ناموافق رپورٹ کے باوجود ملکہ اور بادشاہ ایسی تحریک کا دروازہ بند
کرنا نہیں چاہتے تھے جو ایسے اہم نتائج کا پیش خیمہ ہو لہذا کولمبس کو جو قرطبہ میں تھا اطلاع
دی گئی کہ جنگ کی پریشانیوں اور اخراجات کی وجہ سے کسی نئی مہم میں ملکہ اور بادشاہ کا
شریک ہونا ناممکن ہے۔ لیکن جب جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا تو اُس وقت اُن کو موقع
ملے گا کہ وہ اُس کی تجویز پر ہمدردی کے ساتھ غور کریں۔ انتظار کے بعد کولمبس نے
یہ مناسب سمجھا کہ خود ملکہ اور بادشاہ کی زبان سے یہ آخری جواب سنے۔ چنانچہ وہ سیول
پہونچا۔ اُن کا جواب وہی تھا کہ اس وقت وہ کسی قسم کی امداد نہیں کر سکتے، البتہ جنگ کی
پریشانیوں اور اخراجات سے نجات پاکر وہ ضرور اُس کی امداد کرینگے۔ سیول سے کولمبس

غصہ اور مایوسی کی حالت میں واپس ہوا اور اُس نے خیال کیا کہ اتنے برس اُمید اور انتظار میں ناحق گزارے۔

ایک خانقاہ کے پادری نے جبکہ کولمبس ناداری اور مفلسی کی وجہ سے اپنے لیے اور اپنے بیٹے کے لیے لقمہ مانگنے پر مجبور ہوا کولمبس کی وضع اور قطع سے قیاس کیا کہ وہ کوئی بڑا شخص ہے۔ لہذا اس نے کولمبس سے گفتگو شروع کی اور اُس کا نام اور اُس کے حالات اور ارادے معلوم کرکے وہ ملکہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کولمبس فرانس جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور یہہ مہم دوسرے ملک کے حصّہ میں آجائیگی۔ کولمبس کی معلومات اور تجاویز کی اُس نے بہت تعریف کی اور کہا کہ جس طرح ہو کولمبس کو فرانس جانے سے روکنا چاہیئے اور اُس کی امداد کرکے اُسکو اُسکی مہم پر روانہ کرنا چاہیئے۔ ملکہ پر پادری کی تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا اور کولمبس کی ناداری کا حال معلوم کرکے بہت افسوس ہوا۔ ملکہ نے فوراً تیئس پونڈ دیئے جانے کا حکم دیا اور اُسکی سواری کے لیے ایک خچر اور اُسکے کپڑوں کا انتظام کیا تاکہ وہ دربار میں حاضر ہوسکے اور اُس کو اپنے یہاں طلب کیا۔ جب کولمبس دربار میں پہونچا تو اُس نے اپنے کام کے لیے ملکہ کو آمادہ پایا۔ وہ وقت بھی مناسب تھا کیونکہ غرناطہ کے مسلمانوں نے جنگ سے تنگ آکر ہتھیار ڈال دیے تھے اور عربوں کے آخری تاجدار نے الحمرا سے نکل کر قلعوں کی کنجیاں اسپین کی افواج کے حوالے کردی تھیں۔ تقریباً آٹھ صدی کے بعد صلیب ہلال پر غالب آئی اور الحمرا پر اسپین کا جھنڈا لہرانے لگا تھا۔ تمام درباری اور فوجی خوشی سے پھول رہے تھے۔ جب جنگ کا اس طرح خاتمہ ہوگیا تو ملکہ اور بادشاہ نے جو وعدہ کولمبس سے کیا تھا اُس کو پورا کیا۔ معتمد اشخاص اُس سے شرائط طے کرنے کے لیے مقرر کیے گئے لیکن ابتدائی گفتگو ہی میں کچھ دقتیں پیش آئیں۔ کولمبس اپنی مہم کی شان و عظمت سے اس قدر متاثر تھا کہ وہ شاہانہ شرائط سے کم پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ وہ یہہ چاہتا تھا کہ اُس کو امیر البحر اور نائب السلطنت اُن ممالک کا مقرر کردیا جائے جو دریافت

ہوں اور تجارت یا فتوحات سے جو کچھ نفع حاصل ہو اُس میں سے دسواں حصہ اُس کا الگ کیا جائے۔ درباری لوگ ان شرائط پر نہایت برافروختہ ہوئے وہ اُس کو ایک معمولی اور حقیر آدمی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس طرح وہ ان سب سے زیادہ مرتبہ اور عزت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے مناسب اور مفید تجاویز پیش کیں لیکن کولمبس اپنے مطالبات میں سے ایک سے بھی دست بردار ہونا نہیں چاہتا تھا جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ شرائط طے کرنے کی گفتگو ختم کر دی گئی۔ اگرچہ کولمبس نہایت ناداری اور مفلسی کی حالت میں تھا اور یہہ بھی وہ جانتا تھا کہ اگر کسی دوسری جگہ امداد کی درخواست کی تو وہاں بھی اور کامیابی تک پہونچنے کے لیے ایک عرصہ گزر جائیگا تاہم اُس نے ان سب اُمور کا کچھ لحاظ نہیں کیا اور وہ اپنی اٹھارہ برس کی کوششوں پر پانی پھرتے ہوے دیکھکر اس قدر ناخوش ہوا کہ اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس تجویز ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے بہ نسبت اس کے کہ اپنے مطالبات میں سے کسی ایک کو بھی کم کرے۔ پس وہ اپنے دوستوں سے رخصت ہو کر خچر پر سوار اور قرطبہ کا رستہ لیا جہاں سے اُس نے فوراً فرانس روانہ ہونے کی دل میں ٹھان لی تھی۔

کولمبس کا پہلا بحری سفر سنہ ۱۴۹۲ع

لیکن دو پادریوں نے اپنی زوردار دلائل اور استدعا سے ملکہ ایزابلا کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ ایک پیغامبر بھیجکر کولمبس کو واپس بُلائے۔ ملکہ ایزابلا ان پادریوں کی فصاحت اور طاقتِ لسانی سے اس قدر متاثر ہوئی کہ اُس نے اس تجویز کو فوراً منظور کر لیا اور اپنے جواہرات کو گرد کر کے ضروری روپیہ حاصل کرنا چاہا۔ لیکن یہہ روپیہ ایزابلا کی فیاضی کے بغیر ہی حاصل ہو گیا اور مہم پر روانہ ہونے کی تیاریاں جلد از جلد شروع کر دی گئیں۔

۱۷۔ اپریل سنہ ۱۴۹۲ع کو معاہدہ کی شرائط پر دستخط ہو گئے جس سے کولمبس کو

خطاب امیرالبحر و نائب السلطنت نسلاً لبعد نسلاً اُن تمام سمندروں، جزیروں اور ممالک کے لیے عطا کیا گیا جن کو وہ دریافت کرے۔ اُس کو یہہ حق بھی عطا کیا گیا کہ صرفہ مجرا کرنے کے بعد اُن موتیوں، قیمتی پتھروں، سونے، چاندی، مصالحوں اور دیگر اشیاء اور سامانِ تجارت میں سے ایک دسواں حصّہ اپنے لیے مخصوص کرلے جو اُس کے نائب السلطنت رہنے کے زمانہ میں دستیاب ہوں خواہ وہ خریدے جائیں خواہ تبادلہ سے حاصل ہوں اور اُس کو اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ آٹھواں حصّہ اس مہم کے خرچہ کا ادا کرے گا تو منافع کا آٹھواں حصہ مزید براں پائے گا۔

۱۲ مئی کو وہ پیلاس کے بندرگاہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ جہازات کا بیڑہ تیّار کرے۔ سب سے بڑا جہاز جو اُس نے تیّار کیا سینٹا میریا تھا جس کے اوپر کولمبس نے اپنا جھنڈا گاڑدیا۔ دوسرا جہاز نینٹا تھا جو ایلانزو نینزن کی نگرانی میں تھا۔ تیسرا جہاز نینا تھا جو وائی سینٹی نینیر پینزن کی ماتحتی میں تھا۔ ان جہازات میں ایک حکیم اور ایک ڈاکٹر (جرّاح) بھی تھا اور باقی دیگر جہازران تھے۔ الغرض ان سب کی تعداد ایک سو بیس[۱۲۰] تھی۔

یہہ مہم ۳ اگست ۱۴۹۲ء کو روانہ ہوئی۔ کولمبس نے اپنا رستہ جزائر کنیری کی سمت اختیار کیا جہاں اُس نے چندے قیام کیا کیونکہ جہاز نینٹا کو کچھ نقصان پہونچ گیا تھا۔ ۶ ستمبر کو وہ سب جزائر کنیری سے روانہ ہوے۔ شروع میں ہوا ہلکی ہلکی چلتی رہی جس کی وجہ سے بہت کم سفر طے ہوا۔ دوسرے دن جہازات سے خشکی نظر آنی بند ہوگئی۔ کولمبس کے رفقاء جو اب سمندر میں جہازوں پر سوار جا رہے تھے اپنے سفر کے خاتمہ کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتے تھے لہذا اس مہم کی جرأت وہمت پر تعجب کرنے لگے۔ اُن میں سے بعض آنسو بہانے لگے اور بآوازِ بلند رونے لگے یہہ خیال کرکے کہ اب وہ کبھی واپس نہ آسکیں گے۔ کولمبس نے اُن کی تسلّی و تشفّی کی اور اُن میں نئی جرأت کی روح پھونک دی۔

۱۱ ستمبر کو جب وہ ڈیڑھ سو فرسخ (فرسخ = ۳ میل) کے فاصلہ پر جزیرۂ فیرو سے

تھے انھوں نے ایک جہاز کا مستول دیکھا جو وہاں (معلوم ہوتا ہے) موجوں کے تھپیڑوں سے جا پہونچا تھا۔ کولمبس آفتاب کی عمودی حالت کو روزانہ دیکھتا تھا اور سب سے پہلے اُس نے مقناطیسی سوئی کی تبدیلی کو غور سے مطالعہ کیا۔ اس سے اس کے ساتھیوں پر بیحد خوف طاری ہوگیا۔ پس اُس نے مجبور ہوکر ایک بات بنائی تاکہ اُن کے خوف و خطر کو اُن کے دل سے محو کردے۔ ۱۵ ستمبر کو انھوں نے جزیرۂ فیرو سے تین سو فرسخ کے فاصلہ پر نہایت خاموشی کی حالت میں آگ کا ایک گولہ سمندر میں گرتے دیکھا جو اُن کے جہازوں سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر تھا اور ایسے گولے گرم خطوں میں شہاب کی طرح اکثر گرتے رہتے ہیں۔

اب تک ہوا برابر مشرق کی طرف سے چلتی رہی تھی اور جہاز رانوں نے یہہ بات دیکھکر خیال کرلیا تھا کہ اُن کے لیے ہسپانیہ کی واپسی ناممکن ہے۔ اگلے روز انھوں نے کچھ پرند دیکھے جن سے اُن کو از سرِ نو امید بندھ گئی کیونکہ وہ اُس قسم کے خیال کیے گئے جو خشکی سے کبھی بیس۲۰ فرسخ سے زائد نہیں جاتے۔ کچھ بحری پودے بھی ایسے نظر پڑے جو چٹان سے ابھی ابھی علحدہ ہوئے معلوم ہوتے تھے اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ خشکی اب کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ اٹھارہویں۱۸ ستمبر کو آیلانزو پنزن نے جو کولمبس سے آگے تھا کہا کہ مغرب کی جانب میں نے پرندوں کی ٹکڑیاں دیکھیں ہیں اور میرا خیال ہے کہ جانب شمال خشکی بھی مجھے دکھائی دی تھی۔ چونکہ اُس کا جہاز تیز رفتار تھا اُس نے تمام بادبان کھول دیے اور آگے آگے چلتا رہا۔

کولمبس نے بہ نظرِ احتیاط اصلی فاصلہ کے حساب کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا تھا اور ایک غلط حساب اُن کے دیکھنے کے لیے بنالیا تھا جس سے مسافت کی تعداد بہت کم ظاہر ہوتی تھی لیکن اس فریب کے باوجود لوگوں کی طبیعتوں میں اس بحری سفر کے تعداد فاصلہ پر بیحد انتشار تھا۔ امیر البحر نے ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی کہ وہ اپنے رفیقوں کی ہمت بندھائے رکھے۔ کبھی وہ اُن سے دلیل و حجت کرتا اور کبھی اُن کے دل سے خوف کو مٹاتا اور کبھی اُن میں

نئی نئی اُمیدیں پیدا کرتا اور خشکی کے نئے آثار و نشانات ظاہر کر کے اُن کی مایوسی کو خوشی سے بدلتا۔

۲۰۔ستمبر کو جنوبی و مغربی ہوا سے جہازرانوں کے دلوں کے کنول کھل گئے کیونکہ وہ یہہ جانتے تھے کہ اُس جانب سے ہوا ہمیشہ نہیں چلا کرتی۔ تین روز بعد ایک وہیل مچھلی نظر آئی جو کسی قدر فاصلے پر تھی اور اس سے کولمبس نے خشکی کی قربت کا اندازہ کیا۔ لیکن بالکل خاموشی کے نمودار ہونے اور سمندر کے سرکنڈوں کی کثرت نے جس سے جہازوں کی رفتاریں کمی واقع ہوگئی تھی از سر نو خوف پیدا کر دیا۔ کولمبس کی دلیلیں، ترغیبیں اور ہمت افزائیاں بیکار ثابت ہوئیں۔ لوگ اِس قدر خوفزدہ ہوگئے کہ وہ عقل کی بات سُننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ جس قدر کولمبس دلائل پیش کرتا اُسی قدر وہ اُن کی تضحیک کرتے یہاں تک کہ سمندر کا پانی اوپر کو اُٹھنے لگا حالانکہ اُس وقت ہوا بند تھی۔ خوش نصیبی سے اِس بات نے اُس خطرہ کو دُور کر دیا جو پچھلی خاموشی ہی خاموشی سے پیدا ہوگیا تھا۔

۲۵۔ستمبر کو جب کولمبس اپنے افسروں کے ساتھ ایک نقشہ کو دیکھ رہا تھا اور اُس سے پتہ لگا رہا تھا کہ اب وہ کس مقام پر ہیں تنہا جہاز کی ایک آواز نے اُنھیں اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اُنھوں نے دیکھا کہ مارٹن ایلانزو پنزن اپنے جہاز کے پچھلے حصہ پر چڑھا ہوا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے "خشکی! خشکی! جناب ... مجھے میرا انعام ملنا چاہیئے" اور اُس نے جنوب و مغرب کی طرف اشارہ کیا جہاں فی الواقع زمین دکھائی دیتی تھی اور جو تقریباً پچیس ۲۵ فرسخ کے فاصلہ پر تھی۔ کولمبس سجدہ میں گر پڑا اور جناب باری کا شکریہ ادا کیا اور مارٹن ایلانزو نے باآواز بلند کہا کہ خدا کی شان و عظمت برقرار رہے جس کی تمام جہازرانوں نے تقلید کی۔ اُنھوں نے اپنا رستہ بدل دیا اور تمام رات اُسی طرف چلتے رہے۔ جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو سب کی آنکھیں اُدھر لگ گئیں لیکن مفروضہ خشکی جس سے اتنی خوشی پیدا ہوگئی تھی یکایک غائب ہوگئی اور نہیر معلوم ہوگیا کہ اُفق پر بادلوں کے نمودار

ہونے سے اُن کو خشکی کا دھوکا ہوگیا تھا۔ چنانچہ جانب غرب بصراطِ مستقیم پھر رستہ اختیار کیا گیا۔ جہاز کے لوگ پھر مایوسی کے شکار ہوگئے۔ لیکن پرندوں کی کثرت سے جو اُن کے جہازوں کے گرد اڑتے تھے، لکڑیوں کے ٹکڑوں سے جن کو وہ اٹھا لیتے تھے اور زمین کی بہت سی دیگر علامات سے وہ بالکل مایوسی کی حالت کو نہیں پہونچتے تھے۔ کولمبس اس انتشار اور مایوسی کے درمیان میں ہمیشہ خاموش رہتا اور اپنے اوپر قابو رکھتا۔

پہلی اکتوبر کے بعد جب پرند ایک طرف سے دوسری طرف اُن کے جہازوں پر اڑکر جانے لگے تو اُن کا یہہ خیال ہوا کہ پرند ایک جزیرہ سے دوسرے جزیرہ کو جا رہے ہیں لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ داہنی طرف یا بائیں طرف جہازوں کا رُخ کردیں تاکہ اُن اطراف میں سمندر کے سواحل پر پہونچ جائیں لیکن کولمبس نے اپنے نظریہ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور وہ برابر مغرب کی طرف چلتا رہا۔ اُسی کے استقلال سے اُس کے آدمیوں میں وہ بغاوت کی روح پیدا ہوگئی جو پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن چوتھی اکتوبر کو علاماتِ خشکی میں اضافہ ہوگیا۔ پرند جہاز کے اس قدر قریب اُڑنے لگے کہ ایک جہازراں نے ایک پرند کو پتھر سے مار دیا اور اُن کی اُمیدیں ازسرِنو تازہ ہوگئیں موعودہ بخشش پانے کے خیال سے جہاز کے لوگ برابر "زمین زمین!" کا نعرہ لگاتے تھے جب اس قسم کی کوئی ذراسی علامت بھی پائی جاتی تھی۔ کولمبس نے ان جھوٹے نعروں کو بند کرنے کے لیے جن سے متواتر مایوسی کا سامنا ہوتا تھا اعلان کیا اگر کوئی شخص آیندہ ایسی اطلاع دیگا اور تین دن کے اندر خشکی نہ ظاہر ہوگی تو اُس کا انعام ہمیشہ کے لیے ضبط ہوجائیگا۔

۷۔ اکتوبر کی صبح کو سورج نکلنے کے وقت امیر البحر کے جہاز کے چند اشخاص نے خیال کیا کہ مغرب کی طرف انھیں زمین دکھائی دیتی ہے لیکن ایسے دھندلے طریقہ پر کہ کسی کو اس خیال کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی مبادا وہ غلطی پر ہوں اور انعام کی تمام اُمیدیں یک قلم زائل ہوجائیں۔ لیکن نینا جہاز جو تیز رفتار تھا اس امر کو دریافت کرنے کے لیے

آگے بڑھا تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جھنڈا اُس کے مستول پر گاڑا گیا اور ایک توپ داغی گئی جو خشکی پا جانے کے پہلے سے طے شدہ نشانات قرار دیے گئے تھے۔ نئی مسرت کا ولولہ پیدا ہوا اور ہر شخص کی آنکھ مغرب کی طرف اُٹھ گئی۔ لیکن جب وہ آگے بڑھے تو اُن کی اُمیدیں بادلوں کی طرح پھٹ گئیں اور شام ہوتے ہوتے مفروضہ زمین پھر فضا میں غائب ہو گئی۔

جہاز کے لوگوں کو اتنی ہی مایوسی بھی ہوئی جتنی اُن کو خوشی ہوئی تھی لیکن نئے حالات پیدا ہو گئے۔ کولمبس نے میدانوں کے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ جانب گوشۂ جنوب و مغرب اُڑتے ہوئے دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ کسی قریب کی زمین کی طرف جا رہے ہیں جہاں اُنھیں آرام اور آب و دانہ مل سکے۔ وہ اُس اہمیت سے باخبر تھا جو پرتگیز جہازراں پرندوں کی پرواز سے منسوب کرتے تھے اور جن کے تعاقب سے اُنھوں نے اکثر جزائر دریافت کیے تھے وہ اب قریب سو پچاس فرسخ کے فاصلہ پر تھا اور اس فاصلہ پر اُس کے حساب سے جزیرۂ سپانگو واقع ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ اُس جزیرہ کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اس لیے اُسے خیال پیدا ہوا کہ شاید عرض البلد کی غلطی سے وہ اُسے کہیں رستہ میں چھوڑ آیا ہو۔ لہٰذا اُس نے ۷۔ اکتوبر کو یہ مصمم قصد کیا کہ وہ اپنا رستہ غرب کے گوشۂ جنوب و مغرب کی طرف اختیار کرے جدھر عموماً پرند اُڑتے تھے اور کم از کم دو روز تک اُسی راہ پر قائم رہے یہ رستہ کچھ اُس کے طے شدہ رستہ سے مختلف بھی نہ تھا اور اِس سے اُس کے جہازرانوں اور پنزنوں کی خواہشات بھی پوری ہوتی تھیں۔

وہ اُسی جانب تین روز تک سفر کرتے رہے اور جس قدر فاصلہ وہ طے کرتے تھے اُسی قدر کثرت کے ساتھ علامات خشکی پائی جاتی تھیں۔ مختلف الالوان چھوٹے پرندوں کی قطاریں جن میں سے بعض میدانوں میں نغمہ سرائی کیا کرتے ہیں جہازوں کی طرف اُڑتی ہوئی آتی تھیں اور اس کے بعد وہ گوشۂ جنوب و مغرب کی طرف چلی جاتی تھیں۔ بعض پرند رات کو بھی اُڑتے ہوئے سُنائی دیتے تھے۔ مختلف اقسام کی چھوٹی مچھلیاں خاموش اور ساکت

سمندر میں کھیلتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ ایک بطخ بھی دکھائی دی جو مغرب ہی کی طرف تیر رہی تھی گھاس، پات جو سمندر پر بہتے تھے وہ بھی تازہ معلوم ہوتے تھے گویا ابھی زمین سے علیحدہ ہوئے ہیں اور ہوا بھی ایسی خوشگوار تھی جیسی اپریل کے مہینے میں شہر سیول میں چلتی ہے۔ لیکن جہاز کے لوگ ان سب باتوں کو سراب کی مانند سمجھتے تھے جو انھیں تباہی کی طرف لیجا رہی تھیں اور جب تیسرے روز آفتاب بے پایاں سمندر میں غروب ہو گیا تو انھوں نے شور و شغب شروع کر دیا۔ وہ کولمبس کی ضد اور ہٹ کے خلاف غل مچانے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہمیں بحر ناپید اکنار میں غرق کر کے چھوڑے گا۔ انہوں نے پھر واپس جانے کے لیے اصرار کیا اور کہا کہ اس بحری سفر کو محض بیکار سمجھ کر ترک کر دینا چاہیئے۔ کولمبس نے ان کو ملائم الفاظ اور بڑے بڑے انعامات کے وعدوں سے خاموش کرنے کی کوشش کی لیکن یہہ دیکھکر کہ اس سے ان کا شور و غل اور بڑھتا ہے، اس نے متین لہجہ اختیار کیا اور کہا کہ شکایت فضول ہے۔ یہہ مہم اسپین کے حکمرانوں نے غرب الہند دریافت کرنے کیلئے روانہ کی تھی اور کچھ ہی کیوں نہ پیش آئے میں اس سفر کو برابر جاری رکھوں گا یہاں تک کہ خدا کے فضل و کرم سے یہہ مہم کامیاب ہوگی۔

اب کولمبس اور جہاز کے لوگوں کے درمیان کھلم کھلا مخالفت شروع ہو گئی اور انکی حالت خطرناک بن گئی۔ خوش نصیبی سے اگلے روز زمین کی قربت کے نشانات ایسے پائے گئے جن سے کسی شک و شبہہ کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ سرکنڈوں کے علاوہ جو دریاؤں میں پیدا ہوتے ہیں ایک قسم کی ہری مچھلی دیکھی گئی جو چٹانوں کے قریب رہا کرتی ہے۔ اس کے بعد کانٹوں کی ایک شاخ دیکھی گئی جو بیروں سے لدی ہوئی تھی اور جو اپنے اصلی تنہ سے حال ہی میں علیحدہ ہوئی تھی۔ پھر سمندر میں بہتے ایک سرکنڈا ایک چھوٹا تختہ اور ایک ڈنڈا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے انھوں نے اٹھا لیا۔ اب اُس مایوسی اور بغاوت کی جگہ ہمت افزا امید پیدا ہو گئی اور ہر شخص دن بھر بڑے شوق کے ساتھ

انتظار کرتا رہا اور یہہ اُمید لگی رہی کہ شاید سب سے پہلے اُس زمین کو جس کی اتنی تلاش وجستجو ہے میں ہی دیکھ لوں۔

شام کے وقت جب حسب رواج جہازرانوں نے وہ راگ گا لیا جو حضرت مریم کی تعریف وتوصیف میں تھا تو کولمبس نے اپنے جہازرانوں کو ایک مؤثر خطبہ دیا۔ اُس نے کہا کہ اب بالکل یقین ہے کہ ہم لوگ رات ہی کو خشکی پر جا اتریں۔ پس اُس نے سب سے اگلے جہاز پر ایک پہرہ قائم کیا اور کہا کہ جو شخص نئی زمین دریافت کرلے گا اُس کو پنشن کے علاوہ ایک مخملی خلعت بھی اسپین کے حکمرانوں سے دلایا جائیگا۔

تمام دن ہوا تازہ رہی اور ان لوگوں نے بہت سا سفر طے کیا۔ غروب آفتاب کے وقت وہ پھر مغرب کی طرف بڑھے چلے گئے اور امواج بحر پر تیزی کے ساتھ چلتے رہے۔ سب سے آگے جہاز نینا تھا۔ تمام جہازوں میں زندہ دلی کے آثار نمایاں تھے۔ کسی شخص نے بھی اُس رات آنکھ بند نہ کی۔ جب اندھیرا ہوگیا تو کولمبس اپنے جہاز کی اونچی برجی پر جا کھڑا ہوا اور اندھیرے میں افق کی طرف نظر دوڑائی اور غور وخوض سے دیکھا۔ دس بجے کے قریب اُسے خیال ہوا کہ بہت دور ایک روشنی جھلملاتی ہوئی دکھادیتی ہے۔ یہہ سمجھکر کہ شاید اُس کی آرزو ہائے شوق اُسے دھوکا دے رہی ہیں اُس نے پیڈرو گٹرز کو آواز دی جو شاہی خواجہ سرا تھا اور اُس سے دریافت کیا کہ اُسے بھی روشنی دکھائی دیتی ہے یا نہیں۔ آخرالذکر نے اثبات میں جواب دیا۔ کولمبس نے اب بھی تصور کا فریب سمجھکر راڈریگو سنکیز کو بُلایا اور اُس سے بھی وہی سوال کیا۔ لیکن جب وہ وہاں پہونچا تو اس عرصہ میں روشنی غائب ہوگئی تھی۔ اُس کو اُنھوں نے ایک یا دو دفعہ یکایک اُبھرتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ کسی مچھیرے کے تختے میں شعل کی طرح لگی ہوئی تھی اور موجوں کے ساتھ اُبھرتی تھی اور پھر نیچی ہوجاتی تھی یا کنارہ پر کسی آدمی کے ہاتھ میں تھی جو ایک گھر سے دوسرے گھر جاتا تھا۔ یہہ چمک ایسی مختصر اور ناقابل اعتماد تھی کہ کسی نے بھی اُس کو کچھ اہمیت نہ دی۔ مگر کولمبس نے اُس کو زمین کا واقعی نشان سمجھا اور یہہ کہ اس زمین پر

آبادی بھی تھی۔

یہہ لوگ اپنے رستہ پر ڈو بجے صبح تک چلا کیے جبکہ جہاز پنٹا نے زمین دیکھنے کی خوشخبری توپ کے گولہ سے سُنائی۔ایک جہازراں نے جس کا نام راڈر یگوڈی ٹرانا تھا زمین کو سب سے پہلے دیکھا لیکن بعد ازین انعام امیرالبحر کو دیا گیا کہ جس نے روشنی کو سب سے پہلے دیکھا تھا۔اب زمین ڈو فرسخ کے فاصلہ پر صاف نظر آنے لگی جس پر اُنھوں نے جہازوں کو روک لیا اور بے چینی کے ساتھ پو پھٹنے کا انتظار کرنے لگے۔

اِس وقت کولمبس کے خیالات اور احساسات کی کوئی حد نہ رہی ہوگی۔ہر خطرہ اور دشواری کے باوجود وہ آخرکار اپنے حصولِ مقصد میں کامیاب ہوا۔سمندر کا بڑا راز آشکا ہوگیا۔اُس کا نظریہ جو عقلاء کے نزدیک قابلِ تضحیک تھا آخرکار صحیح ثابت ہوا۔ اور اُس نے اپنے لیے وہ شانِ وعظمت حاصل کرلی جو بستی دنیا تک قائم رہنے والی ہے۔

ایسے موقع پر اُس زمین کی نسبت جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا (جس کا حال معلوم نہ تھا) ایسے شخص کے خیالات وتصورات کا اندازہ کرنا جو اُس کے دماغ پر محیط ہوں گے دشوار ہے۔ یہہ بات کہ وہ پھلوں سے پر بھی اُن نباتات سے ظاہر تھی جو اُس کے کناروں پر بہہ رہے تھے۔اُسے یہہ بھی خیال گذرا کہ اُس کے دماغ میں میوے کے باغوں کی خوشبو آرہی ہے۔جلتی ہوئی روشنی سے اُس کا آباد ہونا ظاہر تھا۔لیکن اُس کے باشندے کون ہیں آیا وہ ایسے ہی ہیں جیسے اور لوگ کرہ کے دوسرے حصہ میں آباد ہیں یا وہ کوئی دیوزاد ہیں جیسا کہ اُس وقت دُور و دراز ممالک کی آبادی کی نسبت یہہ عام خیال تھا۔یا یہہ بحر ہند کا ایسا جزیرہ ہے جس میں وحشی لوگ آباد ہیں یا یہہ مشہور ومعروف سپانگو کا جزیرہ ہے جو اُس کی حرص وآز کا نشیمن تھا۔اُس کے دل میں ضرور ہزاروں خیالات آئے ہونگے جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس نے کسی نہ کسی طرح اُس رات کو صبح کیا ہوگا اور یہہ خیال

کیا ہوگا کہ دیکھئے صبح کو وحشیوں کی آبادی نظر آتی ہے یا مصالحہ کے باغات لہلہاتے ہوئے
مناظرہ مطلاّ بلاد اور مشرقی تہذیب کی جملہ شان و شوکت دکھائی دیگی۔

۱۲۔ اکتوبر کو روز آدینہ کی صبح تھی جب کولمبس نے نئی دنیا کو دیکھا۔ سورج نکلنے پر
اُسے ایک مسطح جزیرہ دکھائی دیا جو وسعت میں چند فرسخ تھا اور جس میں درخت ہی درخت میووں کے
باغوں کی طرح نصب شدہ معلوم ہوتے تھے۔ اگرچہ بظاہر یہہ غیر مزروعہ تھا لیکن اس کی
آبادی گنجان تھی کیونکہ جنگل کے تمام حصّوں سے اس کے باشندے سمندر کی طرف دوڑتے
ہوئے نظر آئے۔ وہ بالکل برہنہ تھے اور جہازات کو تعجب سے دیکھتے تھے۔ کولمبس نے
جہازوں کو لنگر انداز ہونے کا اشارہ کیا اور یہہ لوگ کشتیوں میں مسلح سوار ہوکر کنارہ پر اُترے
کولمبس جب ساحل کے قریب پہونچا تو وہ سمندر کی بلّوری کیفیت فضا کی صفائی اور نباتات
کی غیر معمولی خوبصورتی سے بیحد خوش ہوا۔ اُس نے نامعلوم پھلوں کو درختوں پر لدا ہوا
دیکھا جو سمندر پر جھکے پڑتے تھے۔ کنارہ پر پہونچکر وہ فوراً زمین پر سجدہ میں گر گیا اور خدائے تبارک و
تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اُس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہ گئے۔ سب لوگوں نے
اُس کی مثال کی تقلید کی کیونکہ وہ سب بھی خوشی سے لبریز تھے اور اُن کے دلوں میں بھی
وہی احساسات موجزن تھے۔ اِس کے بعد کولمبس نے اُٹھکر اپنی تلوار کھینچی شاہی جھنڈا
گاڑا۔ اُسی کے گرد ڈکپتانوں اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ساحل پر اُترے تھے
جمع کیا اور اسپین کے حکمرانوں کی طرف سے اُس پر قبضہ کر لیا۔ جزیرہ کا نام سان سلواڈور
رکھا گیا۔ اِن ضروری رسوم کے ادا کرنے کے بعد اُس نے تمام موجودہ آدمیوں سے حلفِ
وفاداری اُٹھوایا تاکہ وہ اُس کی اطاعت بحیثیت امیر البحر و نائب السلطنت کریں جو
اسپین کے حکمرانوں کا نمایندہ تھا۔

جہاز کے لوگوں کے احساسات بھی مسرت خیز تھے۔ وہ کل تک اپنے آپ کو
بدقسمت سمجھے ہوئے تھے جن کے سامنے تباہی اور موت کی شکلیں نمودار تھیں۔ اب وہ

اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرنے لگے اور بیحد خوش تھے۔ بے انتہا جوش کے ساتھ وہ امیرالبحر کے گرد جمع ہو گئے۔ اُن میں سے بعض اُس سے بغلگیر ہوے اور بعضوں نے اُسی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ جو لوگ سفر کے دوران میں نہایت باغی اور مفسد تھے اب نہایت جوشیلے وفادار بن گئے۔ بعض لوگوں نے اُس سے مراعات کی خواہش ظاہر کی گویا اُس کے ہاتھ میں پہلے ہی سے دولت و ثروت آگئی تھی۔ بعض فتنہ پرداز اشخاص جنھوں نے گستاخی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تھا اب اُس کے پیروں پر گر پڑے اور اپنے کردار کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ آیندہ وہ اس کی کورانہ تقلید کریں گے۔

صبح کے وقت جب جزیرہ کے باشندوں نے جہازوں کو اپنے ساحل پر لنگر انداز دیکھا تو خیال کیا کہ سمندر کے اجنہ رات کے وقت اُس سے باہر آگئے ہیں۔ اُنھوں نے ساحل پر فراہم ہو کر ان کی حرکات و سکنات کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اِن کے اِدھر اُدھر چلنے پھرنے جو بظاہر کسی کوشش کے بغیر تھا اور بادبانوں کے لپٹنے اور کھلنے نے جو بڑے بڑے پروں کے مشابہ تھے اُن کو خوفناک تعجب سے بھر دیا۔ جب اُنھوں نے ان کشتیوں کو ساحل کی طرف آتے دیکھا اور اِن کی ایک جماعت کو چمکتے ہوئے ہتھیاروں سے مسلح پایا جو مختلف الالوان لباس میں ملبوس کنارہ کی طرف آرہے تھے تو وہ خوف زدہ ہو کر جنگل کو فرار ہو گئے لیکن یہہ دیکھکر کہ اُن کا نہ کوئی تعاقب کیا گیا اور نہ اُن کو دق کیا گیا تو رفتہ رفتہ اُن کا خوف زائل ہو گیا اور وہ اہل اسپین کے قریب بڑی عزت و احترام کے ساتھ آئے۔ اکثر زمین پر سجدے کرنے لگے اور اُن کی عبادت میں مصروف ہو گئے جس وقت جزیرہ پر قابض ہونے کی رسم ادا کی جا رہی تھی تو وہ رنگ کی خوبیوں، اور ڈاڑھیوں، چمکتے ہوئے ہتھیاروں اور اہل اسپین کی عمدہ پوشاک کو تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ جب اُن کا خوف کسی قدر اور زائل ہوا تو ہسپانیہ والوں کے قریب آئے۔ اُنھوں نے اِن کی داڑھیوں کو دیکھا، اِن کے ہاتھوں اور چہروں کا مطالعہ

کہا اور انکے سفید رنگ کی بیحد تعریف کی۔ کولمبس اُن کی ملائمت اور سادگی سے بیحد خوش ہوا اور اُن کے اِس مطالعہ کی اجازت خاموشی کے ساتھ دیدی تاکہ وہ اُس فیاضی سے اُنکو اپنا گرویدہ بنالے۔ اُنھوں نے اب یہہ خیال کیا کہ جہازات اس بلوری فضا سے جو اُن کے اُفق پر نمودار تھی نیچے اُتر آئے ہیں یا اپنے بڑے پرون کی بدولت آسمان سے زمین پر آگئے ہیں۔ بہرحال یہہ عجیب وغریب مخلوق ضرور آسمان کے باشندے ہیں۔

اہل اسپین کے نزدیک بھی جزیرہ کے باشندے کچھ کم عجیب و غریب نہ تھے کیونکہ جن انسانی نسلون کو اُنھوں نے دیکھا تھا اُن سے وہ مختلف تھے۔ اُن کی ظاہری حالت سے اُن کے متمول یا مہذب ہونے کا پتہ چلتا تھا کیونکہ وہ بالکل برہنہ تھے اور اُن کے بدن پر مختلف قسم کے رنگ سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ اگرچہ رنگ سے اُن کے نقشے بھدے ہوگئے تھے لیکن اچھے تھے۔ اُن کی پیشانیان بلند تھین اور آنکھین چمکدار تھیں۔ اُن کے قد اوسط درجے کے تھے اور سب اعضا تناسب کے ساتھ تھے۔ اُن میں سے اکثر تیس سال سے کم کی عمر کے تھے اور اُن کے ساتھ صرف ایک عورت تھی جو اُن کی طرح برہنہ تھی لیکن خوبصورت تھی۔

چونکہ کولمبس کا خیال تھا کہ وہ ہندوستان کی انتہائی سرحد کے جزیرہ پر پہونچ گیا ہے لہذا اُس نے دیسیوں کو ہندوستانی کے نام سے مخاطب کیا اور سب لوگون نے یہی نام اختیار کرلیا، جب تک اُس کی دریافت کی حقیقت نہ معلوم ہوئی اور اب بھی نئی دنیا کے اصلی باشندون کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جزیرہ کے باشندے دوستانہ اور شریفانہ برتاؤ کے ساتھ پیش آئے۔ اُن کا ہتھیار صرف نیزہ تھا جس کا سر آگ سے سخت کردیا جاتا تھا یا اُس میں چقماق پتھر یا مچھلی کے دانت یا ہڈی لگی ہوتی تھی لوہے کا وہاں پتہ نہ تھا اور نہ وہ اُس کی صفات سے آگاہ تھے کیونکہ جب اُن کو ایک ننگی تلوار دی گئی تو اُنھوں نے اُس کو کسی خوف کے بغیر دھار

کی طرف سے پکڑ لیا۔ کولمبس نے رنگین ٹوپیاں، شیشے کی تسبیحیں، گھنٹیاں اور اور قسم کے کھلونے اُن میں تقسیم کیے جن کی تجارت اہل پرتگیز افریقہ کے طلائی سواحل کی قوموں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے اِن کھلونوں کو شوق سے لیا۔ تسبیحوں کو اپنی گردنوں میں ڈالا اور اُن کی نفاست سے بیحد خوش ہوئے۔ گھنٹوں کی آواز نے تو اُنھیں مست بنا دیا۔ اہل اسپین تمام دن سستاتے رہے اور جزیرہ کے خوبصورت باغوں میں چکر لگاتے رہے۔ وہ شام ہونے کے بہت دیر بعد اپنے جہازوں پر واپس آئے اور جو کچھ اُنھوں نے دیکھا تھا اُس سے بیحد محظوظ ہوئے۔

دوسرے روز علی الصباح ساحل پر بے شمار دیسی لوگ آئے۔ اُن میں سے بعض جہازوں کے قریب تیر کر پہونچے اور بعض ہلکے ہلکے تختوں پر سوار ہو کر آئے جن کو وہ زورق کہتے تھے۔ یہ درخت کے تنہ کو کھوکھلا کر کے بنائی جاتی تھیں اور اُن میں ایک سے لیکر چالیس پچاس آدمی تک سوار ہو سکتے تھے۔ وہ اِن کو خوب چلانا جانتے تھے۔ اگر کبھی وہ لوٹ جاتی تھیں تو وہ کسی فکر کے بغیر تیرتے تھے اور بڑی آسانی سے اُنکو پھر درست کر لیتے تھے۔

یہہ دیکھکر کہ بعض دیسی اشخاص اپنی ناک میں سُنہری زیور پہنے ہوئے ہیں دریافت کنندگان کی حرص و طمع فوراً بھڑک اُٹھی۔ اُنھوں نے خوشی کے ساتھ شیشہ کی تسبیحوں اور گھنٹیوں سے اِن کو بدل لیا۔ دونوں فریق اپنے اس سودے سے خوش تھے اور غالباً ایک دوسرے کی سادہ لوحی پر نازاں تھے۔ چونکہ تمام مہمات دریافت میں سونا خاصًا شاہی ملک سمجھا گیا تھا اس لیئے کولمبس نے اپنی منظوری کے بغیر اِس قسم کی تجارت کو ممنوع قرار دیا اور اسی طرح اُس نے روئی کی تجارت کے جملہ حقوق سلطنت کے لیے محفوظ کر دیے۔

اُس نے دیسیوں سے دریافت کیا کہ سونا کہاں سے حاصل ہوتا ہے اُنھوں نے

جنوب کی طرف اشارہ کیا اور اُن کے اشاروں سے وہ اس نتیجہ پر پہونچا کہ اُدھر ایک بادشاہ
رہتا ہے جو اس قدر متمول ہے کہ سونے کے برتنوں میں اُس کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اُس سے
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنوب اور گوشۂ جنوب و مغرب اور شمال و مغرب کی طرف بھی زمین خشکی
ہے اور شمال و مغرب کے لوگ اکثر جنوب و مغرب کی طرف جواہرات اور سونے کی
تلاش میں جایا کرتے ہیں۔ وہ جزیروں میں قیام کرتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو
اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ بعض دیسیوں نے اپنے زخم بھی اُس کو دکھلائے جو ان
حملہ آوروں سے لڑنے میں اُن کے جسموں پر لگ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ کولمبس کی
یہہ مفروضہ اطلاع بہت کچھ غلط تھی کیونکہ وہ خود اپنے قیاس سے بعض اشاروں کو
اِن باتوں پر محمول کرتا تھا۔ وہ یہہ سمجھا تھا کہ جن جزائر کا حال مارکو پولو نے لکھا ہے
وہ اُن میں پہونچ گیا ہے اور اُس نے خود یہہ خیال کیا کہ وہ بحر چین کے جزیرہ کیتھے
کے مقابل کے جزیرہ میں ہے۔ لہٰذا اُس نے اُن مالدار ممالک کے حالات سے
ان سب باتوں کو مطابق کرنا چاہا چنانچہ جن دشمنوں کا ذکر اہلِ جزیرہ نے کیا اُس کے
نزدیک وہ تاتاری تھے جو شمال کی طرف ایشیا سے آتے تھے اور جن کی نسبت اہلِ وینس
نے یہہ مشہور کر دیا تھا کہ وہ جزائر پر حملے کیا کرتے ہیں اور اُن کے باشندوں کو غلام بنا لیتے
ہیں۔ اور اُن کے باشندوں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ جانبِ جنوب جس مُلک میں سونا بافراط
ہے جزیرۂ سپانگو کے سوا اور کوئی نہیں اور جس ملک کا بادشاہ سونے کے برتنوں میں
کھانا کھاتا ہے یہہ وہی بادشاہ ہے جس کے شاندار شہر اور محل کو مارکو پولو نے نہایت
عمدہ الفاظ میں سُنہری تشتریوں اور رکابیوں سے بھرپور بتلایا ہے

جس جزیرہ پر کولمبس نے سب سے پہلے اپنا قدم رکھا اُس کا نام دیسیوں کے یہاں گاناہنی تھا[1]

[1] بعض محققین نے اس جزیرہ کا نام بعد ازاں جزیرہ واٹلنگ بیان کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ کولمبس اُس کے مغربی
کنارہ پر اُترا تھا نہ کہ اُس کے مشرقی ساحل پر اور ایڈمس صاحب اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ تنہا۔

اب اس جزیرہ کا نام سان سالوی ڈور ہے یعنی جس نام سے کولمبس نے اُسے موسوم کیا تھا اگرچہ اُس کو انگریز بلّی کا جزیرہ کہتے ہیں۔ سان سالوی ڈور جزائر بہاما میں سے ہے جو جانب شمال و مغرب و جنوب و مشرق فلوریڈا سے ہسپانیولا تک کیوبا کے شمالی ساحل کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

۱۴- اکتوبر کی صبح کو امیر البحر نے دن نکلتے ہی جہازوں کی کشتیاں لیکر جزیرہ کا طواف کرنا شروع کیا اور اپنا رستہ شمال و مشرق کی طرف اختیار کیا۔ ساحل پر چٹانیں ہی چٹانیں تھیں اور پانی اس قدر گہرا تھا کہ تمام عیسائی سلطنتوں کے جہازات وہاں بخوبی آسکتے تھے۔ داخلہ بہت تنگ تھا بہت سے بالو کے ساحل بھی تھے اور پانی ایسا خاموش تھا جیسا کہ حوض میں ہو۔ انھوں نے لکڑی اور پانی لیکر جزیرہ کو اُسی روز شام کے وقت خیر آباد کہا کیونکہ امیر البحر کی یہ تمنا تھی کہ وہ کسی مالدار ملک میں جانب جنوب پہونچ جائے جس کو اُس نے اپنے نزدیک سپانگو کا جزیرہ خیال کیا ہوگا۔

کولمبس کی واپسی (سنہ ۱۴۹۳ء)

کولمبس نے اپنی تحقیقات سپانگو اور کیتھے کے تعاقب میں جاری رکھی یہانتک کہ اُس نے کیوبا کو دریافت کر لیا۔ اُن ترجموں نے جن کو وہ سان سالوی ڈور سے اپنے ہمراہ لایا تھا یہاں پہونچ کر معلوم کیا کہ کیوبا میں بھی کچھ سونا دستیاب ہو سکتا ہے لیکن دوسرے ملک میں جو جانب مشرق ہے بافراط ملتا ہے۔ سونا ملنے کی توقع نے ہسپانیہ والوں کی حرص و آز کو اور بھڑکا دیا اور آیلانزو پنزن جو نِنیٹا کا کمانڈر تھا اور یہ جہاز اس بیڑہ میں سب سے تیز رفتار تھا فوراً تمام بادبان کھول کر اُس طرف روانہ ہو گیا تاکہ سب سے پہلے اُس سرزمین پر جا پہونچے جہاں سونا پایا جاتا تھا اور وہ جلد نظر سے غائب ہو گیا

۵- دسمبر کو کولمبس باقی جہازات کے ساتھ کیوبا کی مشرقی راس سے روانہ ہوا اور جلد اُس مالدار ملک میں جا پہونچا جس کا حال اِس قدر مبالغہ کے ساتھ اُس نے سنا تھا۔

اس کو وسیسی لوگ ہیٹی کہتے تھے۔ کولمبس نے اس کا نام ہسپانیولا رکھا۔ ملک کے فرمانروا نے اِن لوگوں کی خوب خاطر مدارات کی اور کولمبس نے بھی اِس کے معاوضہ میں اُس کی بڑی توقیر و عزت کی۔ اِن دونوں میں وہ دوستی قائم ہوگئی جو بعدازاں کبھی کم نہ ہوئی۔ اُس نے اُن کو طلائی زیورات سے لاد دیا اور ہسپانیہ والوں سے کہا کہ مشرق کی جانب کے ملک سے جس کا نام سباؤ ہے سونا آتا ہے۔ کولمبس نے نام کی قربت سے فوراً یہہ خیال کیا کہ یہہ سپانگو ہی کا جزیرہ ہوگا۔ لیکن بعدازاں اُسے معلوم ہوگیا کہ سباؤ ایک پہاڑ کا نام ہے جو جزیرہ کے درمیان میں واقع ہے۔

اب یہہ جہازات کا بیڑہ مشرق کی طرف سونے کی کانوں کی تلاش میں روانہ ہوا ۲۴۔ دسمبر کو کولمبس کا جہاز جس کا نام سانٹا میریا تھا ایک چٹان سے ٹکرایا جس کو وہ وہیں چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اپنے ساتھیوں سمیت نینا پر چلا گیا۔ ہیٹی کے فرمانروا اور اُس کے آدمیوں نے ہسپانیہ والوں کو اُس کے بُرے نتائج سے اس طرح بچا پایا کہ وہ اُسی کے شہتیروں سے ایک قلعہ بنانے پر رضامند ہوگئے۔ اِس قلعہ کا نام لانیوی ڈاڈ رکھا گیا اور اُس میں اڑتیس ۳۸ آدمی چھوڑ دیے گئے اور یہہ امریکہ میں ہسپانیہ والوں کی پہلی نوآبادی تھی۔ امیر البحر نے قلعہ میں ذخائر بھی چھوڑے اور کچھ اشیاء تبادلہ کے لیے بھی دیں نیز وہ سامان بھی دیا جو قلعہ کی حفاظت کے لیے ضروری تھا۔ پھر یہہ وعدہ کر کے کہ وہ جلد واپس آئے گا وہاں سے رخصت ہوگیا۔

۴۔ جنوری ۱۴۹۳ء کو کولمبس نے کسی قدر مشرق کی طرف رستہ اختیار کیا تاکہ جزیرہ کے شمالی حصّہ کی بھی خوب دیکھ بھال کرے اور وہ نینٹا سے رستہ میں مانٹی کرسٹو کے قریب جا ملا۔ اُس نے آیلانزو پنزن کے عذرات منکروہ کیوں علیحدہ ہوگیا تھا اپنے مطمئن ہونے کا اظہار کیا۔ اور اُس کی معذرت قبول کرلی۔

آخرکار دونوں جہازوں نے ۱۶۔ جنوری کو اسپین کی راہ اختیار کی۔ شروع سفر میں موسم

خوشگوار رہا لیکن جب جہازات آیزورس کے قریب پہونچے تو طوفان میں گھر گئے۔ پنٹا جہاز دوسری مرتبہ نظر سے اوجھل ہوگیا اور امیر البحر کا جہاز ایسے فوری خطرہ میں پڑ گیا کہ اسکو زمین پر پہونچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ اُس کو یہہ خوف بھی ہوا کہ اُس کی دریافت کا حال بھی اُسی کے ساتھ فنا ہوجائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنے سفر کے حالات معدوم ہوجانے کو اِس طرح روکا کہ اپنے سفر کا مختصر حال کاغذ کے دو صفحوں میں لکھا اور ہر ایک کو ایک منھ بند پیپے میں بند کردیا۔ ایک پیپہ کو تو فوراً جہاز سے سمندر میں پھینک دیا گیا اور دوسرے کو جہاز میں رکھ لیا گیا تاکہ اُس کی تباہی تک وہ وہیں پڑا رہے۔ لیکن طوفان کم ہوگیا اور وہ ۱۵۔ فروری کو آیزورس پہونچ گئے۔

۲۴۔ فروری کو کولمبس نے پھر سفر اختیار کیا۔ لیکن اِس مرتبہ طوفان کا ایسا حملہ ہوا کہ اُس کو عین واپسی میں اپنے تباہ و برباد ہوجانے کا یقین ہوگیا جس کو اُس نے ان الفاظ میں ادا کیا کہ "وہ مکان کے دروازہ سے باہر نکالا جارہا ہے"۔ ۴۔ مارچ کو وہ ساحل پرتگال پر پہونچ گیا جہاں اُس مکان کا جہاز دریائے ٹیگس میں پناہ گزین ہونے کے لئے مجبور ہوا۔ یہاں اُس کو روک لیا گیا اور اُس نے ملکۂ اسپین کی خدمت میں براہ خشکی ایک ایک قاصد روانہ کیا اور پرتگال کے بادشاہ کے نام بھی ایک پیغام بھیجا جس نے اُس کو اپنے دربار میں بمقام والپیریز و طلب کیا۔ حد نے اہل پرتگال کو اِس دریافت اس قدر برافروختہ کیا جس کی وجہہ سے ان کی دریافتیں دوسرے درجہ کی ہوگئی تھیں) کہ اُنھوں نے بادشاہ کو یہہ صلاح دی کہ کولمبس کو قتل کرادیا جائے اور اُس کی دریافتوں ہی کی روشنی میں جہازات کا ایک بیڑہ بھیجکر اُن جزائر پر قبضہ کرلیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے ایسے کمینہ پن کے خیالات سے نفرت اور حقارت کا اظہار کیا اور کولمبس کو ۱۳۔ مارچ کو روانہ ہونے کی اجازت دیدی جو پیلاس پر ۱۵۔ تاریخ کی دوپہر کو ساڑھے سات مہینے کی غیر حاضری کے بعد پہونچا۔

(کولمبس نے لسبن سے ۱۴ مارچ کو ایک چٹھی لارڈ ریفیل سینکیز سرکاری خزانچی کے نام بھیجی تھی جس میں اس نے نہایت رنگ آمیزی سے اپنی دریافتوں کا حال درج کیا تھا لیکن ہم بخوف طوالت اُس کو یہاں نظر انداز کرتے ہیں۔)

کولمبس کی کامیاب واپسی سے پیلاس کے چھوٹے بندرگاہ میں ایک کھلبلی مچگئی کیونکہ وہاں ہر شخص اس مہم سے کم و بیش تعلق رکھتا تھا۔ وہاں کے نہایت اہم اور متمول جہازران اس مہم میں شریک تھے اور مشکل سے کوئی خاندان بچا ہوگا جس کے افراد یا ہوا خواہوں نے اس میں شرکت نہ کی ہو۔ جہازوں کی روانگی کے بعد تمام شہر پر مایوسی ہی مایوسی چھاگئی تھی کیونکہ سفر نامعلوم مقامات کیلیے کیا گیا تھا اور موسم سرما میں جب تند و تیز ہوائیں سمندر پر چلتی تھی تو وہ ان جہازوں کے غرق ہونے کے خوف سے ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے تھے بعض اپنے دوستوں کو مردہ خیال کرکے روتے تھے۔ کبھی یہہ تصور کرتے تھے کہ جہاز کی تباہی کے بعد وہ کسی تختہ پر چلے جارہے ہیں۔ کبھی سوچتے تھے کہ شاید اُن کو سمندر کے ساحل پر پہونچنا نصیب نہیں ہوا اور چٹانوں سے ٹکرا کر وہ غرق ہوگئے ہیں یا اُن کو سمندر کے خوفناک جانوروں نے ایک لقمہ بنالیا ہے۔ اگر وہ اُن کی آنکھوں کے سامنے مر بھی جاتے تو شاید اُن کو اتنا رنج والم ہوتا لیکن اُن کی روانگی کے بعد تو اُن کی صورت ہمیشہ اُن کی آنکھوں کے سامنے رہی اور اُن کو یاد کرکے وہ ہمیشہ ملول و مغموم رہے۔

لہذا پیلاس کے باشندوں میں بڑی ہلچل پیدا ہوگئی جب اُنھوں نے اُن جہازوں میں سے ایک کو دریا میں لنگر انداز دیکھا لیکن جب یہہ حال کھُلا کہ وہ ایک دُنیا کی دریافت کے بعد کامیاب واپس آیا ہے تو تمام فرقہ خوشی سے پھُول گیا۔ گھنٹے بجائے گئے دوکانیں بند کردی گئیں بلکہ تمام کاروبار موقوف کردیا گیا۔ تھوڑے عرصہ تک عجلت اور شور و شغب کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جب کولمبس اُترا تو آدمی جوق جوق اُسے دیکھنے اور مبارکباد دینے کے لیئے آئے۔ اور جلوس کے ساتھ بڑی گرجا میں لیگئے تاکہ ایسی عجیب دریافت کے لیئے

خدا کا شکر ادا کریں۔ وہ اب اس خوشی میں اُن ہزاروں مشکلات کو بھی بھول گئے جن کو مخالفوں نے اِس مہم کی راہ میں حائل کیا تھا۔ جہاں کہیں کولمبس جاتا اُس کو خواہش آمدید اور جنّدا کے نعروں سے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ ایک وہ دن تھا جب کولمبس اپنے اور اپنے بیٹے کیلئے ایک گرجا کے دروازہ پر اسی شہر میں آذوقہ مانگنے کے لیے مجبور ہوا تھا یا آج وہ دن تھا کہ ہر جگہ اُس کی آؤبھگت بڑے شدومد کے ساتھ ہوتی تھی۔

جب اُسے یہہ معلوم ہوا کہ دربار شاہی بارسلونا میں ہے اُس نے بحری سفر کی زحمتوں کا خیال کر کے یہہ مناسب سمجھا کہ وہ خشکی کی راہ سے وہاں جائے چنانچہ اُسنے بادشاہ اور ملکہ کو ایک درخواست بھیجی جس میں اُس نے اپنی واپسی کی اطلاع درج کی اور سیویل کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ وہاں اُن کے جواب کا انتظار کرے۔ وہ چھے دلیسیوں کو بھی جن کو وہ نئی دنیا سے لایا تھا اپنے ہمراہ لیگیا۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جس روز کولمبس پیلاس میں پہونچا اُسی روز شام کو جہاز پنٹا بھی جس کا ناخدا مارٹن ایلانزو پنزن تھا وہاں پہونچ گیا۔ وہ امیر البحر سے طوفان میں علیحدہ ہو کر خلیج بسکے میں پہونچا اور بےیون کے بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا۔ یہہ خیال کر کے کہ کولمبس غالبًا طوفان کی نذر ہو گیا پنزن نے فورًا بادشاہ اور ملکہ کو خط لکھا کہ مین نے نئی دُنیا دریافت کرلی ہے اور مجھے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دیجائے تاکہ میں سب حال مفصل بیان کرسکوں۔ جب ہوا موافق چلنے لگی تو وہ فورًا پیلاس کو روانہ ہوا، اس اُمید پر کہ اُس کا شاندار استقبال ہوگا لیکن جب بندرگاہ میں داخل ہو کر اُس نے امیر البحر کے جہاز کو لنگر انداز دیکھا اور اُسی کے استقبال کی کیفیت سُنی تو پنزن کا دل بیٹھ گیا۔ وہ اپنی کشتی میں سوار ہو کر پوشیدہ پوشیدہ ساحل پر اُترا اور جب تک امیر البحر وہاں رہا وہ شرم سے لوگوں کے سامنے بھی نہ آیا۔ وہ اپنے گھر نہایت مایوسی کی حالت میں پہونچا اور اُس کی صحت بھی خراب ہوگئی۔ جب اُسی کے نام بادشاہ اور ملکہ کا

ملامت آمیز جواب پہونچا تو اُس کا رہا سہا سہارا بھی جاتا رہا اور وہ اسی حالت افسردگی میں چند دنوں بعد فوت ہو گیا۔

کولمبس کے خط سے بادشاہ اور ملکہ دونوں بیحد خوش ہوئے اور کولمبس کو سیول میں رہتے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ اُس پاس اسپین کے حکمرانوں کا جواب آگیا جس میں اُس سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ فوراً شاہی دربار کا رُخ کرے تاکہ اُس سے ایک اور وسیع ترین مہم کے بارہ میں گفتگو ہو سکے۔ اِس خط میں اُس کو "ڈان کرسٹافر کولمبس امیر البحر و نائب السلطنت جزائر غرب الہند" کے خطاب سے مخاطب کیا گیا تھا اور اُس کو دیگر مرحمت خسروانہ کا بھی متوقع کیا گیا تھا۔ اسپین کے فرمانرواؤں کا حکم پاتے ہی کولمبس نے جہازوں، آدمیوں اور سامانِ اسلحہ کی ایک فہرست بھیجی اور خود بارسیلونا کی طرف روانہ ہو گیا اور چھ ہندستانیوں نیز مختلف اقسام کے عجائبات اور پیداوار کو جن کو وہ نئی دنیا سے لایا تھا اپنے ساتھ لیگیا۔

کولمبس کی دریافت سے تمام قوم میں مسرت و بہجت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اُس کا یہ سفر اسپین کے نہایت زرخیز اور آباد صوبوں میں طے ہوا ہے جہاں آدمیوں کے اژدحام سے اُسے مشکل سے رستہ ملتا تھا۔ اردگرد کے لوگ اُس کو ایک نظر دیکھنے کے بیحد متمنی تھے۔ سڑکوں پر لوگوں کی ایک قطار منتظر کھڑی رہتی تھی اور مکان کی چھتیں اور بالاخانے آدمیوں سے لدے رہتے تھے۔ الغرض اُس کا یہ سفر شاہانہ کر و فر کے ساتھ طے ہوا اور اپریل کے اواسط میں وہ بارسیلونا پہونچا جہاں اُسی کے شاندار استقبال کے لیئے ہر قسم کی تیاری کی گئی تھی۔ جب وہ اُس خاص مقام کے قریب پہونچا تو بہت سے نوجوان درباری اور اُمرا ایک بڑے مجمع کے ساتھ اُسی کے استقبال کے لیئے باہر نکلے اور اُس کو خوش آمدید کہا۔ اُس کے اس شہر کے داخلہ کو اہل روما کے فاتحین کے داخلہ سے تشبیہ دی گئی۔ پہلے ہندوستانیوں کو اُن کے اپنے رنگ، وضع اور زیورات میں اِدھر اُدھر

بھرایا گیا۔ اِس کے بعد مختلف اقسام کے طوطے اور عجیب عجیب قسم کے پرند اور جانور اور نادر قسم کے پودے جو نہایت قیمتی شمار کیے گئے تھے دکھلائے گئے۔ یہہ بھی خاص احتیاط ملحوظ رکھی گئی کہ ہندوستانیوں کے چھوٹے چھوٹے تاج اور دیگر طلائی زیورات کی نمائش عمدہ طور پر ہو تاکہ اُن سے تو مفتوحہ ممالک کے تمول کا اندازہ ہو سکے۔ بعد ازاں کولمبس گھوڑے پر سوار نکلا جس کے ہمرکاب اسپین کے بہادروں کی ایک شاندار جماعت تھی۔ آدمیوں کی کثرت سے رستوں پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی اور مکانوں کی چھتیں اور بالاخانے آدمیوں کے بوجھ سے جھکے جا رہے تھے۔ اس نظارہ میں روحانیت کا پہلو بھی مضمر تھا۔ اُس وقت یہہ خیال تھا کہ ملکہ اور بادشاہ کے تقدس کی وجہہ سے خدائے برتر نے انکو یہہ انعام بخشا ہے۔

کولمبس کو امتیاز اور شان وشوکت کے ساتھ خوش آمدید کہنے کے لیے حکمرانوں نے اپنا تخت ایک منقش اور زرنگار شامیانے کے نیچے بچھوایا جو ایک وسیع اور عظیم الشان کمرہ میں آویزان تھا۔ یہاں بادشاہ اور ملکہ نے اُسی کے آنے کا انتظار کیا جو درباری لباس میں ملبوس تھے اور شہزادہ جوآن بھی اُن کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور اسپین کے تمام شرفا اور درباری حاضر تھے۔ یہہ سب اُس شخص کے دیکھنے کے بیحد آرزومند تھے جس کی وجہہ سے قوم کو بے اندازہ دولت ہاتھ لگ گئی تھی۔ آخر کار کولمبس تزک واحتشام کے ساتھ بڑے کمرے میں داخل ہوا اور جب وہ قریب آیا تو حکمران اس طرح استادہ ہو گئے گویا وہ کسی نہایت اعلیٰ اور ممتاز شخص سے ملاقات کر رہے ہیں۔ کولمبس نے اپنے زانو جھکا کر اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا لیکن اُنھوں نے اس قسم کی اطاعت قبول کرنے میں کسی قدر تامل کیا اور جلد اُس کو اُنھوں نے نہایت مہربانی سے اُٹھا کر کہا کہ آپ ہمارے سامنے تشریف رکھیے۔ یہہ وہ عزت تھی جو اُن کے دربار میں کسی کو میسر نہ آسکتی تھی۔

اب اُس نے اُن کے ارشاد پر اپنے بحری سفر کے نہایت اہم واقعات بیان کیے۔

اور دریافت شدہ جزائر کا نقشہ کھینچا اُس نے غیر معلوم پرندوں اور دوسرے جانوروں کی مختلف قسمیں دکھلائیں۔ جڑی بوٹیاں سفید پودے ہاگردے اٹا ہوا سونا، وحشیوں کے زیورات اور اُن ممالک کے اصلی باشندوں کو دکھلایا اور کہا کہ آئندہ زمانہ کی دریافتوں کا محض پیش خیمہ ہیں جن سے نہ صرف اسپین کی دولت بے شمار و حساب ترقی کر جائے گی بلکہ صحیح عقیدہ کی تمام قومیں (عیسائی قومیں) اُن سے مستفید ہوں گی۔

جب کولمبس اپنی تقریر ختم کر چکا تو حکمرانوں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اُن کی آنکھیں خوشی اور شکر سے پُرنم ہو گئیں۔ تمام حضار نے اُن کی تقلید کی اور اُس شاندار مجمع میں متانت اور سنجیدگی کا پہلو نظر آنے لگا اور عام نعرہ ہائے کامیابی کا رستہ بند ہو گیا تو قومی ترانہ بلند ہوا اور تقدس و پاکیزگی کی روح اُس میں دوڑ گئی۔ خدا کا ہزار ہزار شکر اُس شاندار کامیابی کے لیئے ادا کیا گیا جب کولمبس دربار سے رخصت ہوا تو اُسکے پیچھے ایک کثیر مجمع نعرۂ آفرین بلند کرتا ہوا چلا۔ بہت دنوں تک لوگ اُسے حیرت و استعجاب سے دیکھتے رہے اور جہاں کہیں وہ جاتا اُسی کے مدّاحین اُسکے گرد جمع ہو جاتے۔

اگرچہ اُس کا دماغ آئندہ کی شاندار توقعات سے پُر تھا لیکن اُس کے دل سے بیت المقدس کی آزادی کا خیال کبھی دور نہیں ہوا تھا۔ یہہ کہا جاتا ہے کہ جب اُس نے اسپین کے حکمرانوں سے پہلے پہل اپنی تجویز کا ذکر کیا تو اُس نے یہہ بھی کہا تھا کہ اس سفر کی اصلی غایت یہہ ہے کہ جو کچھ منافع ان دریافتوں سے ہو اُس کا ایک جزو اِس مُہم پر بھی صرف کیا جائے۔ وہ اِس خیال میں مگن ہو کر اب اُس کو بھی ذاتی طور پر کثیر منفعت حاصل ہو گی یہہ عہد کر بیٹھا کہ میں سات سال کے اندر چار ہزار سواروں اور پچاس ہزار پیدلوں کی ایک فوج بھرتی کروں گا تا کہ بیت المقدس آزاد ہو سکے۔ اُس نے حکمرانوں کو جو عرضداشت بھیجی اُس میں بھی یہہ عہد و پیمان درج کیا۔ اگرچہ اُس کے یہہ خیالات محض بے بنیاد اور لاحاصل تھے تاہم اِس سے اُسکے طریق کار پر روشنی پڑتی ہے اور یہہ ظاہر ہوتا ہے

کہ وہ ذاتی منفعت اور خود غرضی سے بالاتر تھا۔

کولمبس کی اس عظیم دریافت سے نہ صرف اسپین بلکہ تمام یورپ کو خوشی حاصل ہوئی اس دریافت کی خبر سفیروں، سوداگروں، عالموں اور سیاحوں کے ذریعہ سے دور دور پہونچی۔ کیا لطف ہوتا اگر اُس زمانہ میں آجکل کی طرح مطابع کام کرتے ہوتے اور روزانہ حالات سے دُنیا کو آگاہ کرتے رہتے۔ اُس عہد کے مصنّفین نے جہاں کہیں اس دریافت کے حالات درج کیے ہیں اگرچہ وہ مختصر اور اتفاقی ہیں تاہم نہایت دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ یہہ خبر جنیوا میں بھی پہونچی اور اگرچہ وہاں کی جمہوری سلطنت نے اس دریافت کی مالک بننے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا تھا لیکن وہ ہمیشہ فخر کرتی رہی کہ اُس نے ایسے دریافت کنندہ کو پیدا کیا۔ اس دریافت کا علم انگلستان کو بھی ہوا جو اُس وقت تک گھٹیا درجہ کی بحری طاقت تھا۔ ہنیری ہفتم کے دربار میں اس کے متعلق بہت گفتگو اور تعریف ہوئی اور اس دریافت کو انسانی ہونے کی نسبت زیادہ تر آسمانی سمجھا گیا۔ سیبا شٹین کیبٹ جو براعظم شمالی امریکہ کا آیندہ دریافت کنندہ ثابت ہوا اُس وقت لندن میں موجود تھا اور اس واقعہ سے اُس کے دل میں بھی دریافت کا ولولہ اٹھا۔

یورپ کے تمام ممالک اس واقعہ سے محظوظ ہوئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے اُن کو بھی براہِ راست یا بواسطہ تعلق ہے۔ بعضوں نے خیال کیا کہ تحقیقات کا نیا دروازہ کھُل گیا ہے اور بعضوں نے اپنی مہمات کا اس کو پیش خیمہ سمجھا۔ بہرحال سب نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اس نامعلوم دنیا کے رازہائے سربستہ کے انکشاف کا انتظار کیا کیونکہ ابتک نئی دنیا کے حالات پوشیدہ تھے اور تھوڑے بہت جو ظاہر ہوئے تھے وہ بھی عجیب و غریب معلوم ہوتے تھے۔

لیکن اس تمام جوش و خروش کے باوجود کوئی بھی اس دریافت کی حقیقی اہمیت سے آگاہ نہ تھا۔ کسی کو یہہ گمان بھی نہ تھا کہ یہہ کرۂ زمین کا بالکل جداگانہ حصّہ ہے

جو قدیم دنیا سے سمندر دن کے ذریعہ سے علیحدہ ہے عام طور پر کولمبس کی یہ رائے تسلیم کی گئی کہ کیوبا بر اعظم ایشیا کا سرا ہے اور اُس کے اُس پاس کے جزیرے بحر ہند میں واقع ہیں۔ قدما کے خیال سے اس رائے کی مطابقت ہوتی تھی کیونکہ اسپین سے مغرب کی طرف سمندر میں سفر کرنے سے ہندوستان کے آخری سرے تک اسی قدر فاصلہ تصور کیا جاتا تھا نئی دنیا کے طوطوں کو پلائینی کے بیان کردہ طوطوں کے مشابہ سمجھا گیا جو ایشیا کے دور دراز خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ لہذا جس سرزمین پر کولمبس گیا تھا اُس کو جزائر غرب الہند کے نام سے موسوم کیا گیا اور چونکہ وہ غیر معلوم ممالک کی وسیع زمینوں میں داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا اس لیے تمام زمین کو ایک عام نام نئی دنیا کا دیدیا گیا۔

کولمبس کے تمام قیام بارسیلونا میں حکمرانوں نے اُس پر اپنی عنایات و مراعات کی بارش جاری رکھی وہ ہر وقت بادشاہ اور ملکہ سے ملاقات کر سکتا تھا اور ملکہ اُس کی مہم کے واقعات کو بیحد خوشی اور مسرت سے سنتی تھی۔ اکثر بادشاہ بھی اپنے ہمراہ ایک طرف شہزادے جان کو اور دوسری طرف کولمبس کو گھوڑے پر سوار لیکر نکلتا تھا۔ اُس کے خاندان میں اس مہم کی کامیابی کو یادگار بنانے کی غرض سے ایک زرہ بکتر اُس کو دی گئی تھی جس پر شاہی اسلحہ قلعہ اور شیر ایسے موقع سے دکھائے گئے تھے کہ وہ مجمع الجزائر معلوم ہوتے تھے جن سے سمندر کی موجیں ٹکراتی تھیں۔

حکمرانوں نے اس پنشن کو جو پہلے پہل نئی زمین دیکھنے والے کے لیے مخصوص کی تھی کولمبس ہی کا حق قرار دیا۔ کیونکہ نئی زمین پر کولمبس ہی نے پہلے پہل روشنی دیکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جہاز ران جس نے پہلے پہل زمین دیکھی تھی اور جو اپنے آپ کو اس پنشن کا مستحق سمجھتا تھا اس ناکامی سے اس قدر مایوس ہوا کہ اُس نے اپنا وطن اور مذہب ترک کر دیا اور افریقہ چلا گیا جہاں وہ مسلمان ہو گیا۔

اسپین کے حکمرانوں، درباریوں اور لوگوں نے کولمبس کا بیحد احترام کیا اور

اور اُس نے یہہ زمانہ مرفۃ الحالی سے لطف اندوز ہونے میں بسر کیا لیکن اس کے بعد وہ حسد اور رقابت کا شکار بنایا گیا۔ اگرچہ اُس نے اپنی عظمت اُن فوائد کی بناپر جو یورپ کو اُس کی دریافت سے حاصل ہوئے تھے سب سے تسلیم کرالی تھی لیکن آخرکار لوگوں کی رقابت اور حسد کی آگ نے اُس کو مصیبت اور تکالیف کا نشانہ بناکر چھوڑا۔

مزید بحری سفر اور وفات کولمبس

(سنہ ۱۴۹۳ء سے سنہ ۱۵۰۶ء تک)

کیڈز سے کولمبس ۲۵۔ستمبر سنہ ۱۴۹۳ء کو سترہ جہازوں کا بیڑا لیکر نئی دریافتیں کرنے اور نوآبادیاں بسانے کے لیئے روانہ ہوا۔ وہ ہسپانیولا میں ۳۔نومبر کو پہونچا اُسکے ہمراہ بارہ سو۱۲۰۰ آدمیوں کی جماعت تھی جس میں سپاہی اهل صنائع اور مبلغین سب شامل تھے اور اُن کے خورونوش کا سامان بھی ساتھ تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایسے تمام پودوں کا بیج بھی لے گیا تھا جو گرم اور مرطوب آب وہوا میں نشوونما پاسکتے تھے اور قدیم نصف کرہ کے پالتو جانوروں کو بھی وہ لیگیا تھا کیونکہ نئے نصف کرہ میں ان میں سے ایک بھی موجود نہ تھا۔ کولمبس نے اُس موقع پر جہاں اُس نے قلعہ اور ہسپانیہ کے باشندوں کو چھوڑا تھا خاک کے ڈھیر اور لاشوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ اِن لٹیروں نے اپنے تند وبیباک اور ظالمانہ رویّہ سے خود اپنی تباہی کے سامان فراہم کرلیے تھے۔ کولمبس نے اپنے ساتھیوں سے جو دیسیون سے بدلہ لینے کی آگ سے غضبناک ہورہے تھے کہا کہ اس وقت یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس کسی اور وقت پر نکالیں اور اس وقت بدلہ نہ لیں سمندر کے سواحل پر ازابلا نامی ایک قلعہ تیار کیا گیا اور سیباؤ کے پہاڑ پر سینٹ ٹامس کا قلعہ تیار کیا گیا، جہاں اہل جزیرہ سمندر کے مدوجزر سے فائدہ اُٹھا کر اُس سونے کا کثیر حصّہ فراہم کیا کرتے تھے جو اُن کے زیورات میں کام آتا تھا اور جہاں فاتحین نے کانیں کھودنے کا مصمم ارادہ کیا۔

جب یہہ تیاریاں ہو رہی تھیں اور تعمیرات جاری تھیں تو وہ ذخائر جو یورپ سے ہمراہ آئے تھے یا خراب ہو گئے۔ اس نئی آبادی کے پاس ذخیرہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے کوئی اور شے نہ تھی۔ سپاہیوں یا ملاحوں کو نہ اتنی فرصت تھی اور نہ ان کو اتنی واقفیت اور خواہش تھی کہ وہ خورونوش کا سامان مہیا کریں۔ اُس وقت یہی مناسب معلوم ہوا کہ وہ ملک کے اصلی باشندوں کی امداد حاصل کریں۔ لیکن وہ خود کاشت نہیں کرتے تھے اور اس بنا پر اجنبیوں کو کھانے پینے کے سامان سے مدد نہیں دے سکتے تھے۔ یہہ صحیح ہے کہ ہسپانیہ والے پرانے نصف کرہ کے معمولی اشخاص تھے لیکن اُن میں سے ہر ایک اس قدر کھاتا تھا جو کئی ہندوستانیوں کی غذا کی برابر ہوتا تھا۔ ان بدنصیب لوگوں نے جو کچھ اُن کے پاس تھا سب ہسپانیہ والوں کے حوالے کر دیا۔ اس پر بھی اُن سے مزید مطالبہ کیا گیا۔ ان متواتر مطالبات نے اُن کے طرز عمل میں تبدیلی پیدا کر دی اور وہ قدرتاً مخالفت کے لئے تیار ہو گئے۔ گوانا کنیا گری کے سوا جس نے ہسپانیہ والوں کو پہلے پہل اپنے یہاں بُلایا تھا باقی تمام سرداروں نے اپنی فوجوں کو جمع کرنے کا مصمم ارادہ کیا تا کہ اُس جوئے کو اُتار پھینکا جائے جو ہر روز زیادہ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

کولمبس نے اپنی نئی دریافتوں سے باز رہنے کا ارادہ کر لیا تا کہ اس غیر متوقع خطرہ کے لیے تیار ہو جائے۔ اگرچہ اُس کے ساتھیوں سے دو تہائی عیاشی اور آب ہوا کی سختیوں کے شکار ہو کر قبروں میں جا بسے تھے اور بہت سے لوگ جو ان بلاؤں سے بچ گئے تھے بیماریوں کی وجہ سے اُس کے شریک نہ ہو سکے اور وہ دو سو پیدلوں اور بیس سواروں سے زائد دشمن کے مقابلہ میں فوج نہ لا سکا تاہم یہہ غیر معمولی شخص نگاریل کے میدان کے فراہم شدہ لشکر سے بالکل خائف نہ ہوا اور اُس پر حملہ کرنے سے باز نہ رہا۔

بدنصیب باشندگان جزیرہ جنگ سے قبل ہی مفتوح ہو گئے۔ اُنھوں نے ہسپانیہ

والوں کو اعلیٰ قسم کے انسان خیال کیا۔ یورپ کے اسلحہ دیکھکر اُن کے دل میں اُن کی تعریف
وتوصیف اور عزت واحترام نے جگہہ لے لی اور سواروں کو دیکھکر تو وہ بیحد متعجب ہوے۔
اُن میں سے بعض ایسے سادہ لوح تھے کہ وہ آدمی اور گھوڑے کو ایک ہی
وجود سمجھتے تھے۔ اگر اُن میں ان خوفناک مظاہر کے بعد بھی جرأت باقی رہتی
تو وہ بہت خفیف مقابلہ کرتے۔ توپ کے گولے، تلواروں کی ضربیں اور
باقاعدگی ایسی چیزیں تھیں جن سے وہ نا آشنا تھے اور جو انھیں آسانی سے راہ فرار
اختیار کرنے پر مجبور کرتیں۔ وہ ہر چہار طرف بھاگنے لگے۔ اُن کو بغاوت کی سزا دینے کیلئے
کیونکہ اُنھیں باغی ہی سمجھا گیا تھا ہر ہندوستانی پر جو چودہ سال سے زائد عمر کا تھا سونے
یا روئی کا خراج اُس ضلع کے لحاظ سے جس میں وہ رہتا تھا قائم کیا گیا۔

یہہ قانون جس میں سخت محنت کی ضرورت تھی اُن لوگوں کو بدترین معلوم ہوا کیونکہ
وہ لگاتار محنت کے عادی نہ تھے۔ پس اپنے ظالموں سے نجات پانے کا خیال اُنکے
دل ودماغ میں سرایت کرتا گیا۔ چونکہ طاقت کے ذریعے سے وہ اُن کو ملک سے باہر
نہیں نکال سکتے تھے لہذا اُنھوں نے سنہ ۱۴۹۶ء میں ہسپانیہ والوں کو بھوکوں مارنے کا
ارادہ کیا۔ اس لحاظ سے اُنھوں نے جوار بھی نہ بوئی اور ارارروٹ کی جڑوں کو بھی
اُکھاڑ پھینکا جو بیشتر بودی گئی تھیں اور پہاڑوں میں جاکر پناہ گزین ہوگئے۔

ایسے جان پر کھیلنے والے ارادے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ ہندوستانیوں کا یہہ طرز عمل
اُن کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ موٹی جھوٹی غذا جو بغیر کاشت دستیاب ہوجاتی تھی وہ خود
اُن کے لئے کافی نہ تھی جیسا کہ اُنھوں نے بے سوچے سمجھے خیال کرلیا تھا کہ کافی ہوجائیگی
اور اُن کی جائے پناہ کیسی ہی دشوار گذار کیوں نہ ہوتا ہم اُن کے غضبناک ستمگروں کے
تعاقب سے محفوظ نہ تھی جن کو مقامی ذخائر کی عدم رسی کے زمانہ میں اتفاقاً اُن کے
وطن سے غذا بہم پہنچ گئی۔ ہسپانیہ والوں کی آتش غضب اس قدر بھڑک گئی تھی کہ اُنھوں نے

کتوں کو سدھا کر ان بدنصیب لوگوں کا شکار کرنا اور پھاڑ ڈالنا شروع کردیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ ہر روز بارہ ولیوں کے احترام میں بارہ آدمیوں کو قتل کیا کرینگے۔ اس واقعہ سے قبل اس جزیرہ میں دس لاکھ آدمیوں کی آبادی شمار کی جاتی تھی۔ ان حملوں سے اس معتدبہ آبادی کا ایک ثلث تباہ و برباد ہوگیا۔ کچھ لوگ تکان اور بھوک سے مرگئے اور کچھ تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔

وہ بدنصیب اشخاص جو ان آفات سے محفوظ رہے اور اپنی جائے سکونت کو لوٹ کر آئے دوسری قسم کی مصیبتوں کا شکار بن گئے جب کہ اُن کے ظالموں میں باہم پھوٹ پڑگئی۔ نئی آبادی کا دارالسلطنت شمال سے جنوب کو تبدیل ہوا یعنی ایزابلا سے سانتو ڈومنگو پہونچا تو ممکن ہے اس تبدیلی کیوجہ سے بھی کچھ شکایات ہوں لیکن آپس میں نزاعات عیاشی کی بنا پر تھے اور یہ جذبہ جلتے ہوئے آسمان کے نیچے غیر معمولی حد تک بھڑک اُٹھا تھا۔ اور اُس حکومت کے دبائے نہ دبتا تھا جو کافی طور پر مستحکم نہ تھی جب کسی دیسی سردار کو معزول کرنے یا کسی ضلع کو لوٹ کھسوٹ کرنے یا کسی گاؤں کو تباہ و برباد کرنے کا کام پیش آتا تو کولمبس کے بھائی یا اُس کے قائم مقام کے احکام کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے بعد عدول حکمی کا دور دورہ ہوتا اور باہمی خصومتوں اور رقابتوں کا خاص شغل شروع ہوجاتا۔ آخر کار ہسپانیہ والوں نے ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اُٹھائے اور کھلم کھلا جنگ کا اعلان کردیا۔

سنہ ۱۴۹۶ء ان تفرقوں کے زمانہ میں کولمبس اسپین گیا ہوا تھا اور وہاں وہ جون میں اُن الزامات کی جواب دہی کے لیئے طلب ہوا تھا جو اُس کے خلاف لگائے گئے تھے۔ اُن عظیم الشان کارناموں کے ذکر سے جو اُس نے انجام دیے تھے اور اُن مفید تجاویز کے بیان سے جن کو وہ عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اُس نے باآسانی ایزابلا کا اعتماد حاصل کرلیا۔ فرڈنی ناند خود بھی دور و دراز بحری سفروں کی تجویز سے

کسی قدر متفق ہوگیا۔ باقاعدہ حکومت کی تجویز پر بھی غور کیا گیا جو سانٹو ڈومنگو میں تجربتہً قائم ہونے
والی تھی اور بعدازاں ایسی تبدیلیوں کے ساتھ جن کو تجربہ ضروری قرار دے اُن نوآبادیوں میں
جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ دوسرے نصف کرہ میں قائم کی جائیں اختیار کی جانے والی تھی۔
کان کنوں کو دیکھ بھال کر منتخب کیا گیا تھا اور حکومت نے چند برسوں تک اُن کی تنخواہ اور
خوراک اپنے ذمہ قبول کر لی تھی۔

۳۰ مئی ۱۴۹۸ء کو کولمبس اپنے تیسرے سفر پر چھ جہازوں کو لیکر روانہ ہوا۔ وہ جزائر
کنیری پہونچا اور وہاں سے اُس نے تین جہاز براہ راست ہسپانیولا بھیجے بقیہ تین جہازوں
کو لیکر وہ جزائر کیپ ورڈ کی طرف گیا۔ اُس مقام سے رخصت ہو کر اُس نے جنوب مغرب کا
رستہ اختیار کیا یہانتک کہ وہ خط اُستوا سے ۵ درجہ کے اندر پہونچ گیا جہاں ہوا کی گرمی
سے شراب اور پانی کے پیپے پھٹ گئے اور اہل جہاز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں جہاز جل
نہ جائے۔ آٹھ دن ساکت سمندر اور ناقابل برداشت گرمی کے بعد ہوا کسی قدر سرد
ہو گئی اور ۳۱۔ جولائی کو وہ خشکی پر پہونچ گئے جو جزیرہ ٹرینیڈاڈ دریائے آورینیکو پر
ثابت ہوا۔ اُس نے کنارہ کنارہ چل کر بعض دیسیوں کو خشکی پر دیکھا جو بیحد مخالف
نکلے اُنھوں نے جہازوں پر تیر برسائے۔ اُن کے پاس ڈھال بھی تھی جسکو ہسپانیہ
والوں نے نئی دنیا میں پہلے پہل دفاعی ہتھیار کی حیثیت سے دیکھا۔ کولمبس ٹرینیڈاڈ
اور دریائے آورینیکو کے دہانہ کی درمیانی خلیج میں گھس گیا اور اُن بلند موجوں سے
جن کو یہہ بڑا دریا سمندر میں پیدا کرتا ہے متحیر ہوا۔ اُنھوں نے پیریا کے ساحل پر اور
دیسیوں کو بھی دیکھا جن کے ساتھ دوستانہ بول چال بھی ہوئی اور جنھوں نے ہسپانیہ
والوں کو سامانِ خورد نوش اور ایک قسم کی شراب بھی دی۔ وہاں سونا بکثرت پایا جاتا تھا
اور دیسی لوگ اُن کو موتیوں کے نکلنے کی جگہ میں بھی لے گئے پھر وہ اس کنارے سے
ہسپانیولا پہونچ گئے۔ یہہ وہ سفر تھا جس میں ہسپانیہ والوں کو پہلے پہل امریکہ کی اصلی زمین

دیکھنے کا موقع ملا۔ اگرچہ شمالی امریکہ کے براعظم کو جان کیبٹ نے گذشتہ سال کے ماہ

جون میں دریافت کر لیا تھا۔

کولمبس کی تیسری آمد بھی نوآبادی میں امن وامان اور مرفہ الحالی قائم کرنے میں ایسی

ہی ناکام رہی جیسی کہ پہلی دو ثابت ہوئی تھیں اس نے جس طرز حکومت یعنی باامن فرقہ

کے قیام کا خاکہ اسپین میں کھینچا تھا اس سے بھی حسب خواہش نتیجہ نہ نکلا۔ رعایا کے خیالات

اپنے حکمرانوں سے مختلف تھے۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ جذبات کی پہلی رو ختم ہو جاتے پر نئی دنیا کے

جانے کا شوق بھی کم ہوتا گیا جو ابتدا میں زوروں پر تھا۔ وہاں کا سونا اب حرص وطمع کی

آگ مشتعل کرنے میں قاصر تھا۔ برعکس اس کے ہسپانیہ والوں کی خراب رنگتیں جو وہاں سے

گھر واپس آتے تھے، آب وہوا کی سختیوں کے تذکرے، لوگوں کی وہ کثیر تعداد جو جان سے

ہاتھ دھو چکی تھی اور ذخائر کی کمی سے جو تکالیف اُنھوں نے برداشت کی تھیں، ایک

غیر ملکی شخص کی حکومت کی ناپسندیدگی جس کے باقاعدہ احکام کی سخت پابندی پر عموماً

نکتہ چینی کی جاتی تھی اور غالباً وہ رشک وحسد جو اُس کی ترقی پذیر شہرت کی نسبت تھا

ان تمام وجوہات نے کیسٹیل کے بادشاہ کی رعایا میں سانٹو ڈومنگو کے خلاف ایک

ناقابل تسخیر تعصب پیدا کر دیا اور یہی وہ اہل اسپین تھے جن کو ۱۵۹۳ء تک اُس جزیرہ کیلئے

روانہ ہونے کی اجازت حاصل تھی۔

کولمبس کے ہمراہ جو اوباش گئے تھے اُن لٹیروں کے ساتھ جو سانٹو ڈومنگو میں بکھرے

ہوئے تھے مل کر ایک ایسا غیر فطری فرقہ بن گئے جو روئے زمین پر اُس سے پہلے کبھی نہ

ظاہر ہوا تھا۔ اُن کے باہمی اتحاد نے تمام حکومت کو تہ وبالا کر دیا اور اُن کو مطیع ومنقاد

بنانا ناممکن ہو گیا مجبوراً اُن سے گفتگوئے صلح کی گئی۔ بہت سی کوششیں بیکار ثابت

ہوئیں۔ آخرکار ۱۴۹۹ء میں یہہ تجویز کی گئی کہ جن قطعات اراضی پر ہسپانیہ والے قابض

ہیں اُن کے ساتھ کچھ خاص تعداد اہل جزیرہ کی بھی ہو گی جو زمین سے ملحق سمجھی جائیں گے۔

اور جن کا وقت اور کام اُن کے مالکوں کی ملک ہوگا۔ حالانکہ یہہ بات بھی انسانیت اور دانشمندی کے خلاف تھی لیکن حکومت کی اس کمزوری سے نوآبادی مین بظاہر امن و امان قائم ہو گیا۔ اس پر بھی کولمبس کی طرف سے جس نے اُن کو یہہ نفع پہونچایا تھا اُن کا دل صاف نہوا اور اُس کے خلاف اُن کی شکایتین سخت اور زور دار ہوتی گئین یہانتک کہ وہ کامیاب ہوگئیں۔

اس غیر معمولی انسان نے اس شہرت کو جو اُس کے دماغ و محنت کا نتیجہ تھی نہایت سخت شرائط پر خرید کیا۔ اُس کی حیات شاندار کامیابیوں اور بدبختیوں کی ایک مسلسل زنجیر ہے۔ وہ افراد کی متواتر شکایتوں، اور الزاموں اور ناشکر گزاریوں کا شکار بنا رہا اور اس کے ساتھ ہی تند اور بد دماغ بادشاہت کے تلوّن کا بھی تابع رہا جو باری باری اُسکو کبھی انعام دیتی اور کبھی سزا دیتی کبھی نہایت عاجزانہ تحقیر سے اُس کا دل دکھاتی اور کبھی اُس پر اعتماد ظاہر کر کے اُس کا دل بڑھاتی۔

دنیا کی سب سے بڑی دریافت کے مصنف کے خلاف وزارت اسپین کا تعصب اس درجہ پر پہونچ گیا کہ نوآبادیوں کی طرف ایک ثالث بھیجا گیا تاکہ کولمبس اور اُسکے سپاہیوں مین فیصلہ کرے۔ بوباڈلا جو نہایت جاہ پسند، خود غرض، ناانصاف اور سخت گیر تھا سانٹوڈومنگو میں ۱۵۰۰ء میں پہونچا اور اُس نے امیر البحر کو اُس کی جائداد اُس کے خطابات اور اُس کے عہدہ سے محروم کر دیا اور اُس کو بیڑیاں پہنا کر اسپین بھیجدیا۔ اس ظالمانہ کارروائی سے ہر جگہ حیرت اور غصّہ کے خیالات بھڑک اُٹھے آخرکار فرڈی ننڈ اور ازابلا نے پبلک خیالات کے اظہار سے شرمندہ ہو کر حکم دے دیا کہ کولمبس کی بیڑیاں فوراً کاٹ ڈالی جائیں اور اُس کو رہا کر دیا جائے۔ پھر اُنھوں نے منحوس بوباڈلا کو بھی اصلی یا مصنوعی غصّہ کے اظہار میں واپس بلا لیا جس نے اپنے اختیار کو اس بُری طرح برتا تھا لیکن اُن کی مذمت میں یہہ ضرور کہا جائے گا کہ اُنھوں نے ایسی سخت اور

ظالمانہ توہین و تحقیر کے بالمقابل کولمبس کو صرف یہی عوض دینے پر اکتفا کی۔
سلطنت اسپین کی ناشکری کی انتہا ہو گئی جب کولمبس کی درخواستیں اور عرضداشتیں اُسکے عہدہ پر بحال کرنے کے بارہ میں نامنظور کر دی گئیں۔ اس خلاف شان بدعہدی کی وجہ کولمبس کی دریافتوں کی اہمیت اور نایاب قدر و قیمت تھی جن کے باعث وہ اس انعام و اکرام کا مستحق نہ سمجھا گیا۔ اُس نے دو سال متواتر بارگاہ سلطانی میں حاضر رہنے کے بعد اِس درخواست اور التجا کو ترک کر دیا اور صرف یہہ خواہش ظاہر کی کہ اُس کو چوتھے سفر پر روانہ کر دیا جائے۔ فرڈی نانڈ اور آیزابلا نے جو ایسے شخص کی موجودگی کو اپنے لیے باعث ملامت سمجھتے تھے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا اُسکے لیئے چار چھوٹے جہاز مہیا کیے گئے اور مغربی دنیا کا دریافت کنندہ دراز عمری ضمحلال اور صدمات سے شکستہ خاطر ہو کر ایک مرتبہ پھر کیڈز سے ۹ مئی ۱۵۰۲ء کو روانہ ہوا اُس کا ارادہ مغرب کی طرف نئے دریافت شدہ برّاعظم کے ادھر جانے اور کرۂ زمین کے چاروں طرف چکر لگانے کا تھا۔ ہسپانیولا پہونچکر اُس نے اٹھارہ جہازوں کے بیڑے کو اسپین کی طرف جانے کے لیئے تیار پایا۔ کولمبس کو سانٹو ڈومنگو کے بندرگاہ میں داخلہ کی اجازت نہ دی گئی، اگرچہ اُس کا جہاز سفر کے قابل نہ تھا۔ چونکہ ان ممالک کی واقفیت کی بنا پر اُس کو ایک آنے والے طوفان کا خطرہ ہو گیا تھا اور اگرچہ گورنر اووینڈو نے اُس کو بندرگاہ میں پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن کولمبس نے اُس کو آنیوالے طوفان سے آگاہ کر دیا۔ اُس کی ہدایت نظر انداز ہو گئی اور جہازوں کا بیڑا روانہ ہو گیا چنانچہ آئندہ شب کو وہ ایک عظیم طوفان میں گھر گیا اور تین جہازوں کے سوا باقی تمام بیڑا غرق ہو گیا۔ اِس تباہی میں حاسد بوباڈلا اُن رفقا کی کثیر تعداد کے ساتھ جنھوں نے کولمبس کے ستانے اور ہندوستانیوں پر ظلم کرنے میں کدو کاوش سے حصّہ لیا تھا فنا ہو گیا۔ اور دو لاکھ ڈالر سے زیادہ قیمت کا سونا ڈوب گیا۔

کولمبس اپنی فرزانہ احتیاطون کی بدولت اس خطرہ سے بچ گیا۔ اب وہ براعظم کی طرف روانہ ہوا۔ ہونڈرس کے مشرقی نقطہ سے خاکنائے ڈیرین کی طرف بڑھا کہ بحر جنوبی کا راستہ معلوم کرنے کے لیئے وہ کنارہ کنارہ چلا گیا۔ اُس نے سونے کو دیکھکر دریائے بیلم پر ویراگوا میں نئی آبادی قائم کرنے کی کوشش کی لیکن وسیدون نے جو اہل جزائر سے زیادہ جفاکش اور جنگجو تھے بہت سے نوآبادون کو قتل کردیا اور باقی ماندہ اشخاص کو نکال دیا۔ یہہ غیر متوقع ناکامی تباہیوں کے ایک بڑے سلسلہ کا پیش خیمہ تھی۔ طوفان، آندھیوں، خوفناک گرج اور بجلی اور تمام صعوبتوں نے جو نامعلوم سمندر کے دریافت کنندون پر نازل ہوا کرتی ہیں کولمبس کو فکرمند اور پریشان رکھا۔ آخرکار اُس کا جہاز جمیکا میں تباہ ہوگیا۔ یہاں کوئی نئی آبادی قائم نہ ہوسکی اور کولمبس نے ہندوستانی زورقون میں ہسپانیولا کی طرف اپنے آدمی امداد کے لیے روانہ کیئے۔ گستاخ اووینڈو بڑے دریافت کنندہ کی عظمت کے حسد سے جل کر امداد کو ملتوی کرتا رہا اور کولمبس جمیکا میں اپنے آدمیون کے باغیانہ طرز عمل سے دق ہوگیا۔ اُدھر دلسیدون نے اپنے جزیرہ میں ہسپانیہ والون کے زیادہ قیام سے تنگ آکر اُن کے ذخیرون کی فراہمی کو منقطع کردیا۔ لیکن کولمبس نے ایک چال سے اُن کو خوف زدہ بنا دیا۔ چاند گرہن ہونے والا تھا۔ اُس نے بڑے بڑے ہندوستانیون کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ اُن کا طرز عمل جو مسافرون کے ساتھ ہے اُس سے بڑا دیوتا ناراض ہوگیا ہے اور اِس وجہہ سے آج شب کو چاند خون آلود سُرخ ہوجائے گا۔ اُنھون نے یقین نہ کیا لیکن جب چاند کا رنگ بدلنے لگا تو وہ سب خوف زدہ ہوگئے چنانچہ وہ کولمبس کے پاس ذخائر جمع کرکے لائے اور اُس سے التجا کی کہ وہ دیوتا سے اُن کی صلح کرادے۔ اُس وقت سے وہ اوہام پرستی کی بنا پر ہسپانیہ والون کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔

تقریباً ایک سال تک جزیرہ میں مقید رہنے کے بعد اُن کی امداد کے لیئے تین جہاز آئے اور اس طرح وہ ہسپانیولا پہونچے جہاں ندمغ اوویندو نے اپنے معزز مہمان کو عیارانہ تواضع سے رکھا اور بظاہر اُس کی بڑی توقیر و عزت کی لیکن اُس کی تابعداری ظاہری نمائش سے آگے نہ بڑھی۔ کولمبس اپنی مہم کے ذرائع دنیا کے اِس حصہ میں نہ پاکر ۱۲ ستمبر سنہ ۱۵۰۴ء کو اسپین واپس چلا آیا جہاں اُس کے صدمات میں یہہ خبر سُن کر کہ ایزابلا بھی جس کی مہربانی اور حفاظت پر وہ ہمیشہ بھروسہ رکھتا تھا فوت ہو گئی ہے اور اضافہ ہوگیا۔ یہہ صدمہ ایسا تھا کہ جس کے بعد پھر وہ نہ پنپ سکا۔ وہ مصیبتوں کا شکار ہو کر اُن لوگوں کی ناشکری سے متنفر ہو کر جن کی خدمت اُس نے کامیابی اور وفاداری کے ساتھ کی تھی، روز بروز سن رسیدہ ہو کر اور شکستہ دل ہو کر چند سال تک ناداری اور کس مپرسی میں وقتاً فوقتاً اُن لوگوں کو اُن کی عزت و انصاف کا واسطہ دے کر اپنی طرف متوجہ کرتا رہا جنھوں نے اُس کو تاج کی جگہہ بیڑیاں اور دنیا کی جگہہ قیدخانہ عنایت کیا تھا اور آخر کار اُس نے اپنی زندگی کو مقام ویلاڈولد پر ۲ مئی سنہ ۱۵۰۶ء کو انسٹھ سال کی عمر میں خیرباد کہا۔

اس غیر معمولی شخص کا یہہ انجام ہوا جس نے یورپ کو متحیر کر کے زمین میں ایک چوتھائی حصّہ اضافہ کر دیا۔ اس کرہ کو نصف دنیا بخشدی جو مدتہا عرصہ سے ویران اور نامعلوم تھی۔ انصاف اور عقل کا یہہ تقاضا ہے کہ اس بےخوف جہازران کے نام سے نئے کرہ موسوم کیا جاتا جس کی پہلی دریافت اُس کے حوصلہ مند دماغ کا نتیجہ تھی۔ اور اگرچہ اُس کی یادگار کے لیے یہہ بھی ایک نہایت حقیر بات تھی لیکن حسد یا کم توجہی یا بدبختی کی وجہہ سے یہہ عزت بھی ایک فلارنسین کے جاہ طلب باشندے کے لیے محفوظ رکھی گئی جس نے سوائے اس کے اور کچھہ نہ کیا کہ اُس شخص کے نقش قدم پر چلا جس کا نام دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کی فہرست میں سب سے پہلے درج ہونا چاہیئے۔

باب دوم

لشکر تحقیق کنندگان

یہہ عجیب اتفاق ہے کہ امریکہ کی دریافتین اکثر بالواسطہ اور غیرارادی طور پر واقع ہوئین۔ شمالی اور دیگر ممالک کی روایات بھی اپنے سورماؤن کو طوفان کی بدولت امریکہ پہونچاتی ہیں۔ کولمبس نے ہندوستان کی تلاش کی اور وہ جزائر غرب الہند میں پہونچ گیا۔ جان کیبٹ شمالی امریکہ میں اتفاقاً پہونچا اور اُس نے خیال کیا کہ میں نے تاتاریوں کی سلطنتِ عظمی کا کھوج لگا لیا ہے۔ سیباشین کیبٹ کے کیتھے اور ہندوستان کے شمالی مغربی رستہ کی جستجو کی۔ کورٹریل بہ تگیز غلاموں کے واسطے آیا، فرانسیسی مچھیرے نیوفاؤنڈلینڈ کی ماہی شکارگاہوں کی وجہہ سے سنہ ۱۵۲۵ء میں اپنے ملک سے نکلے اور انکو یہہ کچھہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں پہونچے۔

ویرازانو اور کارٹیر وغیرہ فی الواقع واقفیت اور ملک حاصل کرنے کی نیت سے آئے لیکن ایسی مثالین مستثنیات سے ہیں۔

معمر پانس ڈی لیون نے آب حیات کی تلاش کی اور اس کی بجائے فلوریڈا میں کاری زخم کھایا۔ پینیڈا نے آبنائے کی جستجو کی اور اُسے دریاے مسیسپی کا پتہ معلوم ہوا۔ گومز شمال و مغرب کا رستہ دریافت کرنے نکلا۔ کوروینڈو نے سبولا کے سات طلائی شہروں کی تلاش میں نئے میکسکو کی خام جھونپڑیوں، کینساس کے میدانوں اور کالوریڈو کے دہانہ کا پتا لگایا۔ سوٹو، شمالی امریکہ میں ایک پیرو کی تلاش میں گیا اور سونے کی بجائے صرف برہنگی، بخار اور موت کا شکار ہوگیا۔ فرابشر نے شمالی و مغربی رستہ کی جستجو کی اور سونے کے لیے لیبریڈار میں پہونچ گیا۔ سودریگ نے اسپین کے جہازوں کو لوٹنے کی غرض سے دنیا کے گرد چکر لگا لیا۔ ہڈسن نے بحرِ اعظم کے درمیان مین ہوکر ہندوستان کا

رستہ تلاش کرنا چاہا لیکن صرف دریائے ہڈسن اور خلیج ہڈسن تک اُس کی رسائی ہوئی۔
یورپ کی بحری طاقتوں نے دریافت کے کام کو گویا آپس میں تقسیم کرلیا تھا۔
اہل ناروے سب سے پہلے پہونچے لیکن اُنھوں نے اِس موقع سے کچھ فائدہ نہ
اٹھایا۔ پرتگیزوں نے دریافت کے جذبہ شوق سے پورا کام لیا اور کولمبس نے جیسا کہ
ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اپنے پہلے دس برس پرتگال ہی کی حکومت سے امداد حاصل
کرنے میں صرف کیے اور وہاں سے مایوس ہونے کے بعد اُس نے اسپین کا رُخ کیا
جب وہ مال غنیمت کے ساتھ امریکہ واپس آیا تو پوپ الیگزانڈر ششم نے اپنے
مشہور فرمانِ مورخہ ۳ و ۴ مئی ۱۴۹۳ء میں بحر اوقیانوس کو ایک شاندار خط سے
تقسیم کیا جس کے جانب شرق کی تمام غیر عیسائی سلطنتوں کو پرتگال کو دیدیا اور جانب
غرب کی دنیا کو اسپین سے نامزد کردیا۔

اِس حد بندی سے انگریزوں کا جوش کچھ عرصہ تک دبا رہا کیونکہ وہ بھی اُس وقت
تک کیتھولک مذہب کے پابند تھے لیکن کہاں تک ؟ تمام قوموں میں جو بحر اوقیانوس
کے سواحل پر آباد تھیں فوراً تحقیق کا شوق پیدا ہوگیا اور اپنی تمام طاقتوں اور تمام
اُمیدوں کا مرجع مغرب کو بنالیا۔ اہل اسپین جوش اور تعداد کے لحاظ سے سب کے
رہنما تھے۔ اب چونکہ پہلی دریافت ہوچکی تھی اس لیئے کولمبس کے الفاظ میں کوئی شخص
بھی ایسا نہ تھا جو دریافت کنندہ بننے کا مدعی نہ ہو۔

لیکن اطالیہ نے مارکوپولو اور توسکینیلی کے ذریعہ سے اور بہترین دریافت
کنندگان کی فراہمی سے یہہ جذبہ پیدا کیا۔ اگرچہ کوئی شخص اُس کے اِس قابل تعریف کارنامہ
کی توصیف نہیں کرتا۔ خود کولمبس شہر جینوا میں پیدا ہوا تھا اور گیوانی بازو آن کیبٹ جس کو
انگریز جان کیبٹ کہتے ہیں) وینس کا شہری تھا اور وہیں کے باشندے پولو اور کیدا ماستو
تھے۔ شہر فلارنس میں امریگو ویسپچی پیدا ہوا جس کے نام سے براعظم کے صرف ایک

جزو کو موسوم کیا گیا تھا جس کو اُس نے تحقیق کیا تھا بلکہ جلد تمام نئی دنیا اُس کے نام سے پکاری جانے لگی)۔ شہر فلارنس ہی نے دریائے ہڈسن کے حقیقی دریافت کنندہ ویرازنو کو فرانس کو مستعار دیا۔

نہایت بیباک اور خونریز جہازراں اسپین کے حصہ میں آئے جو وہیں پیدا ہوئے اور جنھوں نے اپنے ہی ملک کی خدمت کی۔ دونوں بھائی پنزن، اور جیڈیا، سالس، کورٹیز، پزارو، پانس ڈی لیون، گریجالو، کارڈوا، پنیڈا، ولدویا، کوروناڈو، لیپ، ایلامیکرو، انوراڈو، لاکوسا، گل گانزلیز گاسکا، ایسن اپیری لو وغیرہ۔

پرتگال نے نہ صرف مشرق کے تحقیق کنندگان پیدا کیئے بلکہ کورٹیریل میگیلان جس کو میگلن کہتے ہیں اور جو اسپین کے جھنڈے تلے بحری سفروں میں سے سب سے زیادہ حیرت انگیز سفر پر روانہ ہوا، کیبرل جس نے پرتگال کو برازیل بخشدیا، ڈومز ڈی سنٹرا، جیکس اور کول ہو بھی دنیا کو دے۔

فرانس سے جین کزن جس کو کولمبس کا پیشرو خیال کیا جاتا ہے اور برٹن اور نارمنڈی کے مستقل مزاج مچھیرے جو نیوفاؤنڈلینڈ کی دریافت کی خبر سُنکر اُدھر کو چل پڑے۔ مارکس، کارٹیر، رابرول، چمپ لین، ڈی کیگنن، ربات لاڈن نیری لاسیلی، مارکیٹی، جولیٹ، گورگیز، ہنی پن، فرونٹی نیک اور ناڈی رینڈرز آئے۔

انگلستان نے کیبٹ کے معاوضہ میں جس کو اُس نے اطالیہ سے مستعار لیا تھا ہڈسن کو اہل ہالینڈ کے حوالے کردیا جہاں اُس نے دریائے ہڈسن کو دوبارہ دریافت کیا لیکن بعدازاں اُسے پھر خلیج ہڈسن کی مہلک دریافت کے لیئے واپس بُلا لیا۔ انگلستان نے فرابشر، ڈریک، ہاکنس، گلبرٹ، ریلے، جان اسمتھ، گاسنلڈ، پرنگ، جان ڈیوس، ڈاوبی اور ولیم بیفن کو بھی مہیا کیا۔

ہالینڈ نے بیرنٹز اور فان ہارن کو پیش کیا اور جان ڈی لافو کا یونانی تھا۔

اس نظریہ کے آخری تصفیہ پر کہ امریکہ، ایشیا کا حصہ ہے، روسی گوس جیف اور ڈنمارک
کے بیرنگ نے اٹھارھویں صدی میں یہ ثابت کیا کہ ایشیا اور امریکہ کسی جگہ بھی خشکی سے
ملے ہوئے نہیں ہیں۔

دریافت کنندگان کو جو انعامات مرحمت ہوئے وہ ایک رنج دہ فہرست پیش
کرتے ہیں۔ ان اصحاب میں سے جو اشخاص گمنامی اور بے توقیری سے سپرد خاک ہوئے
کولمبس، کگان زیلنز اور کورٹیز تھے جن لوگوں کو سزائے موت ملی وہ بیترن، اگری جالوا
بالبوا اور بزارد تھے۔ منجملہ ان اشخاص کے جو جنگ میں مرے یا ان سختیوں سے فوت
ہوئے جو ان کی دریافت کے دوران میں ناقابل برداشت ثابت ہوئیں کارٹو وا،
ڈی سیوٹو، میگلن، ڈالڈو وا، نارونیز، ایلن، ساکس، رباٹ، رابرول، گلبرٹ اور
ہڈسن تھے۔ جب بیرنگ سنہ ۱۷۴۱ء میں فنا ہوا تو وہ امریکہ کی قیمتی دریافت کا آخری
شہید تھا۔ لیکن صرف زرِ خطیر اور آدمیوں کی جانیں آئندہ نسلوں کے فائدہ کیلئے
جو ایسی بیدردی سے بہائی گئیں بیکار نہ تھیں اور بیرحمی، حرص و آز، سرقہ اور
مظالم کی برداشت کبھی ایسی خوشی، دولت اور آزادی کے پھول پھل نہ لائی جو امریکہ
کی دریافت سے حاصل ہوئے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ دریافت اور تحقیق کے
بحری سفروں کو بیان کرتے ہیں جو اس زمانہ کی نہایت قابل الذکر محنت و صنعت
میں شمار ہوتے تھے۔

دونوں کیبٹوں کے بحری سفر

مغربی حوصلہ مندی کے نئے میدان کے لحاظ سے براعظم امریکہ پہلے پہل
انگریزوں کے زیر سایہ دریافت ہوا۔ نئی دنیا کی تاریخ بحری جدوجہد میں جان کیبٹ،
اور سیباشین کیبٹ کی اولوالعزمی، کامیابی اور نتائج کے لحاظ سے صرف کولمبس سے
دوسرے نمبر پہ ہے۔ انگلستان کے باشندوں میں ہنری ہفتم کے عہد میں تجارتی

اولوالعزمی ترقی پر تھی اور انگلستان کی منڈیوں میں کمبرڈی کے حوصلہ مند اشخاص بھرے
ہوئے تھے۔ برسٹل کے تاجر شمال کی ماہی شکارگاہوں کی وجہ سے آئس لینڈ سے تعلق
قائم کرنا چاہتے تھے اور بحر اوقیانوس کے طوفانوں کا عقلمندی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا
ہنر اس شمالی تجارت کے ذریعہ سے حاصل ہو گیا تھا۔ کولمبس کی دریافت نے
ہر جہازران کے دل میں حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ بھی ایسی ہی بحری کامیابی کے
ساتھ نام پیدا کرے اور اس وقت شاہ انگلستان ایسی بحری مہم میں جس سے کثیر منافع
حاصل ہونے کی توقع ہو شرکت کرنے کی خواہش بھی رکھتا تھا۔

لہذا جان کیبٹ کے لیے جو ونیس کا تاجر تھا اور برسٹل میں سکونت پذیر تھا
دریافتوں کی تجویز میں ہنیری ہفتم کو پھانس لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نے بادشاہ سے
۵ مارچ ۱۴۹۶ء کو ایک سند حاصل کی جس میں اس نے اپنے اور اپنے تین بیٹوں
اور وارثوں اور نائبوں کے لیے شرقی، غربی یا شمالی سمندر میں پانچ جہازوں کے
بیڑے سے اپنے ہی صرفہ اور خرچہ پر سفر کرنے کی اجازت درج کرائی تاکہ وہ جزائر
ممالک صوبجات اور قطعات اراضی جو عیسائی قوموں کی نظر سے اب تک بچے ہوئے
ہوں دریافت کریں اور ہر شہر یا جزیرہ یا براعظم پر جس کو وہ دریافت کریں انگلستان کا
جھنڈا گاڑ دیں اور بحیثیت رعایائے تاج انگلستان ان ممالک میں آباد و قابض ہو جائیں
یہ شرط بھی اس میں درج کی گئی تھی کہ وہ صرف برسٹل کے بندرگاہ پر اتریں
اور جہازرانی کے مفاد میں سے ایک خمس بادشاہ کو دیا کریں۔ لیکن تمام ان ممالک
میں جانے کا حق جو دریافت ہوں بلاشرط اور بلا تعیین میعاد صرف خاندان کیبٹ
اور اس کے منتقل الیہ کے لیے محفوظ رکھا گیا۔ اس سند کے ماتحت جس میں نو آبادی
کے اجارہ اور تجارتی رکاوٹ کے متعلق نہایت خراب شرائط درج تھیں،
جان کیبٹ اور غالباً اس کا پسر سیباشین کیبٹ مغرب کی طرف ماہ مئی ۱۴۹۷ء

میں بحری سفر پر روانہ ہوئے۔ اِس کے متعلق ہمارے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں کہ اُن کو کِن کِن طوفانوں سے سابقہ پڑا اور کِن کِن اشخاص کی بغاوتوں کو اُنھوں نے فرو کیا۔ بہرحال اس بحری سفر کا نتیجہ براعظم امریکہ کی دریافت (۲۴۔ جون ۱۴۹۷ء) تھا۔ غالبًا ۵۶ درجہ کے عرض البلد میں آبنائے جزیرہ بیل کے کسی قدر شمال کی جو آراضی دریافت کی گئی تھی جس میں جنگلی وحشی رہتے تھے۔ اور لیبراڈور کی تنہا چٹانیں واقع تھیں۔

ان جہازرانوں نے اپنی کامیابی کو ظاہر کرنے کے لیئے فوراً اپنے گھر کا رستہ لیا۔ اِس طرح بھی تجارتی مہم کے باعث براعظم دریافت ہوا اور نئی دریافت شدہ آراضی اور جزائر پر ایک برسٹل تاجر کے خاندان کا قبضہ بذریعۂ سند تسلیم کر لیا گیا۔ تاہم اِس خاندان کو جس نے اپنی جیب سے تمام خرچ برداشت کیا تھا اور اپنا دماغ صرف کیا تھا کچھ بھی نفع اُٹھانا میسر نہ آیا۔ آیندہ نسلوں کو یہہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ براعظم امریکہ کولمبس کے تیسرے سفر سے چودہ ماہ قبل اور امریگو ویسپوچی سے تقریبًا دو برس پہلے پہونچ گیا تھا لیکن انگلستان کو امریکہ میں ایسے حقوق ضرور حاصل ہو گئے جو اُن کے مسلمہ تقدم سے حاصل کیئے جا سکتے تھے۔ کیونکہ ہنری ہفتم اور اُسی کے جانشینوں نے اسپین اور پرتگال کے حقوق صرف اسی حد تک تسلیم کیے جہاں تک اُنھوں نے واقعی قبضہ کی بنا پر اپنے دعاوی کی بنیاد رکھی۔

اب اعتماد اور جوش نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا اور حقوق عنایت کرنے میں جواب گرانبہا معلوم ہوتے تھے ہنری بھی ہوشیار ہو گیا۔ جان کیبٹ کو ایک نئی سند ۳ فروری ۱۴۹۸ء کو عطا کی گئی جو حقوق کے لحاظ سے پہلی سند سے کم درجہ کی تھی۔ یہہ سفر تجارتی اغراض کے لیئے اختیار کیا گیا جس کے صرفہ میں کفایت شعار بادشاہ نے بھی شرکت کی اِس سفر کا مقصد یہہ تحقیق کرنا تھا کہ ہندوستانی

کس قسم کی زمین میں آباد ہیں ۔ اور یہہ بھی توقع تھی کہ شاید وہ کیتھے کی متمول سلطنت میں پہونچ جائیں ۔ سیباشین کیبٹ ماہ مئی میں روانہ ہوکر اور تین سو آدمی ہمراہ لیکر لیبروڈار کی طرف جزیرہ آئس لینڈ کی راہ سے چلا اور وہ بحر اعظم پر ۵۶ ڈگری کے عرض البلد میں جا پہونچا ۔ سردی کی زیادتی ، نامعلوم سرزمین کی اجنبیت اور ملک کی تحقیق و جستجو کے مقصد نے اُسے ترغیب دی کہ وہ جنوب کا رستہ اختیار کرے اور ممالک متحدہ کے سواحل کے برابر چل کر وہ میری لینڈ کی جنوبی حد پر پہونچ گیا ۔ لیکن ذخائر کی کمی نے اُسے انگلستان واپس جانے کی ترغیب دی ۔

اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس بڑے جہازراں کی زندگی کے حالات قلمبند کیئے جائیں جس نے انگلستان کو ایک براعظم بخشدیا لیکن اُس نے اپنے سفر کے جو حالات لکھے اور نقشے بنائے وہ سب تلف ہوگئے ہیں اور اس کی زندگی کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں جا پڑے ہیں ۔ البتہ اس میں شبہہ نہیں کہ سنہ ۱۵۱۷ء میں جبکہ وہ اسپین کے فرڈی نانڈ کی ملازمت میں داخل ہوا اور قبل اس کے کہ چارلس پنجم نے اُسکو جہازرانوں کا افسر مقرر کیا وہ انگلستان سے شمالی و مغربی رستہ دریافت کرنے کے لیئے ایک مرتبہ اور بحری سفر پر روانہ ہوا جن حالات میں اُس نے یہہ سفر اختیار کیا وہ مختلف اور پیچیدہ ہیں اور اُن کو اُس کے پہلے سفروں پر محمول کیا جاتا ہے ۔ سیباشین کیبٹ آبناؤں سے گزر کر خلیج میں داخل ہوا اور تقریبًا سو برس بعد دونوں کا نام اُس کے نام کے بجائے ہڈسن کے نام پر رکھا گیا ۔ اُس نے اپنی تجویز پر دلیرانہ عمل کیا اور اُن ممالک میں گیا جن کا داخلہ بعد ازاں نہایت بہادرانہ اور شجاعانہ خیال کیا گیا یہانتک کہ ۱۱ ۔ جون سنہ ۱۵۱۷ء میں وہ ۶۷½ درجہ کے عمودی خط پر پہونچ گیا اور برابر یہی توقع کرتا رہا کہ وہ بحر ہند میں داخل ہونے کا رستہ معلوم کرے گا ۔ سمندر ابتک صاف اور کھلا ہوا تھا لیکن ایک بحری افسر کی بزدلی اور

ملاحوں کی بغاوت نے اُسے واپسی کے لیے مجبور کیا اگرچہ اُسے خود رستہ معلوم کرنے کے خیال پر یقین تھا۔

سیباسٹین کیبٹ ساٹھ سال تک جبکہ عوام بحری مہمات کو نہایت دلچسپی سے دیکھتے تھے اپنی کامیابیوں اور دانشمندی کی وجہ سے قابل احترام رہا۔ وہ ۱۵۲۶ء میں چارلس پنجم کی حمایت میں جنوبی امریکہ گیا اگرچہ اُس کو وہاں پوری کامیابی ہوئی ۱۵۴۸ء میں جب وہ انگلستان واپس آیا تو اُس نے انگلستان کے مفاد تجارت کو تجارتی اجارہ کی مخالفت سے ترقی دی اور ۱۵۴۹ء میں اُس کو ایک بڑے جہازران کی حیثیت سے پنشن عطا کی گئی۔ جو مہم ۱۵۵۲ء میں آرچینگل کا رستہ دریافت کرنے کے لیئے روانہ ہوئی اُس کے لیئے ہدایات اِسی شخص نے تیار کی تھیں۔ وہ عمر طبیعی کو پہونچکر فوت ہوا اور اُس کو بحری سفر کا اِس قدر شوق تھا کہ وہ آخری وقت میں بھی سمندر ہی کا خیال کرتا ہوا چل بسا۔ افسوس ہے کہ کسی کو اُس کی قبر تک کا حال معلوم نہیں حالانکہ اُس نے انگلستان کو ایک برِّاعظم بخشدیا تھا۔

پرتگیز کورٹیریل

شاہِ پرتگال نے جو بے پروائی کولمبس سے ظاہر کی تھی اب اُس کو اس بات کا رنج ہوا اور شمالی دریافت کے لیئے ایک مہم تیار کی۔ اس مہم کا سردار گیسپر کورٹیریل مقرر ہوا۔ وہ ۱۵ مئی ۱۵۰۱ء کو تین جہاز لیکر روانہ ہوگیا۔ شمالی امریکہ کے سواحل پر پہونچکر اُس نے چھ سو یا سات سو میل تک وہاں کے باشندوں اور ملک کو بغور مطالعہ کیا۔ شمال کی جانب آخری مقام جہاں تک اُس نے سفر کیا غالبًا پچاس ۵۰ درجہ کے قریب تھا۔ سرسبزی اور شاندار جنگلات جو اُس نے رستے میں دیکھے اُس سے خراج تحسین لیے ہوئے بغیر نہ رہے۔ اُس نے خیال کیا کہ صنوبر

کے درختوں سے جو مستول اور جہازوں کے شہتیروں کے لیے موزوں تھے نفع بخش
تجارت ہو سکتی تھی لیکن وہاں کے باشندے فوراً ہی تجارتی اشیاء میں شمار کیے گئے
اور کورٹیریل ستاون ایسے تندرست جوانوں کو جو محنت اور مشقت کا کام کرنے کے
قابل سمجھے گئے اپنے ساتھ لے آیا اور اپنے وطن میں واپس آکر ان کو غلاموں کی طرح
فروخت کر دیا پھر اس نے ان تمام تر علاقہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن دوسری بار
سردار مہم کو واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ آرٹک سمندر سے جن کو وہ زبردستی پرتگال لانا
چاہتا تھا ان میں سے اس کو مار ڈالا گیا۔ لیبرا ڈور یا اسی کے جانب شمال یہ جرم وقوع پذیر ہوا
اور شمالی امریکہ میں غالباً پرتگیزوں کا یہی ایک نقش قدیم ہے جو اب تک باقی ہے
دوسرے سال ماہ مئی سنہ ۱۵۰۲ء میں میگل اپنے بھائی کی تلاش میں نکلا لیکن اس کے
جہازوں کے بیڑے کو دریا اور برف کے تودوں کی کثرت نے تتر بتر کر دیا۔ صرف دو جہاز
واپس آئے لیکن میگل اپنے بھائی کی طرح عدم آباد کو پہونچ گیا۔ بادشاہ نے
ایک اور بیڑہ بھی بھیجا لیکن اس کو بھی دونوں بھائیوں میں سے کسی کا پتہ نہ لگا اور
جب خاندان کے سب سے بڑے فرد نے وہاں جانے کی اجازت مانگی تو بادشاہ
نے یہ کہکر ٹال دیا کہ ہم خاندان کورٹیریل کے کافی افراد کھو چکے ہیں۔

فرانسیسی دریافتیں اور ویرازنو

فرانسیسیوں نے بھی امریکہ کی اراضی اور تجارت حاصل کرنے کے مقابلہ
میں فوراً قدم رکھا۔ برّاعظم امریکہ کی دریافت کے سات سال کے اندر سنہ ۱۵۰۴ء میں برٹنی
اور نارمنڈی کے جفاکش مچھیروں کو نیو فاؤنڈ لینڈ کی ماہی شکارگاہیں معلوم ہو گئی تھیں۔
انھوں نے راس برٹن کا نام اپنے وطن کی یاد میں رکھا اور فرانس میں ان کی وقعت
دریافت کنندگان کی حیثیت سے ہونے لگی۔ ڈینس نے جو ہاں فلیر کا باشندہ تھا
خلیج سینٹ لارنس کا نقشہ تیار کیا اور فرانس کے شمال و مغرب کے مچھیروں نے

ان اضلاع سے بیش بہا دولت حاصل کی حالانکہ اوّل دونوں کو بعض وہاں پہونچے تھے
چند سال تک یہ بھی شکار کا ہونا سے کامیابی کے ساتھ کام لیا گیا۔ پھر سنہ ۱۵۱۰ء
میں شمالی مشرقی سواحل پر مچھلیوں کے شکار کی ... بریٹنی اور نارمنڈی کے باشندے ... شمالی امریکہ میں نو آبادیوں کے قیام کی تجاویز
بھی سوچی گئیں اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کیا گیا لیکن فرانسیس اوّل جس نے لیونارڈو ڈاونچی اور سیلینی کو اپنی سلطنت
میں علوم و فنون کے رواج کے لیے بلایا تھا جیوانی ویرازانو کو جو دوسرا باشندہ فلارنس
تھا نئے ممالک کی تحقیق کے لیے مامور کیا ... ڈیپ کی راہ سے امریکہ کو ۱۷
جنوری سنہ ۱۵۲۴ء کو روانہ ہو گیا۔ یہ صرف ایک چھوٹا سا جہاز تھا کیونکہ وہ نئے ممالک
کی تحقیق و جستجو کے لیے روانہ ہوا تھا۔ کچھ دنوں تک ہوا موافق رہی پھر اس ایسا خوفناک
طوفان آیا کہ ویرازانو کا جہاز ڈافن نامی مشکل سے صحیح و سلامت رہا اور پچاس دن کے
بعد برّ اعظم نظر آیا۔ آخر کار ولمنگٹن کے عرض البلد میں ویرازانو کو خوش قسمتی سے ایسی
زمین نظر آئی جس پر کوئی یورپین آج تک نہیں پہونچا تھا۔ اگرچہ اُس نے پچاس فرسخ کی مسافت
طے کی لیکن جانب جنوب کوئی مناسب بندرگاہ نظر آیا۔ لہٰذا وہ جانب شمال واپس ہو کر
ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ تمام ساحل پر پانی کم تھا جس کو اتھلا کہتے ہیں لیکن کوئی چٹان نہ
تھی بلکہ اچھا بالو ریت تھا اور ملک کی پیداوار بھی ... یہ مقام شمالی کیرولینا تھا۔ غیر ملکی
اشخاص اور گرد و ساد ملائم دیسی ایک دوسرے کو دیکھ کر متعجب ہوئے دیسیوں کا سرخ گندمی
رنگ مولدین کے رنگ سے مشابہ تھا۔ اُن کی پوشاک جانوروں کی کھال تھی۔

اُن کے زیورات پروں کے بنے تھے۔ انھوں نے اجنبیوں سے فیاضی کا سلوک
کیا جن سے وہ ابتک خوف زدہ ہونا نہیں جانتے تھے۔ جب ڈافن جہاز شمال کی جانب
چلا تو خشکی پر اترنے کے لیے فرانسیسیوں کا بہت جی چاہا۔ انھوں نے کہا کہ ایسے جنگلات
اور پر فضا میدان خواب میں بھی نہیں دیکھے۔ چنانچہ وہ ساحل پر اترے۔ باغات خوشبوؤں
سے معطر تھے بلکہ اُن کی خوشبوئیں ساحل سے بھی دور دراز فاصلہ تک پھیلی ہوئی تھیں

اُن کو ایسا معلوم ہوا کہ مشرق کے مصالحے وغیرہ وہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اُس زمانہ کے خیالات اِس جہاز کے مسافروں کے دماغ میں بھی اثر کیے ہوئے تھے۔ اُن کی نظر میں زمین کے رنگ سے سونے کی بہتات ظاہر ہوتی تھی۔ وحشی لوگ اپنے مہمانوں سے زیادہ خلیق تھے۔ ایک نوجوان ملاح جو تقریباً ڈوب چکا تھا دیسیوں کی خوش اخلاقی کے باعث جانبر ہوا لیکن ان مسافروں نے ایک بچہ کو اُس کی ماں کی گود سے چھین لیا اور اُنھوں نے ایک نوجوان عورت کو بھگا لیجانے کا قصد کیا۔

خصوصاً نیویارک کے بندرگاہ نے اپنی بڑی سہولت اور خوشگواری کی وجہ سے اُن کی توجہہ کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔ حریص اور لالچی آدمیوں کی نگاہوں نے نیوجرسی کی پہاڑیوں میں زمین کی اندرونی معدنیات کو دیکھ لیا تھا۔ نیوپورٹ کے وسیع بندرگاہ میں ویرازنو نے پندرہ دن تک قیام کیا۔ دیسی لوگ نہایت اچھے آدمی تھے۔ وہ فیاض اور دوست تھے۔ لیکن اس قدر ناواقف تھے کہ وہ لوہے اور فولاد کے آلات کے استعمال کے متعلق کوئی رائے نہ قائم کر سکے اور نہ اُن کو اپنے قبضے میں رکھنے کی اُنھیں خواہش پیدا ہوئی حالانکہ اکثر مرتبہ وہ اُنھیں دکھلائے گئے۔

ماہ مئی ۱۵۲۴ء میں جزیرہ رہوڈ سے رخصت ہو کر مستقل مزاج جہازراں انگلستان نو کے جملہ سواحل کے گرد۔ نوا کوشیا تک پھرا یہانتک کہ وہ پچاس درجہ کے عرض البلد کے قریب پہونچ گیا۔ زیادہ شمال کی جانب کے خطوں میں دیسی لوگ حاسد اور دشمن تھے۔ اور اُن کا اعتماد حاصل کر لینا ناممکن تھا۔ اُنھوں نے تجارت کے لیئے اپنی آمادگی ظاہر کی کیونکہ وہ لوہے کے استعمال سے واقف تھے لیکن اپنے اشیاء مبادلہ کے عوض وہ چاقو اور فولادی ہتھیار مانگتے تھے۔ غالباً اس ساحل پر کچھ لوگ غلاموں کی جستجو میں آ چکے تھے اور اس لیئے یہاں کے باشندے یورپینوں کی برائیوں سے خوف زدہ تھے۔

ماہ جولائی میں ویرازنو ایک مرتبہ پھر فرانس پہونچا - اس سفر کے حالات جو خود اُس نے ریاست ہائے متحدہ کے ساحل کے متعلق تحریر کیئے ہیں قدیم ترین ہیں اور اصلی ہیں اور وہ دستیاب بھی ہوتے ہیں - اُس نے ملک کی واقفیت کے علم کو ترقی دی اور دریافت کے حیلہ پر اُس نے فرانس کو ایک وسیع رقبہ کا دعویدار بنا دیا -

مورخین اپنے اس بیان پر متفق ہیں کہ ویرازنو ۱۵۲۵ء میں دوبارہ ایک اور مہم پر روانہ ہوا لیکن پھر وہ اُس سے واپس نہیں آیا - بعض کہتے ہیں کہ وہ ہینری ہشتم شاہ انگلستان کی ملازمت میں ۱۵۲۷ء میں داخل ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہوا تھا لیکن وحشیوں نے اُسے مار ڈالا - یہاں یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے شاہ فرانس کی ملازمت ترک کر دی تھی جبکہ پویا کی لڑائی میں فرانس کو سخت نقصان پہونچا تھا اور سلطنت دیوالیہ ہو گئی تھی ؟ لیکن یہہ امر قابل قبول نہیں - اُس وقت جس شخص کا حال نہیں معلوم ہوتا تھا یہی فرض کر لیا جاتا تھا کہ اُس کو وحشیوں نے قتل کر دیا -

ہیکلوٹ مورخ کا بیان ہے کہ ویرازنو تین مرتبہ سواحل امریکہ پر پہونچا اور اُس نے امریکہ کا نقشہ تیار کر کے شاہ انگلستان کے حوالے کیا - بہر حال یہہ عام خیال ہے کہ وہ سمندر ہی میں مر گیا اور جس مہم میں اُس کی موت واقع ہوئی اُس کا کوئی حال ہم تک نہیں پہونچا - ممکن ہے یہہ افواہ ایسے بڑے جہازراں کی نسبت مشہور ہو اور کسی بے احتیاط مورخ نے اس کو واقعہ کے طور پر تسلیم کر لیا ہو - یہہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ ویرازنو ایک ملاح کی زندگی کی مصیبتوں سے نجات پانے کے لیئے اپنے وطن واپس چلا گیا ہو اور لوگوں نے یہہ خیال کیا ہو کہ وہ کہیں سمندر میں غرق ہو گیا - بہت ممکن ہے کہ لوگ تو اس خیال میں ہوں اور وہ ۱۵۳۷ء میں روما میں وہاں کے عالموں کی صحبت سے مستفیض ہو رہا ہو - لیکن اُس کے سوانح زندگی ایسے گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا -

لیکن فرانس کی حرماں نصیبی کا اثر اُس کے پھیرون کی محنت و جرأت پر کچھ نہ پڑا جو

فرانس کی مصیبتوں کے باوجود نیو فاؤنڈلینڈ کے جاتے رہتے جب سے فرانس کا شجاع اور باا ثر امیر البحر تھا اور مچھیروں سے واقف تھا کیونکہ وہ اُن کے جہازوں سے کچھ ٹیکس بھی وصول کیا کرتا تھا شاہ فرانس سے نئی دنیا کی تحقیق اور اُسکی نوآبادی کا حق اپنے لیے لینے کی ترغیب دی۔

چنانچہ جیکس کارٹیر جو سینٹ میلو کا ملاح تھا ۱۵۳۴ء کی امرداری کے لیے منتخب کیا گیا۔ اُس کے چند بحری سفر اہم ہیں کیونکہ اُن کا یہہ اثر ہوا کہ فرانس کی توجہ مستقل طور پر سینٹ لارنس کے خطوں پر مبذول ہو گئی۔ ۲۰ اپریل ۱۵۳۴ء کو ملاح نے دو جہاز لیکر سینٹ میلو کے بندرگاہ کو خیرباد کہا اور اُسکو بادموافق نے نیوفاؤنڈلینڈ کے ساحل پر ۱۰ مئی کو پہونچا۔ اُس نے جزیرہ کا چکر لگا کر جنوب کا رستہ اختیار کیا اور خلیج کو طے کر کے اُسکے اندر داخل ہوا اُس نے ڈلیس چیلرس نام رکھا۔ مغرب کی طرف کوئی رستہ نہ پاکر وہ کنارے کنارے چلا اور گیسپ کے مدخل تک پہونچا۔ وہاں اُس نے ۲۴ جولائی کو بندرگاہ کے داخلہ پر خشکی میں ایک بلند صلیب نصب کی جس پر ایک ڈھال اور فرانسیسی پھولوں کی تصویر تھی اور ایک مناسب کتبہ تھا۔ یہہ قطعۂ زمین آیندہ شاہ فرانس کی ملکیت کا جزو قرار دیا گیا۔ گیسپ کی خلیج سے روانہ ہو کر کارٹیر نے سینٹ لارنس کے بڑے دریا کو دریافت کیا اور وہ اُسکے مدخل تک پہونچا جہاں اُسکو اپنے دونوں جانب زمین نظر آتی تھی۔ چونکہ وہ موسم سرما کے قیام کے لیے تیار نہ تھا اس لیے وہ واپس روانہ ہو گیا۔ یہہ چھوٹا بیڑہ ۱۵ اگست کو یورپ کے لیے روانہ ہوا اور تیس دن سے کم وقت میں وہ بحفاظت تمام سینٹ میلو کے بندرگاہ میں پہونچ گیا۔ اُس کے اپنے شہر اور ملک فرانس میں اُس کی دریافتوں کا بہت چرچا ہوا۔ سفر بھی آسان اور کامیاب نکلا۔ دخانی جہازوں کی ایجاد کے وقت تک اتنے فاصلہ کا کوئی سفر کبھی اس قدر تیزی اور خیریت کے ساتھ طے نہیں ہوا۔

کارٹیر کے احباب کے اصرار کی طرف دربار شاہی نے پھر توجہ فرمائی اور بادشاہ

نے تین جہاز ذخائر سے معمور مہیا کر دیئے اور فرانس کے نوجوان رؤسا اپنی خوشی سے اس مہم میں
جانے کے لیے تیار ہوگئے - ۱۹ مئی ۱۵۳۵ء کو یہ مسلح جہازوں کا بیڑا دریافت کی توقعات
اور اس خطہ میں جس کو اب فرانس نو کہنے لگے تھے نوآبادیاں کے قیام کی تجاویز اپنے دماغ میں
لیکر روانہ ہوا - ایک سخت طوفان کے بعد وہ نیو فاؤنڈلینڈ پہونچا - سینٹ لارنس کے دن
یعنی ۱۰ اگست ۱۵۳۵ء کو یہ جہازران جزیرہ کے جانب غرب ہوتے ہوئے ایک
خلیج میں پہونچے اور انھوں نے اس کو اس بڑے شہید کے نام پر موسوم کر دیا جو آجتک
نہ صرف اس خلیج کا بلکہ اس دریا کا بھی نام چلا آتا ہے جو یہاں گرتا ہے - انٹی کوسٹی کے
شمال کی طرف چل کر وہ ستمبر کے مہینہ میں دریا میں داخل ہوگئے اور اس بندرگاہ تک جا پہونچے
جس کا نام آر لنیس ہے - دیسیوں نے کسی خوف کے بغیر ان کی خاطر تواضع کی - کارٹیر نے
اپنے جہازوں کو حفاظت کے ساتھ ساحل پر باندھکر ہوچیلگا کے جزیرہ تک ایک
کشتی میں سفر کیا جہاں ہندوستانیوں کی فناعوں آبادی تھی - قصبہ ایک پہاڑی کے دامن
میں آباد تھا - وہ اس پہاڑی پر چڑھا اور چوٹی پر پہونچ کر جب اس نے جنگلوں پہاڑوں
اور دریاؤں کو دیکھا تو وہ بیحد خوش ہوا -

اس کے تخیل نے اس قصبہ کو اندرون ملک کی تجارتی منڈی اور صوبہ کا دارالسلطنت
قرار دیا - اس نے آئندہ کی روشن توقعات سے متاثر ہو پہاڑی کا نام مونٹریل رکھا
اگرچہ امتداد زمانہ سے اب یہ نام جزیرہ کا ہوگیا ہے لیکن اس کی یاد ابتک تازہ ہے
کارٹیر نے وہاں کے باشندوں سے اُن ممالک کا بھی کچھ حال معلوم کیا جو ٹورانٹو
اور نیویارک کے شمال میں واقع تھے - انھوں نے موسم سرما وہیں بسر کیا - موسم بہار کی
آمد پر ایک صلیب اس مقام پر مذہبی تقدس کے ساتھ نصب کی گئی اور اس پر
ایک ڈھال آویزاں کی گئی جس پر فرانس کے ہتھیار بنے ہوئے تھے اور یہ کتبہ تھا کہ ان
نئے دریافت شدہ ممالک کا جائز بادشاہ فرانسس ہے - اس طرح اس خطہ کے

قبضہ کا دعویدار بنکر پرتگیزی کا جہاز راں یورپ واپس آیا اور ۶ جولائی ۱۵۳۶ء کو سینٹ میلو کے بندرگاہ میں بخیریت تمام داخل ہوا۔

اسپین کے تحقیق کنندگان

غیر معمولی کامیابی نے ہسپانیہ والوں میں مساوی غیر معمولی جوش بھی پیدا کر دیا تھا جس وقت نئی دنیا ظاہر ہوئی تو اکثر بہادروں نے جنھوں نے اندلس کے پہاڑوں میں فرڈی نانڈ کی ماتحتی میں نام پیدا کیا تھا دور دراز ملکوں میں بھی اپنی شہرت تلاش کرنے کے لیے قدم اٹھایا۔ وہ ہتھیار جو جنگ میں مولدین کے خلاف استعمال کیے گئے تھے اور وہ فوجی فرزانگی جو غرناطہ کی فتح میں حاصل ہوتی تھی اب امریکہ کے کمزور باشندوں کے خلاف استعمال کی گئی۔ حرص اور مذہبی جوش کے جذبات عجیب طور پر گڈمڈ ہو گئے تھے اور اسپین کے سورما مغرب کیطرف قدم بڑھائے چلے جارہے تھے گویا وہ نئی صلیبی لڑائیوں میں شرکت فرما رہے تھے جہاں اُن کی پاکیزگی کا انعام بے شمار دولت سے ملنے والا تھا۔ ہسپانیہ والوں میں تعجبات کا بیحد شوق پیدا ہو گیا تھا۔ سمندر کی اولوالعزمیوں نے یورپ کے میدان کو نہایت تنگ اور محدود سمجھکر حقارت کی نظر سے دیکھا جو اُن کے غیر معمولی جذبۂ جاہ پسندی کے لیے بالکل ادنیٰ درجہ کی بات تھی۔ امریکہ عجیب و غریب خطہ تھا جہاں زوردار تخیل عمدہ سے عمدہ کارناموں میں صرف کیا جا سکتا تھا اور جہاں سادہ لوح دیسی باشندے ناواقفیت کے باعث نہایت قیمتی زیورات پہنتے تھے اور صاف و شفاف بہتے ہوے پانی کی برابر برابر بالو ریت پر سونا چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔

ایک بحری مورخ کا بیان ہے کہ ہسپانیہ والوں کو جس طرف بھی کسی پانی سے بلند ہونے والی چیز کی جانب صرف منھ موڑ کر یا کانا پھوسی سے متوجہ کیا جاتا تھا تو وہ اُس طرف بیقرار ہو کر لپکتے تھے اور وہ زیادہ شاندار کامیابی کی توقع میں یقینی اُمور کو فراموش کر دیتے تھے۔ صوبوں کو تلوار کے زور سے حاصل کرنا کسی سلطنت کے مال کو

لوٹ کر آپس میں تقسیم کرنا، کسی قدیم ہندوستانی خاندان کی فراہم شدہ دولت کو چھین لینا
اور کسی مہم سے غلام قیدیوں اور مال غنیمت کو لیکر واپس آنا یہی معمولی خواب تھا جس کو
اسپین کا ہر باشندہ دیکھکر محظوظ ہوتا تھا۔ آرام، دولت، زندگی سب چیزیں اس
قماربازی کی نذر کی گئیں۔ اگر کسی سفر کے نتیجہ خیز ہونے میں شک ہوتا تھا تو بعض اوقات
اس میں وہم گمان سے بھی زائد کامیابی حاصل ہو جاتی تھی لہٰذا یہہ کوئی تعجب کی بات
نہیں اگر یہہ جاہ طلب اشخاص اوہام پرست بھی ہو گئے تھے۔ نئی دنیا اور اس کی دولت
خود اس قدر تعجب خیز تھی کہ فرضی اور خیالی امور بھی قابل یقین معلوم ہوتے تھے لہٰذا
اگر وہ یہہ توقع کرتے تھے کہ قوانین فطرت بھی خود بخود ہم جیسے خوش نصیب و بہادر اشخاص
کی خواہشات کے موافق بن جائیں گے تو کیا بیجا تھا؟

امریگو ویسپوچی کا سفر اور امریکہ کا نام

اگرچہ ویسپوچی کے سفر سنہ ۱۴۹۷ء سے تقریباً تمام نامور مورخین سوائے چند زبردست
اصحاب مثل وارن ہیجن اور جان فسکی کے منکر ہیں تاہم اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اس نے
ایک سفر سنہ ۱۴۹۹ء میں کیا تھا جس کو وہ اپنا دوسرا سفر کہتا ہے۔ اس سفر کا ثبوت ہمارے
پاس موجود ہے کیونکہ ایلانزو ڈی اوجیڈا جو سنہ ۱۴۹۲ء میں کولمبس کے ساتھ تھا اور جو سنہ ۱۴۹۹ء
میں خود چار جہاز لیکر بادشاہ کی اجازت سے گیا تھا اور دریائے اورینیکو پر پہونچ گیا تھا
اس کا ذکر کرتا ہے سنہ ۱۵۱۲ء میں کولمبس کے بیٹے ڈیگو نے بحیثیت وارث حقوق کولمبس
شاہ اسپین کے خلاف چند صوبجات سے مطالبہ حق دریافت کا مقدمہ دائر کیا تھا۔
بادشاہ نے یہہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کولمبس نے صوبجات متنازعہ دریافت
نہیں کیے۔ اوجیڈا نے جو بحیثیت شاہد پیش کیا گیا اپنے سفر سنہ ۱۴۹۹ء کا ذکر کیا اور یہہ
بھی کہا کہ وہ اپنے ہمراہ جوآن ڈی لاکوسا اور "امریگو ویسپوچی اور دیگر جہازرانوں" کو
لیگیا تھا لیکن اوس نے یہہ بیان نہیں کیا کہ ویسپوچی نے دو برس قبل براعظم امریکہ

کی اصلی زمین دریافت کی تھی اگرچہ اُس نے یہہ بھی تسلیم کیا کہ اُس کا سفر ۱۴۹۹ء کو کلمبس کے
۱۴۹۸ء کے تیار کردہ نقشہ جات اور رسائل کے خفیہ استعمال کی وجہہ سے
ممکن ہو سکا۔ نیز ویسپ پچی کے بھتیجے نے جو بروقت سماعت مقدمہ موجود تھا سابقیتِ دریافت
کا کوئی خاندانی دعویٰ پیش نہیں کیا۔

اس طرح اُس کے دعوے کو غلط مان کر یہہ نیا سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ کہ
ویسپ پچی کے دل میں دھوکہ دینے کی نیت تھی یا نہیں۔ جو خطوط اُس کے تحریر کردہ
بتائے جاتے ہیں اُن میں اُس کے چار سفروں کا ذکر ہے جن میں سے دو شاہ اسپین
کی خاطر اور دو شاہ پرتگال کی غرض سے کیے گئے ہیں۔ یہہ خطوط ۱۵۰۷ء میں ایک کتاب
کے ضمیمہ میں شائع ہوئے ہیں۔ مصنف نے متن کی عبارت میں تحریر کیا ہے کہ "دنیا کا
چوتھائی حصہ امریکس نے دریافت کیا ہے لہذا اس نئی دنیا کو امریکس کی زمین یا امریکہ
کہنا چاہیئے" اس کتاب کے مصنف مارٹن والڈ ذی مُلر جس کا عرف ہیلا کومی لس ہے
لفظ امریکہ ۱۵۰۹ء میں عمداً ایجاد کیا تھا لیکن ۱۵۲۲ء میں پٹالومی کے جغرافیہ کے ایک
ایڈیشن میں یہی نام چھاپا گیا۔

اُس وقت سے اس لفظ کی آسانی اور شان نے اس کو دوامی بنا دیا۔ اپنے نام سے نئی دنیا
کے مشہور کرنے میں ویسپ پچی کی کوشش کا سوال بھی ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔ اگر اُس نے وہ
خطوط تحریر کیے تھے جس میں اُس نے اپنے چار بحری سفروں کا دعویٰ کیا ہے اور پہلا سفر سترہ
ماہ قبل کا بتایا ہے اور جس سفر کو وہ دوسرا سفر کہتا ہے ۱۴۹۹ء کا ہے تو اُس کو عمداً فریب
دہی کے الزام سے کسی طرح بری نہیں کیا جا سکتا۔ بایں ہمہ جنوبی امریکہ میں ۱۵۰۳ء میں اہل یورپ
کی پہلی نوآبادی کے قیام کرنے کی عزت کا وہ ضرور مستحق ہے۔ وہ ۱۵۰۸ء میں شاہ فرڈی نانڈ
کے جہاز رانوں کا سردار مقرر کیا گیا اور وہ ۲۲ - فروری ۱۵۱۲ء کو عزت و احترام کی زندگی
بسر کر کے فوت ہوا۔ اس شخص کی زندگی کا موازنہ اگر کولمبس کی حیات سے کیا جائے تو کس قدر

رنج دہ ہے۔ یہہ صرف ایک ماتحت جہازراں تھا اور کولمبس اصلی جہازراں تھا لیکن اس نے اپنی زندگی عیش و آرام سے گزاری اور کولمبس گمنامی اور تکلیف میں مرا۔ حالانکہ امریکہ کا نام کولمبس کے نام پر ہونا چاہیے تھا لیکن یہہ عزت بھی اسی شخص کو حاصل ہوئی۔ ہماری عدالتیں کسی شخص کو ایک ایکڑ زمین بھی بلا ثبوتِ ملکیت نہیں دیتیں لیکن اس شخص کی خوش نصیبی دیکھیے کہ براعظم امریکہ اس کے نام سے بلا ثبوت اور بلا وجہہ موسوم کیا گیا۔

ہسپانیہ کے دیگر تحقیق کنندگان

(سنہ ۱۴۹۹ء سے سنہ ۱۵۱۱ء تک)

ایلانسو نینو نے جو امیر البحر کولمبس کے آخری سفر میں اُس کی ماتحتی میں تھا سنہ ۱۴۹۹ء میں دریافت کی غرض سے ایک بحری سفر اختیار کیا۔ کرسٹابل گیرا تاجر سیول کے ساتھ مل کر اُس نے ایک جہاز تیار کیا اور یہہ دونوں پیریا کے ساحل پر پہونچے۔ اگرچہ اُن کی دریافتیں غیر اہم تھیں لیکن وہ موتیوں اور سونے کی اتنی مقدار اپنے ساتھ گھر لے گئے کہ ان کے ہموطن ایسی ہی مہمات میں شرکت کرنے کے لیے بیچین ہو گئے۔

ونسینٹ پینیز پنیزن نے ارنیز پنیزن کے ساتھ چار ہلکے اور تیز رفتار جہاز بنائے اور گزشتہ سال کے دسمبر میں پیلاس سے امریکہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ کیپ ورڈ جزائر سے رخصت ہو کر ۱۳ جنوری کو جانب جنوب چلا اور وہ پہلا ہسپانوی تھا جس نے خط استوا کے اُدھر قدم رکھا۔ ماہ فروری میں اُس نے ایک راس دریافت کی جو شمالی عرض البلد کے آٹھ درجہ پر تھی اور اُس کا نام کیبو ڈی کنسولیشن رکھا۔ لیکن اب یہہ راس اگسٹائن کہلاتی ہے۔ یہاں اُس کے آدمی اُترے جنھوں نے درختوں اور چٹانوں پر جہازوں کے نام اور تاریخ مع سنہ اور دن کا نام کندہ کیا اور ملک پر تاج کیسٹائل (قشتالونیہ؟) کے نام سے قبضہ کر لیا۔ اگرچہ اُنھوں نے کسی ولیسی آدمی کو وہاں نہ دیکھا تاہم اُن کے نقش قدم اُنھیں ضرور ملے۔ آیندہ شب میں اُنھوں نے بہت سی

آگ چند مقامات پر مشتعل دیکھی چنانچہ صبح کے وقت اُنھوں نے چالیس مسلح آدمی دلیسیوں
سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجے جن میں سے بتیس ۳۲ آدمی جن کے قبضہ میں تیر و کمان
تھے اُن سے آگے آگے گئے۔ ہسپانیہ والوں نے دلیسیوں کو تحفے دیکر بلانا چاہا لیکن وہ
پاس نہ پھٹکے۔ اور پچھلی شب میں اُس جگہہ سے جہاں یہہ دخیل ہو گئے تھے فرار ہو گئے
بعد ازاں اُنھوں نے شمال و مغرب کی طرف روانہ ہو کر دریائے اَمیزان دریافت
کیا۔ اِس بڑے دریا کے دہانہ پر اُنھوں نے بہت سے جزائر مشاہدہ کیے جن کے باشندوں
نے اِن کو فیاضی کے ساتھ بلا خوف و خطر ہاتوں ہاتھ لیا۔ لیکن پِنزن نے وحشیانہ بیرحمی
کے ساتھ اُن میں سے تیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور اُن کو غلاموں کی طرح فروخت
کرنے کے لیے لیگیا۔ ایک دریا کے دہانہ پر پِنزن اور اُس کے جہاز خطرہ میں مبتلا ہونے
والے تھے لیکن وہ وہاں سے جلد فرار ہو کر اوری نیکو اور ٹرینی ڈاڈ پہونچ گئے اِس کے
بعد وہ جزائر کی طرف گیا اور گھر کو روانہ ہو گیا۔ اُس کے تین جہازوں میں سے دو غرق
ہو گئے اور صرف ایک جہاز باقی بچا جس میں وہ اسپین پہونچ گیا۔

پرتگیز کیبرل براویل دریافت کرتا ہے
(سنہ ۱۵۰۰ع)

قبل اس کے کہ پِنزن یورپ پہونچا وہ ساحل جس کو اُس نے دریافت کر لیا تھا
اُس قوم کے قبضہ میں آ گیا جس کو یہہ دیدیا گیا تھا۔ ملک کا وہ زرخیز ضلع جس کی حد تک
پِنزن تھوڑے عرصہ کے لیے قیام پذیر ہوا تھا بہت جلد پورے طور پر دریافت کر لیا گیا
پیڈرو الوریز کیبرل جس کو ایمینل شاہ پرتگال نے تیرہ جہازوں کے ساتھ لسبن
سے جزائر شرق الہند بھیجا تھا بدیں غرض کہ گنی کے ساکت سمندر سے بچکر چلا جائے
اتنی دور چلا گیا کہ خط استوا کے دس ۱۰ درجہ جنوب میں پہونچ گیا۔ وہ کنارے پر چند
روز قیام کر کے اور ملک کی وسعت کو دیکھکر یہہ اندازہ کرنے پر مجبور ہوا کہ یہہ کسی بڑے

برِاعظم کا حصّہ ہے اور اِس صلیب کی وجہ سے جس کو اُس نے نہایت تقدس کے ساتھ نصب کیا اس زمین کو اُس نے مقدس سرزمین کا نام دیا لیکن بعدازاں یہہ برازیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ اُس نے تاج پرتگال کے نام پر اُس پر قبضہ کرکے اُس نے ایک جہاز لسبن روانہ کیا اور اس اہم دریافت کے حالات لکھے اور خود اپنے بحری سفر پر روانہ ہوگیا۔

شاہِ پرتگال نے یہہ خبر پاکر فوراً تمام ملک کی دریافت کے لیے جہاز بھیجے اُنھوں نے اُس کو امریکہ کی زمین پایا۔ اب شاہِ ہسپانیہ اور اُس کے درمیان بحث شروع ہوگئی لیکن چونکہ دونوں قریبی رشتہ دار اور دوست تھے، اس لیے یہہ طے پاگیا کہ شاہِ پرتگال ہی اُس تمام ملک پر جو دریافت ہوا تھا قابض رہے۔ یہہ ملک دریائے امیزاں سے دریائے پلیٹ تک وسیع تھا۔

پرتگال نے اُس وقت یعنی اپنے زمانہ عروج میں اُس عطیہ کا جو پوپ نے اُسے دیا تھا کچھ لحاظ نہیں کیا تھا اور نصف دنیا کے تصفیہ کو جس پر وہ بادل ناخواستہ رضامند ہوگیا تھا اُن تمام دریافتوں کی وجہہ سے جو اسپین نے نئی دُنیا میں کی تھیں اپنے حقوق اور اپنی جائداد پر دست اندازی خیال کرتا تھا۔ اس قومی حسد سے متاثر ہوکر گیسپر ڈی کورٹیریل جو معزز پرتگیزی خاندان سے تھا نئے ممالک دریافت کرنے اور ہندوستان کا نیا راستہ معلوم کرنے کے ارادہ سے لسبن سے روانہ ہوا جس کا ہم بیشتر ذکر کرچکے ہیں اور اُس نے وہ اراضی دریافت کی جس کو اُس نے تجارت کے لیے مناسب سمجھا اور اُس کا نام ٹیرا ڈی لیوراڈور رکھا۔

شاہِ پرتگال نے کیبرل کی دریافت کی خبر سُنکر ملک کی تحقیق و جستجو کے لیئے تین جہاز تیار کئے اور اُسکا افسر اعلیٰ امریگو ویسپوچی کو بنایا جس کو اُس نے سیول سے اسی غرض کے لیے بُلایا تھا۔ وہ مئی سنہ ۱۵۰۱ء میں روانہ ہوئے اور تین مہینے کے سفر

میں سخت طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جنوبی عرض البلد کے پانچ درجہ پر پہونچے پھر وہ شمال کی طرف کنارے کنارے روانہ ہو کر ۳۲ درجہ تک پہونچ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ساحل چھوڑ کر کھلے سمندر میں سفر اختیار کیا یہاں تک کہ جنوب کی طرف وہ ۵۲ درجہ پر پہونچ گئے۔ اُس وقت اُنھوں نے واپسی کو مناسب سمجھا اور ۱۶ مہینے کے سفر کے بعد لسبن پہونچ گئے۔

ہسپانیہ والوں کی مزید دریافتیں

کیڈز سے راڈی جر و ڈی بیسٹی ڈاس نے جان ڈی لا کوسا کی شرکت میں دو جہاز تیار کیے اور وہ مغربی براعظم کا راستہ اختیار کر کے پیریا پہونچا۔ وہاں اُس نے ٹیرا فرما کا صوبہ دریافت کیا۔ اوجیڈا اپنے پہلے دوست امریگو ویس پچی کو لیکر دوسرے سفر پر گیا۔ چونکہ اُسے معلوم نہ تھا کہ بیسٹی ڈاس کس سمت سے اور کہاں گیا ہے اتفاق یہہ ہوا کہ وہ بھی اس ساحل پر اور اُنھیں مقامات پر پہونچ گیا۔ اس کے بعد وہ ہسپانیولا کو روانہ ہو گیا۔

سنہ ۱۵۰۸ء میں جوآن ڈیاز ڈی سولس اور وکیسنٹ ینیز پنزن، سیویل سے دو ہلکے اور تیز جہازوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور برازیل کے ساحل پر پہونچے اور وہاں سے راایو ڈی پلیٹا پر پہونچے۔ جہاں جہاں وہ جاتے صلیبیں قائم کرتے، باقاعدہ قبضہ حاصل کرتے اور اسپین واپس چلے آتے۔ اس سفر میں اُنھوں نے وسیع صوبہ یوکٹن دریافت کر لیا۔ اسی سال سیباشین ڈی اوکیمپو نے اوونڈو کے حکم سے کیوبا کے گرد چکر لگایا اور یقینی طور پر معلوم کیا کہ کولمبس نے جس سرزمین کو براعظم کا جزو سمجھا تھا وہ درحقیقت ایک بڑا جزیرہ ہے۔

سنہ ۱۵۰۹ء میں ڈان ڈیگو پسر کولمبس نے دو سال تک بیکار شاہ فرڈی ناند سے درخواست کی کہ اُس کو اُس کے باپ کے حقوق گورنری وغیرہ واپس عطا کیے جائیں۔

لیکن جب کوئی شنوائی نہ ہوئی تو اُس نے بادشاہ کے خلاف جزائر غرب الہند کی کونسل میں دعویٰ دائر کیا اور کونسل نے اس کو حق گورنری اور دیگر حقوق کو ملبس عطا کر دیے۔ چنانچہ وہ جب اووینڈو کی بجائے ہسپانیولا کا گورنر بنایا گیا تو وہ اُس جزیرہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے ساتھ اپنے چچا، بھائی، بیوی، بچوں اور دیگر شریف عورتوں اور مردوں کو لیگیا۔ نوآبادی میں شریف آدمیوں کے آنے سے رونق ہو گئی۔ بعد ازاں اُس نے بادشاہ کی ہدایات کے مطابق کیوباگوا میں ایک نوآبادی قائم کی جہاں موتیوں کی کثرت تھی اور وہ جلد مالامال ہو گئے اُس نے جان ڈی اسکیوبل کو ستر آدمیوں کے ساتھ جمیکا روانہ کیا جس نے وہاں نوآبادی قائم کر دی۔

ایلانسو ڈی اوجیڈا تین سو سپاہیوں کو لیکر ہسپانیولا سے روانہ ہوا تاکہ برّاعظم میں نوآبادی قائم کرے۔ وہ کارتھیجنا پر اترا لیکن دلیسیوں نے اُسے وہاں سے مار بھگایا۔ اُس نے سینٹ سیباشین پر اور ڈی گونکوسا نے نومبری ڈی ڈالس پر نوآبادیاں قائم کیں لیکن دلیسیوں نے جلد اُن کو منتشر کر دیا۔ قدیم مؤرخین کا بیان ہے کہ اس طرف کے دلیسی باشندے خونخوار اور جنگجو تھے۔ اُن کے تیروں کی سوفار زہرآلود ہوتے تھے جس کا زخم پیغام موت ہوتا تھا۔ ہسپانویوں نے اب پہلے پہل نئی دنیا کے باشندوں سے ڈرنا سیکھا۔

جو لوگ اوجیڈا اور نکوسیا کے ہمراہ برّاعظم کی آبادی کے لیے گئے تھے اُن میں سے اکثر ایک سال کے کم عرصہ میں فنا ہو گئے اور جو چند اشخاص باقی رہ گئے انھوں نے سینٹا میریا میں ایک کمزور نوآبادی قائم کر لی۔ سنہ ۱۵۱۱ء میں ڈان ڈیگو کولمبس نے کیوبا کے جزیرہ کو فتح کرنے اور وہاں نوآبادی قائم کرنے کی تجویز کی۔ ہسپانیولا کے بہت سے ممتاز آدمی اس مہم میں شریک ہوئے۔ ڈیگو ویلاسکز کی ماتحتی میں تین سو آدمی بھیجے گئے

لیکن انھیں آدمیوں کی مدد سے ویلاز کیز نے ایک آدمی کے بھی نقصان کے بغیر جزیرہ فتح کر لیا اور اُس کو سلطنت اسپین کا جزو قرار دیدیا۔ فاتح کو اُس جزیرہ کا گورنر اور سپہ سالار افواج مقرر کیا گیا۔

پانس ڈی لیون فلوریڈا میں
(۱۵۱۳ء)

جوان پانس ڈی لیون نے فلوریڈا دریافت کیا۔ وہ کولمبس کے دوسرے سفر میں اُس کے ساتھ تھا۔ ہسپانیولا کی لڑائیوں میں بھی وہ بہادری سے لڑا تھا اور اووینڈو نے اُس کو اِس جزیرہ کے شرقی حصّہ کی حکومت بھی عطا کر دی تھی۔ اُس نے ایک پہاڑی کی چوٹی سے پورٹوریکو کی شاندار نباتات دیکھی اور اُس کے جی میں آیا کہ اُس جزیرہ کی طرف چل کر وہاں حکومت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ وہ ۱۵۰۹ء میں وہاں پہونچا لیکن چونکہ وہ اپنے انتظام مملکت میں نہایت سخت تھا اس لیئے اُس نے دیسیوں پر بیحد مظالم برپا کیئے۔ بعد ازاں کولمبس کے خاندان کے دعادی کی بنا پر اُس کو پورٹوریکو کی حکومت سے ہٹا دیا گیا۔

پانس پورٹوریکو سے ۳۔ مارچ ۱۵۱۳ء کو تین جہاز لیکر جن کو اُس نے اپنے صرفہ پر تیار کرایا تھا روانہ ہوا۔ وہاں سے وہ گوانا ہنی پہونچا اور اہل بہاما کے درمیان سفر کرتا رہا۔ بعد ازاں ۲۷۔ مارچ کو اُسے خشکی نظر آئی جس کو اُس نے ایک جزیرہ سمجھا اور جس کا نام اُس نے فلوریڈا رکھا تھا۔ لیکن خراب موسم کی وجہ سے وہ اُس کے قریب نہ آسکا۔ آخر کار وہ ایک مقام پر اُترا جو عرض البلد کے ۳۰ درجہ اور ۸ دقیقہ پر یعنی سینٹ آگسٹن کے چند میل شمال میں تھا۔ ۸۔ اپریل کو اس آراضی پر اسپین کا قبضہ قائم کر دیا گیا۔ پانس چند ہفتے تک ساحل کی تحقیق کرتا رہا اگرچہ خلیج کی دھاروں اور جزیروں کی درمیانی نہر (چینل) سے جس کا کچھ حال معلوم نہ تھا جہاز کے غرق ہونے کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔ وہ

پوری کامیابی سے مایوس ہوکر اور اپنے ایک قابل اطمینان ساتھی کو تحقیقات کے کام کو
جاری رکھنے کے لیے چھوڑکر وہاں سے پورٹو ریکو واپس آگیا۔ اگرچہ دلیسیوں نے ہرجگہ
مخاصمت ومخالفت کا پہلو اختیار کر رکھا تھا تاہم اسپین کی تجارت کو خلیج فلوریڈا کی وجہہ
سے ایک نیا راستہ مل گیا اور اسپین کو ایک نیا صوبہ ہاتھ آگیا۔

پانس کو فلوریڈا کی حکومت کا حق سلطنت اسپین نے عطا کردیا لیکن یہہ شرط
بھی لگادی کہ وہ اُس میں نوآبادی قائم کرے۔ جب وہ سنہ ۱۵۲۱ء میں دو جہاز لیکر اپنے
صوبہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے چلا تو ہندوستانیوں نے بڑے شد و مد سے اُن پر
حملہ کیا۔ بہت سے ہسپانوی قتل کردیے گئے اور جو کچھ باقی رہے اُنھوں نے بھاگ کر
جہازوں میں پناہ لی۔ پانس ڈی لیون بھی ایک تیر سے مہلک طور پر زخمی ہوا اور کیوبا
واپس جاکر فوت ہوگیا۔

بلبوا دریافت کنندہ بحر الکاہل

تحقیق کنندگان امریکہ میں واسکو نونیز ڈی بلبوا بھی نہایت قابل آدمیوں میں سے
تھا جو بسٹی ڈاس کے ساتھ پہلے سفر کرچکا تھا۔ اُس نے ہیٹی میں ایک نوآبادی قائم کرلی تھی
لیکن اُس کو مظالم کے الزام میں پھانسی دیے جانے کا حکم ہوگیا تھا کہ وہ فرار ہوگیا اور ایک
جہاز میں روٹی کے ایک پیپے میں چھپکر چلا گیا۔ جب سینٹ سیباسٹین پر انیسیسو اترا تو اُسنے
نونیز کو بھی دیکھا۔ وہ بیحد ناخوش ہوا لیکن جہاز کے خاص آدمیوں نے اُس کی سفارش
کی اور اُسکی جان بچادی۔ سینٹ سیباسٹین پر وہی ایک آدمی تھا جو مایوسی کا شکار نہیں ہوا۔ اُس نے
انیسیسو کی ہمت افزائی کی اور اُسکی کوشش سے جو جہاز کنارہ پر ریت میں دھنس گئے تھے نکالے
گئے جس کے بعد یہہ لوگ ایک قصبہ کیطرف گئے اور دریائے ڈیرین پر جا پہونچے۔ اُنھوں نے وہاں کے
باشندوں پر حملہ کیا اور انھیں مار بھگایا۔ جب یہہ لوگ قصبہ میں پہونچے تو انھوں نے کثرت سے ذخائر دیکھے
سونا و سوتی بھی پائی اور ضرورت کی بہت سی چیزیں دیکھیں۔ اُن کو دس ہزار پونڈ

کی سنہری اینٹیں بھی ملیں چونکہ یہ کامیابی بلبوا کی وجہہ سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ اس لیے اب اُس کی شہرت بہت زیادہ ہوگئی۔ اُس نے اینسی سو کے اختیارات چھین لیے اور اپنی جرأت سے ہسپانیوں کا اعتماد حاصل کرلیا اور سینٹا میریا پر نئی آبادی قائم کی تو نیز بلبوا نے ڈیرین میں بھی اپنی حکومت قائم کرلی۔

اواسط ماہ ستمبر ۱۵۱۳ء میں اُس کو خبر لگی کہ جانب جنوب و غرب وسیع زرخیز ممالک ہیں اور کچھ دور بھی نہیں ہیں۔ وہ سینٹا میریا سے فرانسیس پرازو کو لیکر بعد ازاں ایک مشہور آدمی ہوا اُدھر روانہ ہوگیا اور دیسیوں سے لڑبھڑ کر ۲۵- ستمبر کو ایسے مقام پر پہونچ گیا جہاں سے ایک وسیع سمندر نظر آتا تھا۔ اُس نے اس سمندر کا نام بحر جنوبی رکھا جس کو میگلن نے بعد ازاں بحر الکاہل کا نام دیا۔ اس کے بعد مزید دریافتوں کے خیال کو ملتوی کرکے اُس نے واپس آنا مناسب سمجھا اور وہ سینٹا میریا میں آخر ماہ جنوری ۱۵۱۴ء کو سونا اور جواہرات جو اُس نے جمع کیے تھے لیکر پہونچا۔ یہ مال غنیمت اُس نے سپاہیوں میں تقسیم کیا اور ⅕ حصہ بادشاہ کا علیحدہ نکال کر اپنے گماشتہ کو دیا کہ وہ شاہِ اسپین کی خدمت میں پہونچا دے۔ لیکن بادشاہ بلبوا کے سخت خلاف تھا اور وہاں سے اُس نے پیڈریریس کو بھیجا کہ وہ بلبوا کو معزول کرے اور خود اُس کے عہدہ پر قابض ہوجائے۔ پیڈریریس کے ہمراہ اینسی سو بھی تھا جو بلبوا کا دشمن تھا۔ اگرچہ پیڈریریس نے انتظام میں کوئی خرابی نہیں دیکھی لیکن بادشاہ کے حکم کے مطابق اُس نے بلبوا کو قید کرلیا اور اُس کے خلاف شاہ اسپین کو غلط امور تحریر کیے لیکن پیڈریریس کے ہمراہیوں میں کچھ منصف مزاج اشخاص بھی تھے۔ اُنھوں نے صحیح صحیح حالات بادشاہ کو تحریر کیے جس پر فرڈیننڈ نے اُس کو ماتحت گورنر مقرر کردیا اور پیڈریریس کو ہدایت کی کہ وہ بھی اُس کے مشورہ سے کام کیا کرے۔ مگر اس نے بادشاہ کے احکام کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور دیسیوں پر اس قدر مظالم کیے کہ آخرکار تمام دیسی لوگ

ہسپانیہ والوں کے خلاف شورش و بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ آخرکار ایک پادری نے مداخلت کر کے بلبوا کو قید سے نجات دلائی اور اُس کی رائے اور عمدہ برتاؤ سے امن و امان قائم ہوا۔ اسکے بعد جنوب کے سمندر میں ایک شہر کی بنیاد ڈالی گئی جسکا نام پیڈریرس رکھا گیا لیکن پیڈریریس نے یہ الزام لگا کر بلبوا کو قتل کرا دیا کہ اُس نے شہر کی تعمیر میں شاہ اسپین کے مملوکہ درخت جنگل سے کاٹے اور اس طرح اُس نے شاہ اسپین کی ملکیت پر قبضہ کر کے دغا بازی اور سرکشی کی بنیاد ڈالی۔ اگرچہ پیڈریریس کے مظالم کی کوئی انتہا نہ رہی اور ایک پادری کے قول کی مطابق اسپین سے امریکہ میں ایک شخص بھی اُس سے زیادہ ظالم اور جفاشعار نہیں بھیجا گیا تاہم وہ بادشاہ کی اجازت اور خوشنودی کی بنا پر کئی سال تک لوگوں کو اپنی ناانصافی اور سنگدلی و بیرحمی کا شکار بناتا رہا۔ بلبوا قتل کے وقت (۱۵۱۷ء میں) چالیس سال کا تھا اور اُس نے ان فاتحین اسپین میں سب سے زیادہ اسپین کی خدمت گذاری کی تھی۔ اب پیڈریریس نے نپاما کا رُخ کیا اور وہاں ایک محل بنوایا۔ اُس نے دیسی فرقوں اور اُن کے سرداروں سے دشمنی پیدا کر کے بہت سی جانیں ضائع کرائیں اور ایک دیسی سردار اراکا سے دشمنی مول لیکر ہسپانیہ والوں کی اتنی تعداد ضائع کرائی کہ کورٹیز نے میکسکو کی فتح میں اس قدر آدمی جنگ کی نذر نہیں کیے تھے۔ پیڈریرس کی ماتحتی میں ہرنینڈز نے نکاراگوا کے ملک کو دریافت کیا تھا اور یہی اُس کے زمانہ میں ایک کارنمایاں انجام پذیر ہوا۔ لیکن اُس نے ہرنینڈز کو بھی بغاوت کے الزام میں قتل کرا دیا اور ان مظالم کی بادشاہ اسپین نے اُس سے کبھی کوئی بازپرس نہ کی۔

ہرنینڈز گری جالوا اگیرے اور ناروینر

ہرنینڈز ڈی کارڈوا نے یوکٹن کا صوبہ اور خلیج کیمپیچی ۱۵۱۷ء میں دریافت کی تھی۔ ایک ایسے مقام پر جہاں وہ پانی لینے کی غرض سے اُترا اُس کی جماعت پر

یکایک حملہ ہوگیا اور خود اُس کے کاری زخم آیا۔ وہ جہاز راں جس کو ہرنینڈیز نے ملازم رکھا تھا دوسرا دستۂ فوج لیکر اُسی ساحل پر ۱۵۱۸ء میں پہونچا۔ اس طرح جو علم پہلے حاصل ہوا تھا اُس میں اور اضافہ ہوگیا اور گری جالوا نے جو سردار جہاز تھا یوکٹن سے پنیوکو تک تمام اُمور کی تحقیق کی۔ سونے کے ڈھیر جس کو اُس نے جمع کیا، مونٹی زوما کی سلطنت کی وسعت اور دولت مندی کی افواہیں جن کی تصدیق اُن قیمتی تحائف سے ہوتی تھی جو بے پروائی کے ساتھ دیسیوں نے اُنھیں دیے تصور دولت کے لیے کافی تھیں اور کورٹیز کو اپنی مہم کے لیے مسالہ مل گیا۔

جب گری جالوا میکسیکو کی فتح کا رستہ کھول رہا تھا تو امریکہ کے ساحل کی تحقیقات ٹورٹوگاز سے پنیوکو تک ایک اور مہم نے بھی اگرچہ غور سے نہیں بلکہ سرسری طور پر کی اور اُس کا سردار فرانسیس گیرے جمیکا کا گورنر تھا۔ اب خلیج میکسیکو کی عام حدود معلوم ہوگئی تھیں گیرے کو دیسیوں کی شدید مخالفت سے بھی سابقہ پڑا لیکن یہ خطرہ بھی اُس دشمنی اور رقابت کے مقابلہ میں جو اُس کے ہموطنوں نے خود اُس کے ساتھ برتی کم تباہ کن ثابت ہوا۔ اسپین کے جاہ طلب اشخاص اپنی قربت میں کوئی آزاد ہمسایہ پسند نہیں کرتے تھے گورنر جمیکا جس نے بعد ازاں کورٹیز سے بھی پنیکو کے تصرف کی بابت جنگ کی اُن کے خلاف کمربستہ ہوکر لڑا اور آخر کار وہ مفلس ہوکر بدنامی کی موت مرا۔

غلاموں کی تلاش نے ہسپانیہ والوں کو شمال کی طرف پھر دوڑا اور پہونچا دیا۔ ڈی آیلن نے سانٹو ڈومنگو سے ۱۵۲۰ء میں دو جہاز تیار کیے تاکہ اُس کی کاشت اور معدن کے لیے مزدور بہم ہو سکیں جزائر بہاماز سے وہ جنوبی کیرولینا تک پہونچا جو اس ملک کو چکورا کہتے تھے۔ دریائے کمباہی کا نام دریائے جورڈن اور ایک راس کا نام سینٹ ہلینا رکھا گیا۔ اب تک اس نواح کے دیسی لوگ فرنگیوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے تھے۔ لہذا اُن کو جہاز دیکھنے کے لیے بلایا گیا۔ وہ خوشی خوشی آئے

اور اُن سے جہازوں کے تختے پر ہو گئے۔ فوراً جہازوں نے لنگر اٹھا دیا۔ بادبان کھول دیے گئے اور سانٹو ڈومنگو کی طرف چل دیے شوہر بیویوں سے علیحدہ ہو گئے اور بچے اپنے والدین سے جدا ہو گئے۔ اس جرم سے کچھ نفع بھی نہ ہوا۔ اور اس کی سزا قدرت نے اُن کو دی چنانچہ واپسی کے وقت اُن میں سے ایک جہاز غرقاب ہو گیا اور ان مجرموں کے ساتھ بہت سے بیگناہ بھی نذر طوفان ہو گئے اور دوسرے جہاز کے بہت سے قیدی بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔

اِن واقعات سے یورپ کے لوگوں کی حالت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ ویلسکیز نے اسپین کی واپسی کے وقت اپنی مہم کی بہت تعریف کی اور اپنے آپ کو انعام شاہی کا مستحق قرار دیا۔ لطف یہہ ہے کہ چارلس پنجم نے بھی اُس کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ اُس زمانہ میں اسپین کا فرمانروا ایک قسم کا عہدہ دیا کرتا تھا جس کو سیڈولا کہتے تھے اِن لوگوں کو نہ صرف صوبجات بطور جاگیر عطا ہوتے تھے بلکہ ایسے ممالک بھی اُن کو تقسیم کر دیے جاتے تھے جو بعد ازاں مفتوح کیے جائیں۔ اور ڈی ایلن کو اُس کی خواہش کے مطابق چکورا کی تسخیر کا کام ۱۲- جون ۱۵۲۳ء کو دیا گیا۔

یہہ نیا اور زیادہ بڑا کام اُس کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ اُس نے اپنی دولت اس سفر کی تیاری میں ضائع کر دی۔ دریائے جورڈن میں اُس کا سب سے بڑا جہاز کنارہ پر دھنس گیا۔ اُس کے بہت سے ساتھیوں کو دیسیوں نے قتل کر ڈالا جو اِن لوگوں کے مظالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے تھے۔ وہ خود وہاں سے جان بچا کر بھاگا لیکن اُس کو اِس خیال سے کہ اُس نے کوئی کام قابل یادگار نہ چھوڑا سخت رنج رہتا تھا اور وہ ۱۸- اکتوبر ۱۵۲۶ء کو موت کا شکار ہو گیا۔

جاہ طلبی سے بحری تحقیقات کی خواہش بالکل فنا نہیں ہو گئی تھی جب کورٹیز میکسیکو فتح کر چکا اور شاہ اسپین کی مرحمت خسروانہ کے حصول کی تدابیر پر غور و خوض

کرنے لگا تو اُس نے شمالی و مغربی رستہ کی دریافت کو حل کرنا چاہا۔ یہہ مسئلہ اب تک نہایت دلیر اور مستقل مزاج جہاز رانوں کے لیے لاینحل تھا۔ وہ رستہ کی موجودگی کو مسلّمہ جانتا تھا اور امریکہ کے سواحل پر بحر ظلمات اور بحر الکاہل کی راہ سے اُس نے یہہ توقع کی کہ وہ اس دریافت کو تکمیل تک پہونچا سکے گا جس کے رستہ کی رہنمائی سیباشٹین کیبٹ نے کی تھی لیکن اُس نے اپنے اس ارادہ کو کبھی عملی لباس پہنایا۔

البتہ اسٹیفن گومز نے ۱۵۲۵ء میں اُس طرف کا رُخ کیا۔ یہہ ایک تجربہ کار پرتگیزی بحری افسر تھا اور میگلن کے ہمراہ اُس کے پہلے یادگار سفر میں جو اُس نے بحر الکاہل کا رستہ معلوم کرنے کے لیئے کیا تھا گیا تھا۔ ہندوستان کا شمالی رستہ دریافت کرنے کی اُمید میں گومز کو جانے کی اجازت دی گئی۔ اگرچہ اس دریافت کے لیے بیکار کوشش کی جاتی تھی لیکن اب تک عام طور پر اس قسم کے رستہ کی موجودگی کا سب کو یقین تھا اُس کا جہاز نیو یارک اور نیو انگلستان کی خلیجوں میں داخل ہوا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اُدھر کسی رستہ کا سُراغ نہیں لگتا تو اُس نے ناکامی کے خوف سے اپنے جہاز کو مضبوط ہندوستانیوں سے بھر لیا اور اُن کو غلاموں کی طرح فروخت کرنے کے لیے لے آیا۔ توقعات نہایت شاندار تھیں اور نتیجہ قابل نفرت اور مضحکہ خیز نکلا۔ اب ہسپانیہ والوں نے سرد شمالی کی طرف جانے کو حقارت سے دیکھا اور صرف جنوب کی طرف اپنی بے انتہا دولت تلاش کرنے لگے۔ چنانچہ فلوریڈا کی فتح کا سوال درپیش ہوا۔ نردیز نے فلوریڈا کی فتح کا بیڑا اٹھایا۔ یہہ وہی شخص تھا جس کو کیوبا کے گورنر نے کورٹیز کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا اور جس کو باسانی شکست ہو گئی تھی۔ اگرچہ اُس کی یہہ مہم بھی اسی قدر ناکام رہی جس قدر کہ اُس کی کوشش کورٹیز کے خلاف رہی تھی لیکن یہہ مہم اپنی تکالیف و مصائب کے لحاظ سے زیادہ قابل یادگار رہے۔ تین سو آدمیوں میں سے جن میں اسّی سوار تھے صرف

چار پانچ آدمی بمشکل تمام سالہا سال کے بعد ۱۵۳۶ء میں خشکی کی راہ سے میکسیکو پہونچے عجیب غریب علاج، قدرتی نباتات اور مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے قصّے غیر مضرت رسان جھوٹ تھے لیکن فلوریڈا کی نسبت اُن کا یہ ظاہر کرنا کہ دنیا میں سب سے زیادہ دولتمند ملک ہے نہایت خطرناک تھا کیونکہ اُن کی اِس بات کو سب نے یہاں تک کہ جو لوگ پیرو اور میکسیکو کی دولت بھی دیکھ چکے تھے یقین کرلیا۔

دریائے مسیسپی کی طرف سوٹو کا کوچ

دولت کے اس مبالغہ آمیز قصّے نے فرڈی نانڈ ڈی سوٹو پر عجیب و غریب اثر کیا۔ وہ زیر بیرا کا باشندہ تھا اور اب ایک جاہ طلب درباری ہوگیا تھا۔ اُس نے خود بھی نئی دنیا میں دولت اور نام پیدا کرلیا تھا۔ وہ پیرو کی فتح میں پیزارو کا دست و بازو رہا تھا اور اب اسپین میں اپنی دولت کی نمائش کی غرض سے متمکن تھا۔ ایک ممتاز امیر کی لڑکی سے اُس کی شادی بھی ہوگئی تھی اور چارلس پنجم بھی اس پر مہربان تھا سوٹو کی آرزو تھی کہ وہ کورٹیز سے شان و شوکت میں اور پیزارو سے دولت میں سبقت لیجائے چنانچہ اُس نے بادشاہ سے اجازت طلب کی اور اُس کو جزیرۂ کیوبا کا گورنر مقرر کرکے حکم دیا گیا کہ وہ فلوریڈا کے ملک کی تحقیق و دریافت کرے۔ جب اسپین میں اس مہم کی شہرت ہوئی تو بہت سے لوگ رضاکاروں کی طرح آکر شامل ہوگئے جن میں سے اکثر شریف النسل اور متمول لوگ تھے۔ جہازوں کا بیڑہ بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ سواحلِ اسپین سے روانہ ہوا۔ اس روانگی سے قبل کیوبا سے ایک جہاز فلوریڈا روانہ کردیا گیا تھا تاکہ وہ کسی بندرگاہ کا پتہ لگائے۔ جب یہ مہم کیوبا پہونچی تو بہت خوشیاں منائی گئیں۔ بعدازاں نئی بیوی کو کیوبا کی فرمانروا بنا کر سوٹو سواحل فلوریڈا کی طرف روانہ ہوگیا۔ پندرہ روز کے سفر کے بعد یہ مہم فلوریڈا کے ساحل پر اُتری۔ دو سو اور تین سو کے درمیان تو صرف گھوڑے ہی تھے۔

اب جاہ طلبوں کی وحشیانہ کوچ شروع ہوئی۔ سپاہیوں کے علاوہ بہت سے سوار تھے جو سرتاپا مسلح تھے۔ پیرو اور میکسیکو کی مہموں میں بھی اس قدر فوج شریک نہیں ہوئی تھی۔ پہلے موقعوں پر جن جن چیزوں کی ضرورت محسوس ہوئی تھی اب وہ سب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ قیدیوں کے لیے بیڑیاں اور بھٹی کے لیے ضروری سامان سب کچھ مہیا کر لیا تھا اور خونخوار کتے بھی کمزور دیسیوں کے ہلاک کرنے کے لیے موجود تھے۔ جہاں کہیں انھیں کسی سردار کی سکونت کا حال معلوم ہوتا وہ سب وہاں پہونچ جاتے لیکن سونے کی بجائے انھیں خاک کا ڈھیر ملتا۔ اسی طرح سفر کا مناسب وقت ختم ہو گیا اور ان کو کامیابی کی کوئی شکل نظر نہ آئی۔ اگلے سال سنہ ۱۵۴۱ء کے موسم بہار میں ان آوارہ گردوں نے پھر اپنا کوچ شروع کیا۔ دولت اور سونے کے بھوکے جارجیا کی وادیوں سے بھی گزر کر دریائے اوچی چی پر پہونچ گئے۔ وہاں ان لوگوں کو گوشت اور نمک کی کمی محسوس ہونے لگی۔

اب تک یہ لوگ شمال کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ اس نواح کے باشندے غریب اور شریف تھے۔ ان لوگوں نے وہاں چند مہینے قیام کیا۔ یہ مقام خلیج موبائل کی وادی کہلاتا ہے۔ لیکن شمال کی طرف پہاڑ ناقابل گزار ثابت ہوئے اور سونے اور تانبے کی کانیں ہر چند تلاش کی گئیں مگر کچھ نہ ملا۔ آخر ماہ جولائی میں ہسپانیہ کے باشندے کوسا میں پہونچے اور ۱۸۔ اکتوبر کو جانب جنوب مقام ٹکالوسا میں پہونچے۔ اب ہسپانیہ والے میدانوں میں رہتے رہتے گھبرا گئے اور اس لیے انھوں نے ایک قصبہ پر قبضہ کرنا چاہا لیکن ہندوستانیوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس پر ہسپانویوں نے تمام قصبہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور دو ہزار پانسو ہندوستانیوں کو تہ تیغ کر دیا جلا دیا یا دھوئیں سے دم گھونٹ دیا۔ ہندوستانیوں نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا تھا اور اگر ان کے مکانات نہ جلائے جاتے تو وہ ہسپانیوں پر غالب آ جاتے، اگرچہ ہسپانیوں کا بھی

سب سامان آگ سے جل کر خاکستر ہنگیا تھا۔

اسی اثنا میں کیوبا سے آوکس پر جس کا نام اب ہین سیکولا ہے جہاز آگئے۔ سوٹو نے ارادہ کیا کہ جب تک وہ کوئی مالدار ملک نہ دریافت کریگا اس وقت تک اپنے متعلق کوئی اطلاع نہ بھیجیگا۔ ۱۸۔ نومبر کو سوٹو پھر شمال کی طرف بڑھا۔ اُس کی فوج کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف پانسو رہ گئی تھی۔ وہ ایک مہینے کے عرصہ میں چکاسا پہونچا یہ قصبہ ریاست مسیسپی کے بالائی حصہ میں واقع تھا۔ موسم سخت تھا اور برف باری شروع ہوگئی تھی۔ ہسپانویوں کو بمشکل غذا دستیاب ہوتی تھی۔ اور وہ ویران قریہ کے چھوٹے چھوٹے مکانات میں جاڑے کا موسم بسر کرتے تھے۔ تاہم پیرو جیسی کانیں یہاں کہاں تھیں اور وحشیوں کے بدن پر سونے کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ اُن کی دولت صرف غلہ کی پیداوار اور اُن کے شاہی مکانات اُن کے جھونپڑے تھے۔ جب موسم بہار شروع ہوا تو سوٹو نے حسب معمول باربرداری کے لیے اُن کے سردار سے دو سو آدمی طلب کیے۔

ہندوستانیوں نے پہرہ داروں کو چکمہ دے کر خود اپنے گاؤں میں آگ لگادی جس میں ہسپانیہ والے مقیم تھے۔ اگر ہندوستانی اُس وقت خاموشی کے ساتھ ہسپانیہ والوں پر حملہ کر بیٹھتے تو وہ ضرور کامیاب ہوجاتے کیونکہ ہسپانیہ والوں کے ہتھیار یا خراب ہوگئے تھے یا آگ میں پگھل گئے تھے لیکن اُن کے دل میں اسپین کے فولادی ہتھیاروں کا ایسا خوف بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ایک ہفتہ تک خاموش رہے اور جس وقت انھوں نے ہسپانیہ والوں پر حملہ کیا تو یہ لوگ بالکل تیار ہوگئے تھے اور اپنے ہتھیار از سر نو بنا چکے تھے۔

اِن مصیبتوں کے باوجود سوٹو نے ہمت نہ ہاری اور کسی اور متمول ملک کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ اب یہ قافلہ جانب غرب راہی ہوا اور ایک ہفتہ کے بعد

دریائے مسیسپی کے قرب میں پہونچا سوٹو پہلا یوروپین تھا جس نے دریا کا نظارہ کیا اور اس دریا نے تین سو برس کے عرصہ میں آجتک اپنا رُخ نہیں بدلا اور اسی حال سے جاری ہے جس میں سوٹو نے اُس کو پایا تھا۔ وہاں کے دیسی لوگ ان کا تماشا دیکھنے آئے لیکن وہ دریا کی دوسری جانب تھے اور اُن کی زورقیں اس قابل نہ تھیں کہ وہ اُن میں گھوڑوں کو سوار کرکے دریا پار لیجا سکتے۔ مجبوراً انھوں نے کشتیاں تیار کیں اور ایک مہینہ کے بعد ماہ مئی میں ہسپانوی لوگ دریا کے دوسرے کنارہ پر اُترے۔

سوٹو نے اُدھر پہونچکر ایک جماعت اس سرزمین کی تحقیقات کے لیے روانہ کی جس کی بابت اُس کو یہ معلوم ہوا کہ وہاں کی آراضی نہ قابل کاشت ہے اور نہ آباد ہے۔ بلکہ وہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ شکار پر زندگی بسر کرتے ہیں لہذا سوٹو وہاں سے مغرب اور شمال مغرب کی طرف بڑھا۔ غالباً وہ دو سو میل سے زائد فاصلہ تک بڑھتا چلا گیا اور اُس نے اِس حصّہ ملک میں ان لوگوں کو دیگر وحشیوں کی نسبت کسی قدر تہذیب یافتہ پایا کیونکہ یہ کاشت کرتے تھے اور مکانات میں رہتے تھے اور پیداوار پر نہ کہ شکار پر اپنی گزران کرتے تھے۔ ہسپانیہ والوں نے اُن کے ساتھ بھی وہی برتاو کیا جو اوروں کے ساتھ وہ کرتے آئے تھے۔ یعنے اُن کو غلام بنایا اور ذرا سے شبہہ پر بیسیوں دلسیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے بعض ناکام رستہ بتانے والوں کو وہ آگ میں جلا ڈالتے اور کتّوں سے پھڑوا ڈالتے۔

اگلے سال ۱۵۴۲ء کے موسم بہار میں سوٹو نے ارادہ کیا کہ دریائے واشٹا کے سنگم کی طرف چلنا چاہیئے۔ اور اُدھر سمندر کا حال معلوم کرنا چاہیئے جب وہ اُس طرف بڑھا تو دلدلوں میں پھنس گیا آخرکار ۱۷۔ اپریل کو وہ ایسے صوبہ میں پہونچا جہاں دریائے واشٹا دریائے مسیسپی میں گرتا ہے۔ وہاں پہونچکر اُس نے دیسیوں کے

سردار سے دریافت کیا کہ یہاں سے سمندر کس قدر فاصلہ پر ہے۔ آخر الذکر نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اول الذکر نے پھر سوال کیا کہ دریا کا کنارہ آباد ہے یا نہیں تو آخر الذکر نے جواب دیا کہ دریا جانب جنوب غیر آباد ہے۔ اُس نے یقین نہ کیا اور اپنے آٹھ آدمیوں کی ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ تحقیق کرے کہ ملک کی کیا حالت ہے یہ جماعت آٹھ دن میں صرف تین۳ میل طے کر سکی۔ ادھر گھوڑے اور آدمی برابر مرتے جا رہے تھے۔ اور دیسی لوگ خطرناک دشمن نظر آتے تھے۔ آخر کار سوٹو انھیں تفکرات میں مبتلا ہو کر بیمار پڑ گیا اور راہ عدم کو چل بسا۔

سوٹو کے رفقاء کی واپسی

(۱۵۴۲ء)

دریائے مسیسپی کا دریافت کنندہ اُس کے پانی کے نیچے سو رہا ہے اُس نے سونے کی تلاش میں براعظم کے بہت بڑے حصہ میں سفر کیا لیکن بجز اپنے مدفن کے وہ کوئی قابل الذکر چیز نہ پا سکا۔

سوٹو کے رفقاء نے اب بغیر تاخیر نیو اسپین پہونچنے کا ارادہ کیا۔ بعض کہتے تھے کہ دریائے مسیسپی کی راہ سے خلیج میکسیکو میں داخل ہوں اور بعض کا یہ خیال تھا کہ خشکی کی راہ سے میکسیکو پہونچنا چاہیئے۔ آخر کار دریا کی راہ سے سفر کرنا مناسب سمجھا گیا، چنانچہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیار کی گئیں اور اُن میں یہ جماعت سوار ہو کر پچاس دن سے زائد عرصہ میں خلیج میکسکو میں پہونچی اب اس جماعت کے آدمیوں کی تعداد گھٹ کر صرف تین سو گیارہ رہ گئی تھی جب کہ وہ دریائے پینیوکو میں داخل ہوئی۔

کورونیڈو کا بڑا سفر

جس وقت سوٹو اپنا کوچ کر رہا تھا اُسی وقت اور قریب قریب اُسی حصہ ملک میں خوب تیار شدہ اور مکمل فوج کے ساتھ فان کیزڈی کورونیڈو بھی سفر کر رہا تھا۔ اگرچہ

سوٹو کو اپنے اس ہم وطن کا کوئی علم نہ تھا لیکن کورونیڈو کو سوٹو کے کوچ کی اطلاع تھی اور اُس نے قاصدوں کے ذریعہ سے باہم ملاقات بھی کرنی چاہی لیکن اتفاق سے قاصد سوٹو کو کبھی نہ ملے۔

سنہ ۱۵۳۰ء میں یعنی کورٹیز کی فتح میکسیکو کے دس برس بعد ہسپانیہ والوں سے شمالی سات بڑے شہروں کے قصے بیان کیئے گئے اور یہہ کہا گیا کہ ان شہروں میں سونا اور چاندی بافراط ملتا ہے۔ چنانچہ نونو ڈی گزمین چار سو ہسپانویوں اور بیس ہزار ہندوستانیوں کو لیکر میکسکو سے ان سات شہروں کی تلاش میں نکلا جن کو اُس نے اپنے نزدیک صرف چھ سو میل کے فاصلہ پر خیال کیا تھا۔ لیکن جب اُس نے اپنا سفر شروع کیا تو یہہ شہر اُس سے دُور ہی ہوتے گئے یہاں تک کہ وہ مایوس ہوکر اپنا کمپاسٹیلا سے واپس آگیا جہاں اُس نے صوبہ نیو گیلیشیا قائم کردیا تھا۔ بعد ازاں اُس کو مینڈوزا نے صوبہ کی حکومت سے معزول کردیا اور اُس کی جگہ یہہ فرانسسکو ویس کیزڈی کورونیڈو کو بھیجدیا۔

ماہ فروری سنہ ۱۵۴۰ء میں کورونیڈو، فرے مارکس کو ساتھ لیکر سبولا کے سات شہروں کی تلاش میں روانہ ہوا اور اپنے ہمراہ تین سو ہسپانوی اور آٹھ سو ہندوستانی لیگیا یہہ مہم بھی سخت ناکام رہی۔ بڑے شہر ہونے کی بجائے سبولا صرف ایک قریہ نکلا جس میں دو سو آدمی رہتے تھے۔ کورونیڈو نے چٹان پر واقع ہونے کی بہت مشابہت کی وجہہ سے اِس کا نام غرناطہ رکھا۔ اُس کا بیان ہے کہ سبولا کل ضلع کا نام تھا کسی خاص مقام کا نام نہ تھا۔

کورونیڈو تین برس تک ادھر اُدھر سرگردان پھرتا رہا۔ اُس کے بہت سے ہمراہی موت اور بھوک کے شکار ہوگئے لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار وہ دریائے مسوری تک پہونچا جب دریا ناقابل گزر ثابت ہوا تو مجبوراً وہ وہاں سے واپس ہوا۔

لیکن افسوس ہے کہ واپسی پر اُسکو نیوگیلیشیا کی گورنری سے بھی معزول کردیا گیا۔

انگریزوں کی تحقیقات: فرابشر کے تین بحری سفر

۱۵۲۷ء میں رابرٹ تھارن جو برسٹل کا ایک متمول سوداگر تھا اور سیول میں عرصہ تک قیام پذیر رہا تھا ہسپانیہ والوں کی طرح بحری سفر کا شائق تھا۔ اُس نے ہنری ہشتم کو اس بات پر آمادہ کیا دو جہازوں کا ایک بیڑہ روانہ کیا جائے جو شمالی قطب تک کی بھی دریافت کرے۔ یہہ مہم ۲۰۔ مئی ۱۵۲۷ء کو دریائے ٹیمس سے روانہ ہوئی۔ لیکن اس مہم کے متعلق صرف اس قدر علم ہے کہ ان جہازوں میں سے ایک جہاز نیوفاؤنڈلینڈ کے شمال میں غرق ہوگیا تھا اور دوسرا جہاز واپس نہیں آیا۔ ۱۵۳۶ء میں ایک شخص ہور نامی نے جو لندن کا باشندہ تھا، امریکہ کے شمالی و غربی حصہ کی دریافت کے لیے سفر کیا۔ ان ایک سو بیس[۱۲۰] اشخاص میں سے جو اُس کے ہمراہ گئے تھے تیس[۳۰] اصحاب وکلاء اور ملازمین عدالت تھے۔ یہہ سفر نہایت تباہ کن ثابت ہوا۔ جب یہہ لوگ نیوفاؤنڈلینڈ پہونچے تو کھانے پینے کے ذخائر ختم ہوگئے اور یہہ بھوکے مرنے لگے۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک دوسرے کو مار کر کھانے لگا۔ آخرکار ایک فرانسیسی جہاز جو ساحل پر لنگر انداز تھا ایک ترکیب سے اُن کے قبضہ میں آگیا اور اُس کے ذریعہ سے وہ اپنے گھر واپس پہونچ گئے۔ ہنری ہشتم نے فرانسیسوں کے نقصان کی تلافی کردی اور ان لوگوں کی زیادتی کو جو بدرجۂ مجبوری ان سے سرزد ہوئی تھی معاف کردیا۔

انگلستان کی خارجی تجارت سولھویں صدی میں مشکل سے بلدان فلیمش آئس لینڈ اور نیوفاؤنڈلینڈ کے سواحل کے سوا اور کہیں تھی۔ لیکن سیبا شین کیبٹ کی موجودگی اور صلاح سے اہل انگلستان نے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ چنانچہ ۱۵۵۳ء میں اُس کی صلاح اور ہدایت کے مطابق ایک بحری سفر کیتھے کے شمالی و مشرقی رستہ کی

دریافت کے لیے کیا گیا۔ اور اس مہم کے لیے تین جہاز مہیا کیے گئے۔

کم از کم تین مرتبہ اور غالباً صرف کیبٹ ہی نے تین مرتبہ شمالی و جنوبی رستہ کی دریافت کے لیے بے فائدہ کوشش کی تھی۔ اس مرتبہ شمالی و مشرقی رستہ کی تجویز کی گئی۔ یہہ خیال کیا گیا کہ وہ لاپ لینڈ کی شمالی راس سے گذر کر کیتھے کے متمول ملک میں جا پہونچیں گے، لیکن تینوں جہاز ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک جہاز ولوبی کے ماتحت تھا جس کا انجام نہایت افسوسناک ہوا اور دوسرا جہاز چانسلر کے زیر فرمان تھا جس سے نہایت عمدہ نتیجہ برآمد ہوا۔ یہہ جہاز آرچینگل کے بندرگاہ میں پہونچ گیا اور ۱۵۵۴ء میں روس کا ملک دریافت ہو گیا۔ اس عظیم الشان سلطنت سے بحری تجارت بھی شروع ہو گئی۔ روسی قوم جو نہایت قدیم اور بقیہ یورپ سے علیحدہ تھی اب سیاسی امتیاز کے ساتھ بیدار ہو گئی اور اس دریافت کے تقریباً گیارہ سال بعد ریاستہاے متحدہ امریکہ میں بھی پہلا شہر تعمیر ہو گیا۔ یہہ تبدیلیاں بہت جلد واقع ہوئیں۔ موجودہ زمانہ کی ایک بڑی قوم کا حال مغربی یورپ کو صرف سولھویں صدی میں معلوم ہوا اور دوسرا بڑا براعظم جس میں ایک بھی فرنگی نہ تھا از سر تا پا گورے چمڑے کے لوگوں سے آباد ہو گیا۔

ملکہ ایلزبیتھ کے استقلال سے اُس کی رعایا میں بحری مہمات کا شوق روز افزوں ہوتا رہا۔ ملکہ نے اپنی بحری طاقت کو مستحکم کیا۔ اسلحہ اور بارود کے سامان کو مہیا کیا اور انگلستان میں جہازوں کی ساخت کی ہمت افزائی کی۔ روس اور افریقہ کے ساتھ تجارت کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ نیوفاؤنڈلینڈ کے سواحل اور خلیجوں میں ہر سال انگریزی جہاز تین سو سے پچاس تک آتے جاتے رہتے تھے۔

مارٹن فرابشر نے متواتر پندرہ سال تک اس بات کی کوشش کی کہ ایک

مہم اُس کی ماتحتی میں روانہ کی جائے لیکن وہ ناکام رہا۔ آخرکار ارل آف واروک نے دو چھوٹے جہاز اس کو فراہم کرکے روانہ کردیا۔ اور یہہ چھوٹی مہم ۸۔ جون ۱۵۷۶ء کو لندن سے روانہ ہوئی۔ فرابشر لیبروڈار کے سواحل پر پہونچا۔ بعدازان خلیج ہڈسن کے شمالی داخلہ پر گیا۔ اب وہ امریکہ کے مجمع الجزائر میں تھا یعنی عرض البلد کے ۶۳ درجہ اور ۸ دقیقہ پر۔ لیکن اُس کو یہہ خیال ہوا کہ اُس کا مقصد حاصل ہوگیا یعنی جانب جنوب جو خشکی ہے وہ امریکہ ہے اور جانب شمال برّاعظم ایشیا واقع ہے اور یہہ آبنائے بحرالکاہل کے وسیع سمندر میں پہونچا دیتی ہے۔ اگرچہ فرابشر کا سفر بھی ناکام رہا تاہم فرابشر قابل تعریف شخص ہے جس نے دریافت کے اس غیر معلوم مقصد کی طرف سب کو متوجہ کردیا۔ وہ ایک جزیرہ پر اُترا تھا ممکن ہے برّاعظم کے ساحل پر اُتر گیا ہو۔ اُس نے کچھ پتھر اور سنگریزے جمع کیے اور دیسیوں میں سے ایک شخص کو پکڑ لیا تاکہ اُسے اپنے ملک میں بطور نمونہ پیش کرے اور اِن علامات سے اُس نے ملکہ ایلزبیتھ کے نام پر ملک کا قبضہ حاصل کرلیا۔

اس کے بعد ۲۶۔ مئی ۱۵۷۷ء کو ایک اور مہم روانہ ہوئی جو باد موافق کی بدولت جلد جزیرہ آرکنیز میں پہونچ گئی چونکہ یہہ لوگ امریکہ کے شمالی و مشرقی سواحل پر ۲۔ جون کو پہونچے تھے، اس لیے ان کو قطبین کے سمندرون کے خطرات بھگتنے پڑے۔ ان کو برف کے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کبھی ان کو اپنی موت نظر آتی تھی اور کبھی یہہ سونا پانے کی توقعات میں خوش ہوجاتے تھے۔ اس بیڑے نے کوئی دریافت نہیں کی اور یہہ اس قدر دُور بھی نہیں گیا جس قدر کہ فرابشر تنہا پہونچ گیا تھا۔

یہہ سب کو یقین تھا کہ قطبین کے ممالک کی مالا مال کانین ایک قیمتی مہم کے اخراجات کا کافی معاوضہ کردیں گی۔ کیتھے کے رستہ کی دریافت پر تمام اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اب نئے دریافت شدہ ممالک کی حفاظت کے لیے سپاہی اور سمجھدار آدمی

منتخب کیے گئے تاکہ وہ وہاں سکونت پذیر ہوں۔ پندرہ جہازوں کا ایک شاندار بیڑا
فراہم کیا گیا جس میں ملکہ ایلزبیتھ کا بھی کچھ روپیہ لگا تھا۔ انگریز شرفاء کے لڑکے
رضاکاروں کی طرح بھرتی ہوے۔ سو آدمی ایک نوآبادی قائم کرنے کے لیے
پسند کیے گئے۔ اُن کے نزدیک، اگرچہ وہاں کوئی درخت یا جھاڑی نظر نہ آتی
تھی لیکن سونا بافراط تھا اور یہ بھی کانوں میں پوشیدہ نہ تھا بلکہ سطح زمین پر بکھرا پڑا
تھا۔ اُن میں سے بارہ جہاز خام آہن لیکر فوراً واپس آنے کے لیے تھے اور تین جہاز
نئی آبادی کی امداد کے لیے وہیں رہنے کے لیے مقرر کیے گئے۔ اب شمالی و مغربی
رستہ کی طرف کم رجحان ہونے لگا۔ خود ایشیا بھی اس مجمع الجزائر کی دولت کا مقابلہ
نہیں کرسکتا تھا۔

لیکن پالے کی وجہ سے ان متموّل جزائر میں پہونچنا مشکل تھا اور فرابشر کا بیڑا
جبکہ یہ ساحل امریکہ پر پہونچا (۳۱ مئی لغایتہ ۲۸ ستمبر ۱۵۷۸ء) بڑے بڑے برف
کے پہاڑوں کے درمیان منتشر ہوگیا جو اس قدر بڑے تھے کہ جب اُن کا برف
پگھلنے لگا تو اُن میں سے پانی کی دھاریں آبشاروں کی طرح سے گرنے لگیں ایک
جہاز ٹکرا کر شکستہ ہوگیا اور غرق ہوگیا اگرچہ اُس کے آدمیوں کی جان بچ گئی۔ جہاز
خطرناک کُہر میں اپنا رستہ بھول گئے اور اُس آبنائے میں داخل ہوگئے جو آبنائے
ہڈسن کہلاتی ہے۔ فرابشر نے کوشش کی کہ وہ ایسے بندرگاہ میں پہونچ جائے
جہاں اُس کے جہازات مال و اسباب سے لد سکیں چنانچہ بہت سے خطرات کا
مقابلہ کرکے آخر کار وہ ایک ایسے بندرگاہ میں جا پہونچا۔

اب رضاکار نوآبادوں کا جوش ٹھنڈا ہوگیا تھا اور بددل جہازران بغاوت
کے لیے آمادہ تھے۔ ایک جہاز جس میں نوآبادی کے لیے ذخائر جمع تھے ان سب کو
چھوڑ کر گھر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد ایک جزیرہ دریافت ہوا جس میں بے انتہا خام

لوہا تھا۔ نوآبادی کی تجویز ترک کردی گئی۔ اب صرف جہازوں کو معدنیات سے لادنا باقی
تھا۔ بیڑے کے سامان کی نسبت رضاکار اور مورخ دونوں خاموش ہیں کہ اُس کا کیا
حشر ہوا۔ بایں ہمہ سمندروں کی واقفیت میں اس سفر سے کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ حرص
و طمع کا دروازہ بھی بند ہو گیا اور یہ خیال کہ اسکیمو (اصلی باشندگان امریکہ) کے
ملک میں سونا بافراط ہے مضحکہ خیز بن گیا۔ لیکن یہ کامل یقین تھا کہ شمالی امریکہ کے
سواحل اور برفیلے پہاڑوں کے درمیان بحر الکاہل میں جانے کے لیئے ضرور رستہ مل سکتا ہے

جب فرابشر امریکہ کے شمالی و مشرقی ساحل پر اس طرح دولت اور شہرت حاصل
کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو ممالک متحدہ امریکہ کی مغربی حدود بھی دریافت ہو گئیں
فرانسس ڈریک (۱۵۷۷ء لغایۃ ۱۵۸۰ء) نے اسپین کے بندرگاہوں میں جو
بحر الکاہل پر واقع تھے ایک لٹیرے کی حیثیت سے وافر دولت حاصل کی اور اپنے
جہاز کو مال غنیمت سے لاد کر اُس نے دُنیا کا چکر لگایا اور ایک مستقل اور پائدار شہرت
حاصل کر لی۔ لیکن میگلن کے جہاز کے نقش قدم پر چلنے سے پیشتر ڈریک نے امریکہ
کے شمالی و مغربی ساحل کو تحقیق کرنا چاہا تاکہ وہ اُس آبنائے کو معلوم کرے جو دونوں
سمندروں کو ملاتی ہے۔ اِس خیال سے وہ خط استوا کو عبور کر کے جزیرہ نما ئے
کیلیفورنیا کے اُس طرف پہونچا اور نئے نصف کرہ کی جنوبی حدود کے عرض البلد تک
بحر اعظم کے کنارے کنارے چلا گیا۔ یہاں انلوگوں کو جنھوں نے گرم خطوں کو ابھی خیرباد کہا تھا
ناقابل برداشت سردی معلوم ہوئی لہذا وہ کامیابی سے مایوس ہو کر ایسے بندرگاہ
کی طرف چلا جو میکسیکو کی حدود میں تھا اور جہاں سردی کم تھی۔ بعد ازاں اُس نے
اپنے جہاز کی مرمت کر کے اِس حصّہ ملک کو نیو البین کا نام عطا کیا اور ایشیا کے
سمندروں میں ہوتا ہوا انگلستان کو روانہ ہو گیا۔

سر ہمفرے گلبرٹ کے مصائب

جبکہ ملکہ اور اُسکے جاہ طلب اشخاص دور و دراز شمال کے برف سے ڈھکے ہوئے ممالک مین سونے کی کانون کی اُمید افزا روشنی سے چکاچوند ہو رہے تھے۔ سر ہمفرے گلبرٹ۔ زیادہ عاقبت اندیشی اور بہتر واقفیت کی بنا پر باہی شکارگاہوں کی ترقی پر غور کر رہا تھا۔ اور نوآبادی کی تجاویز سوچ رہا تھا۔ گلبرٹ کے لیے ایک سند (۱۱۔ جون ۱۵۷۸ء) حاصل کرنا کچھ مشکل کام نہ تھا۔ اُن اشخاص کو جو اُسکی نوآبادی میں آباد ہوں وہی حقوق عطا کیے گئے جو انگریزوں کو انگلستان میں حاصل تھے اور گلبرٹ اور اُس کے ورثاء کو اُس اراضی کا قبضہ حاصل کرنے کا اختیار دیا گیا جو وہ دریافت کرے۔ اِسکو دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کا اختیار بھی اُسکی نوآبادی سے دو سو فرسخ تک عطا کیا گیا اور قانون سازی اور جملہ انتظامی معاملات کی باگ اُسکے ہاتھ میں چھوڑ دی گئی۔ اس سند کے ذیل میں گلبرٹ نے رضاکاروں کی ایک جماعت فراہم کرنی شروع کی اور اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اسکے مصارف میں خرچ کیا۔ ابھی بحری سفر شروع بھی نہین ہوا تھا کہ اختلافات پیدا ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے جو بغیر سوچے سمجھے رضاکار بن گئے تھے علٰحدگی اختیار کر لی۔ سردار مہم اور اُسکے چند قابل اعتماد دوست جن میں اُسکا سوتیلا بھائی والٹر ریلے بھی تھا اور جس کے زیر حکم جہاز فالکن تھا ۱۵۷۹ء میں سفر پر روانہ ہوئے ان جہازوں میں سے ایک تباہ و برباد ہو گیا اور شومی طالع سے یہہ سب لوگ واپس آنے کے لیے مجبور ہوئے۔

اِس مہم کے حالات سے پوری واقفیت اس وجہ سے نہین ہوئی کہ یہہ لوگ اسپین کے بیڑے سے ٹکرا گئے اور اس خارج البلد مختصر جماعت کو اس لڑائی میں سخت ناکامی ہوئی گلبرٹ نے اپنی سند کو قائم رکھنے کے لیے جاگیریں عطا کیں لیکن جس کسی کو یہہ جاگیریں دی گئیں وہ نوآبادی قائم کرنے میں کامیاب نہوا اور وہ خود اس قدر مفلس اور نادار ہو گیا کہ دوبارہ سفر کی تیاری نہ کر سکا۔

لیکن ریلے میں ایک عملی جذبہ پنہاں تھا جو خطرناک مواقع پر اور بھڑک اُٹھتا تھا۔ نئی دنیا میں دریافتیں کرنا، سلطنتوں کی بنیادیں ڈالنا اور نہایت وسیع اراضیات حاصل کرنا ریلے کی شجاعت کے لیے سب کچھ آسان تھا۔ سند کی میعاد ختم ہونے سے قبل گلبرٹ نے اپنے بھائی کی امداد سے ایک نئی مہم تیار کی۔ پانچ جہازات کا بیڑا اچھے شگون کے ساتھ روانہ ہوا۔ سردار مہم کو ملکہ ایلزبتھ نے ایک طلائی لنگر عطا کیا جس سے ملکہ کی محبت اور ہمدردی ظاہر ہوتی تھی۔ ہنگری کا ایک عالم بھی اس مہم میں شریک ہوا اور ممالک متحدہ امریکہ کا کوئی نہ کوئی حصہ ان لوگوں سے اُس وقت ضرور آباد ہو گیا ہوتا اگر اس تجویز کا بدنصیب محرک پے در پے مصیبتوں کا شکار نہ ہوتا۔ بندرگاہ پلی متھ سے روانہ ہونے کے (۱۳۔ جون) دو روز بعد بیڑے کا سب سے بڑا جہاز جسکو ریلے نے مہیا کیا تھا اور جو خود انگلستان میں رہ گیا تھا ان سب سے علیحدہ ہو گیا اور متعدی مرض کا بہانہ کر کے بندرگاہ میں واپس چلا آیا۔ گلبرٹ بیحد ناراض ہوا لیکن اُسکو مطلق خوف و ہراس نہ تھا۔ وہ نیوفاؤنڈلینڈ کو روانہ ہو گیا اور سینٹ جانس میں داخل ہو کر اُسنے ہسپانویوں اور پرتگیزوں کو بلایا تاکہ وہ جاگیریں عطا کرنے کی رسم کو دیکھیں جس سے اُسنے اپنی ملکہ کے حق میں ملک پر قبضہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ایک منارہ بنایا گیا جس پر انگلستان کے اسلحہ کی نمائش کی گئی اور ماہی گیروں کو فیس ادا کرنے کے معاوضہ میں جاگیریں عطا کی گئیں۔

اس طرح بظاہر نوآبادی قائم کرنے کے بعد سر ہمفرے گلبرٹ اپنے چھوٹے جہاز میں روانہ ہوا اور اُسنے دو اور جہاز اپنے ساتھ لیکر جانب جنوب دریافت کے لیے بحری سفر اختیار کیا۔ ان جہازوں میں سے ایک جہاز جلد آب دوز چٹانوں سے ٹکرا کر غرق ہو گیا اور ایک سو سے زائد اشخاص میں سے صرف بارہ آدمی جانبر ہوئے۔ غرق شدہ اشخاص میں اس مہم کا مورخ اور ماہر معدنیات بھی تھا۔ گلبرٹ کے دل و دماغ پر اسکے مرنے کا گہرا اثر ہوا اور اب اُسنے انگلستان واپس جانے کا قطعی ارادہ کر لیا لیکن اُسکا چھوٹا سا جہاز اتنے بڑے سفر کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جزائر ایزورس کے قریب ایک طوفان میں مبتلا

ہوکر گلبرٹ مع اپنے ہمراہیوں کے غرقاب ہوگیا۔ سرہمفرے گلبرٹ جو مغربی نوآبادی کا موجد
و مخترع خیال کیا جاتا ہے اور جو تاریخ انگلستان کے نہایت بہادرانہ زمانہ کے خاص جواہر
مین شمار کیا جاتا ہے ایسی ناشدنی موت سے مرا۔

ڈچ تحقیق کنندگان: ہڈسن کی دریافتیں

اگرچہ خود ہالینڈ میں کوئی جنس نہیں بوئی جاتی تھی لیکن یورپ بھر میں یہی ایک ملک
اناج کی منڈی بنا ہوا تھا اگرچہ وہاں کپاس بھی پیدا نہ ہوتی تھی لیکن ململ بُننے والے اِس
ملک میں بکثرت تھے۔ اگرچہ وہاں اُن کا کوئی ذخیرہ نہ تھا لیکن یہہ ملک ہی تمام ادنی ساخت
کا مرکز تھا اور اگرچہ اس ملک مین جنگلات نہ تھے لیکن یورپ سے زیادہ جہاز یہاں تیار ہوتے
تھے۔ اور اُن کے حوصلہ مند جہازراں اپنی جمہوری سلطنت کا علم جنوبی افریقہ سے بحر شمالی تک
لیے پھرتے تھے۔ ریلے نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہالینڈ کے جہاز انگلستان اور دس دوسری
سلطنتوں کے جہازوں سے زیادہ تعداد میں ہیں۔ آزادی کے لیے جنگ وجدال دولت
کے حصول کی غیر متوقع طور پر ضامن بن گئی۔ چنانچہ ہالینڈ نے اپنی بحری قوت کے زور سے
اسپین کی تجارت حاصل کرلی اور تجارت سے جزائر کی دولت ہاتھ آگئی۔ لسبن اور اینٹورپ کی
رونق جاتی رہی۔ برخلاف اسکے ایمسٹرڈم جو مشرق اور یورپ کے مال کی منڈی تھا دنیا کا سب
سے بڑا تجارتی شہر مسلمہ طور پر بنگیا۔

سنہ ۱۵۸۱ء میں ایک انگریز باتھ نامی نے جو بحر ظلمات کو پانچ مرتبہ عبور کرچکا تھا یہ تجویز
کی کہ امریکہ کو چار جنگی جہاز بھیجے جائیں۔ حکومت نے اس تجویز کی مخالفت کی لیکن نجی اولوالعزمیوں
کے لیے کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد ایک غرب الہند کمپنی کی
تجویز ہوئی لیکن اس کے خطرات بھی بہت زیادہ سمجھے گئے اور کوئی تجارتی کمپنی بروئے کار
نہ آئی لیکن سنہ ۱۵۹۷ء مین نئی دنیا کے لئے سفر کرنا شروع ہوگیا اور اُس وقت دو کمپنیاں بھی
قائم ہوگئیں یہہ تجارت اس کامیابی کے ساتھ جاری رہی کہ آخر کار سنہ ۱۶۰۰ء مین بڑے بحث

مباحثہ کے بعد ایک غرب الہند کمپنی بھی قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد مغرب میں انگریزی تجارت کی ترقی نے اہل ہالینڈ کی توجہ کو اور برانگیختہ کیا۔ یہی دونوں ملک اسپین کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے انہیں دونوں ملکوں نے اپنے جہازوں کو بحر الہند کی طرف روانہ کیا تھا اور یہی دونوں اسپین کے مقبوضات امریکہ کے لیے ایک دوسرے کے حریف ہو گئے تھے۔

شرق الہند کمپنی کے قیام ۲۰۔ مارچ سنہ ۱۶۲۰ء سے جسکو ایک طرف راس امید سے ادھر اور دوسری طرف آبنائے میگلن سے ادھر تجارت کرنیکا حق بلا شرکت غیرے حاصل تھا اور فتوحات و نو آبادی و حکومت کے جملہ اختیارات دیے گئے تھے ایشیا کے تمام سمندر جہازوں سے پٹ گئے تھے۔

اسی دوران میں یورپ ایشیا کے قریب رستہ کی دریافت کے لیے برابر ساعی رہا اور ابتک اس سے مایوس نہ ہوا تھا۔ ڈنمارک کے جہازوں نے بھی ایسے رستہ کی دریافت کے لیے بیکار کوشش کی تھی۔ اور ہالینڈ کی کمپنی نے بھی ہنری ہڈسن کو ایک بحری مہم کا سردار بنا کر ایسے رستہ کی تلاش میں بھیجا وہ دو مرتبہ گیا اور دونوں مرتبہ ناکام واپس آیا تیسری مرتبہ وہ سفر کرتا ہوا اس آبنائے میں داخل ہوا جو اُس کے نام سے آجتک موسوم ہے اور وہ وہاں موسم سرما بسر کرنے کے لیے ٹھہر گیا لیکن اُس کے لیے موسم بہار کی آمد بیکار ثابت ہوئی کیونکہ تمام ذخائر ختم ہو گئے تھے اور خود اُسکے رفیق اُسکے دشمن بنگئے تھے اُنھوں نے اُسکو اور اُسکے سات ساتھیوں کو جہاز کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا نہیں معلوم کہ اُن کا کیا انجام ہوا؟ لیکن ہڈسن پہلا جہاز راں ہے جو امریکہ کی سرزمین میں دفن ہوا۔

اگرچہ ہڈسن کی ہر ایک کوشش ناکامی کا مرقع تھی تاہم اُسنے وہ بات حاصل کر لی جو اُس وقت اُسکے خیال میں بھی نہ تھی۔ اُسکی وجہ سے دو صنعتیں ایک اسپٹزبرجن کی وہیل مچھلی کی شکارگاہیں اور دوسری خلیج ہڈسن کی سمور کی تجارت بروئے کار آئیں۔ علاوہ ازیں اہل ہالینڈ

اسی شخص کی بدولت جزیرہ نانٹ ہٹن میں پہونچے اور انھوں نے وہاں اپنی نوآبادی قائم کی۔

باب سوم

ہندوستانی باشندگان امریکہ

عام طور پر یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ شریف سرخ ہندوستانی رفتہ رفتہ غائب ہوگئے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہہ تو ناممکن ہے کہ امریکہ کی زندگی میں ہندوستانی اب آیندہ اپنا اثر و اقتدار قائم کرسکیں البتہ یہ ممکن ہے کہ باہمی مناکحت اور تعلیم سے یہہ لوگ حیات قومی میں رفتہ رفتہ مدغم ہوجائیں فی الحال ہندوستانیوں کی آبادی عام طور پر ایک ہی حالت پر قائم سمجھی جاتی ہے۔ تاہم یہہ یقین کرنے کے لیے بہت سی وجوہات ہیں کہ امریکہ میں اُس زمانہ سے جبکہ کولمبس پہلے پہل آیا اب زیادہ ہندوستانی ہیں۔ اُس زمانہ کے تحقیق کنندگان نے ہندوستانیوں کی تعداد مبالغہ آمیز طریقہ پر بیان کی ہے اور اُن کے بیان کو سب نے سچ سمجھا ہے حالانکہ برِاعظم کے بہت سے وسیع خطوں میں ہندوستانیوں کا گزر بھی نہ ہوا تھا۔ شکار کی ضروریات نے گھنی آبادی کو ناممکن بنادیا تھا لہذا وہ چھوٹے چھوٹے جرگوں میں ایک دوسرے سے علٰحدہ رہتے تھے۔ قحط کے بھی وہ اکثر شکار ہوتے رہتے تھے اور اُن کی کہانیوں میں قحط کے حملوں کا بہت ذکر ہے جس سے اُن کی تعداد میں ضرور بہت کمی ہوتی گئی۔ فاقوں، وبا اور باہمی جنگ و جدل سے بھی اُن کی تعداد برابر گھٹتی رہی قبل اس کے کہ گورے آدمی کی بندوقوں نے جنگلوں کو متحیر کیا۔

لیکن تھیوڈور روزولٹ کہتے ہیں کہ "اگلے مصنفین نے ہندوستانیوں کی اصلی تعداد کے اندازہ کرنے میں نہایت مبالغہ سے کام لیا ہے۔ وہ اُن کی تعداد لکھوکھا بیان کرتے ہیں اور آجکل یہہ رواج ہوگیا ہے کہ اُن کی تعداد گھٹاکر بیان کی جاتی ہے اور یہہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُن کی تعداد میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ایسے فرقے تو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جن میں کسی قدر

اضافہ ہوا ہے اور ایسے فرقوں کی تعداد کوڑیوں تک ہوسکتی ہے جو ہماری آنکھوں دیکھتے فنا ہو گئے ہیں۔ فرانسیسیوں اور ہسپانویوں کے علاوہ، وہ انگریزوں سے تو بہت ہی کم خلط ملط ہوئے ہیں۔ یا تو وہ خارج کر دیے گئے ہیں یا وہ فنا ہو گئے ہیں یا وہ جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور ہوئے ہیں لیکن اکثر حالتوں میں مدغم نہیں ہوئے۔ تاہم حدود پر کچھ نہ کچھ ادغام برابر جاری ہے اور اُس سے زیادہ ہے جتنا کہ تسلیم کیا جاتا ہے اور جب کبھی کوئی فرانسیسی یا ہسپانوی فرقہ طاقتور امریکیوں میں مدغم ہو جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ ہندوستانی خون کی آمیزش بھی اُسکے ساتھ ہو جاتی ہے۔

وسطی امریکہ، میکسکو اور پیرو میں شہر اور قصبے آباد تھے جہاں پتھر کی عمارتیں تھیں اور اُن پر نقوش کندہ تھے اور پچی کاری کا کام تھا۔ وہاں عیش و عشرت کے سامان نفیس کے درجے تک پہونچے ہوے تھے۔ لیکن یہہ تہذیب اُس وقت موجود تھی جب کہ ہسپانوی آئے اور چونکہ یورپی تہذیب اس سے صدیوں آگے تھی لہذا اُسکے مقابلہ میں یہہ نہ ٹھہر سکی۔ ادھر جنوبی امریکہ کے ہندوستانی تہذیب کے دائرہ میں قدم رکھنے والے تھے اُدھر شمالی امریکہ کے ہندوستانی وحشیانہ پن کی زندگی سے کسی قدر بلند ہونے شروع ہو گئے تھے جبکہ اُنھیں یورپی اقوام سے سابقہ پڑا۔ بعض ہندوستانی زراعت سے واقف تھے اور جنگ کے عادی نہ تھے اور بعض بدوی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ اپنے اپنے قبیلوں میں اپنے سردار قبیلہ کے ماتحت رہتے تھے لیکن شخصی آزادی کی بھی قدر کرنا جانتے تھے۔ وہ بہت سی زبانیں بولتے تھے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ یہہ لوگ زیادہ سے زیادہ چار سو اور کم از کم ایکسو چھبیس [۱۲۶] زبانیں بولتے تھے۔ یہہ لوگ مٹی کے ظروف، صلح اور جنگ کے ہتھیار رکھتے تھے اور سکہ بھی استعمال کرتے تھے۔

ایک سپاہی کی حیثیت سے فن حرب میں ہندوستانی نے بےحد انقلاب پیدا کر دیا ہے آجکل کی مطبوع خاطر جنگی چالیں وہی ہیں جنکو ہندوستانیوں نے ترقی دی تھی اور اُن کو

یورپی اقوام نے رفتہ رفتہ بہت سے نقصانات کے بعد سیکھا تھا۔ ہندوستانیوں میں ترتیب
ونظم کی بیحد سختی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی انفرادی کوشش کے لیے آزادی تھی۔ وہ باہمی
موالات اور جنگی اشاروں اور کناؤں کے فوائد سے خوب واقف تھے اور ایک دم حملہ
کرنے کے فائدہ کو بھی جانتے تھے جو کسی خاص موقع پر کیا جائے۔ وہ تھوڑے سے نقصان
اور تیز رفتاری کے ساتھ شاندار واپسی کر سکتے تھے۔ ہندوستانیوں نے بندوق اور گھوڑے
کا استعمال یورپ والوں سے سیکھا اور بہت جلد ان دونوں باتوں میں اُن کے ہمسر ہو گئے۔
اُن کو چھپنے کی جگہہ تلاش کرنے اور پوشیدہ ہونے میں اور دشمن کی خبر میں اپنے آپ کو ظاہر
کیے ہوئے بغیر معلوم کرنے میں اور اُسکے حرکات وسکنات سے واقفیت حاصل کرنے میں
کمال حاصل تھا۔ یورپ والوں کو ہندوستانیوں کے طریقہ پر لڑنا پڑا ورنہ وہ سمندر کی طرف
مراجعت کرنے پر مجبور ہوتے جسنے انھیں وہاں پہونچایا تھا۔

ریاستہائے متحدہ کی آزادی بھی زیادہ تر ہندوستانیوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے
کیونکہ ہندوستانیوں نے یورپ والوں کو بھونڈے طریقہ سے آزادی کی قدر وقیمت اور
ضرورت وآرزو سکھائی۔ انفرادی ضرورت اور سربلندی بھی سکھائی اور آخرکار فنونِ حرب سے
واقف کیا جس کی وجہ سے نوآبادی کی بے قاعدہ افواج رفتہ رفتہ برطانیہ کے باقاعدہ لشکر کو
دق اور پریشان کرسکی یہانتک کہ اُسکو مایوس و تیز مزاج بنادیا اور اُسکے استقلال اور شجاعت
کو بیکار کردیا۔ چونکہ اکثر برطانوی مورخ انقلاب امریکہ کو بادشاہ کی دست درازیوں کے
خلاف پارلیمنٹ کی آزادی کے حصول سے منسوب کرتے ہیں لہذا یہ نتیجہ عجیب ہی لیکن
بالکل غلط نہیں ہے کہ امریکہ کے ہندوستانیوں کی بدولت انگریزوں نے بعض اُمور میں اپنی
آزادی حاصل کی۔

اگرچہ ہندوستانیوں کی بیرحمی اور سنگدلی مسلمہ ہے لیکن اُس زمانہ کا یورپ بھی مفتوح شدہ
شہروں کی لوٹ مار کو جائز سمجھتا تھا اور محکمہ احتساب عقائد سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ہندوستانیوں

کے مظالم اُسکے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہین رکھتے۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں بھی عام طور پر سخت سزائین دی جاتی تھیں۔ ۱۶۴۶ء میں ایک عورت کی زبان کو لکڑی کے تختہ پر کیلوں سے جڑدیا گیا تھا صرف اس قصور پر کہ اُسنے اُس ٹیکس کے خلاف جو پارلیمنٹ نے مقرر کیا تھا شکایت کی تھی۔ جزائر شرق الہند میں انگریز بھی اُسی قسم کی بیرحمیوں کے مرتکب تھے جو ہندوستانی جزائر غرب الہند میں اپنے حملہ آوروں کے خلاف استعمال کرتے تھے۔

ہندوستانیوں کے مختلف فرقوں کے چال چلن تقریباً اُسی قدر مختلف تھے جس قدر کہ یورپ کی مختلف قوموں اور ذاتوں کے تھے۔ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا اور جب چاہیں اُن کو طلاق دیدینا جیسا کہ رومیوں اور یونانیوں میں عام تھا یہی حالت ہندوستانیوں کی تھی۔ انفرادی عادات ایک دوسرے سے مختلف تھیں بعض لوگ گندگی اور بیرحمی کے عادی تھے برعکس اسکے بعض ایسے بھی تھے جو خوبصورتی اور آرایش کو پسند کرتے تھے۔ صفائی کے خیالات بھی ہر جگہ مختلف تھے۔

اِس میں شک نہیں کہ امریکہ میں ہندوستانیوں اور اہل یورپ دونوں کو مساوی حق تھا کہ وہ اس برّاعظم مین آباد ہوں اور زندگی بسر کریں لیکن اہل یورپ نے ہر طریقہ سے ہندوستانیوں کو دھوکا دیا اُن سے کذب و دروغ کے ساتھ کام لیا، اُن کو لوٹا کھسوٹا اُن کو غلام بنایا اور نشہ کے ساتھ ساتھ زہریلے سفوف پلائے۔ فرانٹی نیک نے ۱۶۹۲ء میں تمام قیدیوں کو آگ میں جلا دیا۔ ولیم پین کے پوتے نے ۱۶۴۴ء میں ہندوستانیوں کی کھال کھینچنے پر انعامات مقرر کیے۔ ہندوستانی عورت کی کھال کھینچنے کے لیے پچاس شلنگ اور ہندوستانی لڑکے کی کھال کھینچنے کے لیے جس کی عمر دس سال سے کم ہو ایکسو تیس شلنگ مقرر تھے۔ اہل یورپ کے لیے یہہ ایک معمولی بات تھی کہ وہ اپنے تمام قیدیوں کو قتل کرڈالتے تھے۔ یہہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود یورپ میں بھی جب اہل یورپ کسی شہر پر قابض ہوتے تھے تو ناقابل الذکر مظالم برپا کرتے تھے مثلاً اہل اسپین جب بلجیم یا ہالینڈ کے

کسی شہر پر قابض ہوئے یا مقدس صلیبی جنگجو جب قسطنطنیہ کے عیسائی شہر پر قابض ہوئے اُنھوں نے ظلم وستم کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ہندوستانیوں کے جملہ مظالم اہل اسپین کے مافوق العادت مظالم کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اُنھوں نے ہندوستانیوں کے تمام فرقوں کو صفحۂ روزگار سے بالکل نیست ونابود کردیا۔ اوراس زمانہ میں بھی جبکہ سفید اقوام نے ہندوستانیوں پر ایسا قابو پالیا ہے کہ اب وہ چوں نہیں کرسکتے اُن کے ساتھ ہرگز ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا جس سے ظاہر ہوتا کہ دیانت، رحم اور صداقت کے صفات صرف یورپی تہذیب ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

لہٰذا ہر لحاظ سے ہندوستانی قوم بھی بالکل دوسری قوموں کی طرح ہے اُسی کے ماحول کا بھی اُس پر اثر ہوا۔ وہ بتدریج تہذیب کے دائرہ میں قدم رکھ رہی تھی جبکہ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا ایک ہندوستانی بُرے اور بھلے دونوں جذبات سے مرکب ہوتا تھا اور یہہ جذبات اُسکے دائرۂ عمل کو قابو میں رکھنے کے لیے مختلف شکلیں اختیار کرتے رہتے تھے۔ تاریخ میں بہت کم ایسی باتیں ہیں جو اُسی کے افعال سے زیادہ مکروہ ہوں اور ایسی بھی بہت کم ہیں جو اُن سے زیادہ خوبصورت اور دلفریب ہوں۔

باب چہارم

پہلی نوآبادیاں

امریکہ کی دریافت کا حال ابتدا سے انتہا تک بیان کرنا اور اُسکے اصلی باشندوں کا ذکر خیر کرنا جو اُس سرزمین پر پہلے سے آباد تھے قبل اس کے کہ نوآبادیوں کی نسبت کچھ لکھا جائے بلحاظ ترتیب مضامین نہایت مناسب ہے لیکن اس سے یہہ نتیجہ اخذ نہ کرنا چاہیے کہ نئے بسنے والے اُس وقت تک صبر وتحمل کے ساتھ انتظار کرتے رہے جب تک کہ دریافت کنندگاں نے اپنی تفتیش وتحقیق ختم نہ کردی اور نئی دنیا کے رازوں کو منکشف نہ کردیا بر عکس اسکے نئے بسنے والے بھی تحقیق کنندگاں کے پیچھے پیچھے آئے اور اکثر دونوں قسم کے اشخاص کسی ایک مہم

میں باہم شریک بھی ہوئے۔

جیسا کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں سب سے پہلے اہلِ شمال نے جزیرۂ گرین لینڈ میں نوآبادیاں قائم کی تھیں۔ یہہ نوآبادیاں اسطرح پورے طور پر غائب ہو گئیں جیسی کہ پچھلی کوششیں (مثلاً ریلے کی نوآبادی جزیرۂ رونک پر) ریت کے ٹیلے کی طرح ناپید ہو گئیں۔ ابتدائی نوآبادیوں کی غلطیاں بھی اتنی ہی کثیر تھیں جتنی اُن کی زیادتیاں۔ اُنھوں نے دونوں کی وجہ سے اکثر سخت تکلیف اور موت برداشت کی۔ سونے کی، جیسا کہ ہمیشہ، مانگ رہی اور نتیجہ قتل و غارت اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ ہوا۔ زراعت سے جیسا کہ ہمیشہ لوگوں کو پہلے پہل نفرت رہی، بعد ازاں یہی پیشہ خاص مدد اور سونے کی کان ثابت ہوا شروع شروع میں نوآبادوں کو اصلی باشندوں اور قدرتی اسباب سے لڑنا پڑا، بعد ازاں باہم وہ جنگ و جدل کرنے لگے۔ اسکے بعد وہ اپنے آبائی ممالک کے خلاف جنگ کرنے کے لیے متحد ہو گئے اور ہم دیکھتے ہیں کہ تیرہ نوآبادیاں کبھی فرانس سے برسرِ پیکار ہیں اور کبھی انگلستان سے۔ جنوبی اور متوسط امریکا اور جزائر کے باشندے، اسپین اور فرانس کی حکومت کے جوے کو کندھے سے اُتار کر پھینک رہے ہیں اور برازیل کی سلطنت عظمیٰ اپنے آبائی ملک پرتگال کو خوف زدہ بنا رہی ہے۔ بالآخر ہم دیکھیں گے کہ اِن نوآبادوں کی اولاد ایک نئے اُصول کی پابند ہوگی جسکو اصولِ منرو کہتے ہیں اور وہ ممالک یورپ جنھوں نے نئی دُنیا بسائی تھی آیندہ اُسکے معاملات میں دخل دینے یا اُس تک کسی قسم کی رسائی حاصل کرنے سے باز رکھے جائیں گے۔

امریکہ کی نوآبادی میں مذہب کو ہر جگہ دخل حاصل ہے۔ کبھی یہہ بے پناہ شجاعت و استقلال اور عدل و انصاف کی روحِ رواں بنتا ہے اور کبھی قتل و غارت، لوٹ مار اور عیاری کے لیے ذریعۂ نجات ہو جاتا ہے۔ یہہ بات کیتھولک مذہب کے لیے نہایت مفید تھی کہ کولمبس وغیرہ نے وحشیوں کے قتل اور غلام بنانے کی ترغیب دی اور یہہ امر بھی کیتھولک مذہب کے لیے بہتر تھا کہ لاس کیاس نے آزادی اور شرافت کی ترغیب دی اور غیر عیسائیوں کی

نظر کے سامنے ایک نمونہ بننے کی ہدایت کی۔ یہہ بات پروٹسٹنٹ مذہب کے لیے مناسب تھی کہ ڈی گورجیز نے اُن ہسپانویوں کو جن کو منن ڈیز نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا قتل کر دیا۔ یہہ بھی مذہب ہی کی بدولت ہوا کہ پیوریٹن اصحاب نے ہالینڈ کے مقابلے میں انگلستان کو بھلا دیا اور پھر ہالینڈ کو بھی امریکہ کی خاطر دل سے محو کر دیا اور مذہبی آزادی کے نئے مسکن میں اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو ملک بدر کر دیا چنانچہ کوئیکرس کو سخت سزائیں دیں جنھوں نے مذہبی آزادی کے خیال سے خود اپنے ملک کو خیرباد کہا تھا۔ یہ مذہب ہی تھا جس نے اُن کو سخت سردی کے بیابان میں گرم رکھا اور وبا، قحط، چوری اور ہندوستانی دشمنی کے زمانہ میں اُن کو مستقل مزاج بنا دیا۔

دولت کی ہوس بھی اس بارہ میں اُن کے لیے سب سے زیادہ ہمت افزا ثابت ہوئی۔ ابتدائی تحقیق کنندگاں کے مذہب میں خدا اور طلا میں کوئی فرق نہ تھا۔ ایسی مشکلات کے مقابلہ میں، جو کورونیڈو کے کوچ میں پیش آئیں کسی مقام زیارت کا سفر بھی اس سے بہتر کامیابی کے ساتھ طے نہ کیا گیا ہوگا لیکن اُس نے سبولا کے صرف سات سنہرے شہروں ہی کو تلاش کیا۔

امریکہ کی تفتیش میں سونا اور ہندوستانی مصالح صرف یہہ دونوں چیزیں ایسی تھیں کہ جن کی جستجو میں لوگ دلدل اور جھاڑیوں کو بادل ناخواستہ عبور کر جاتے تھے۔ ہسپانویوں اور انگریزوں نے تو صرف سونے کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا تھا لہذا شروع شروع میں اُن کو ناکامی سے سابقہ پڑا پہلے پہل جن لوگوں نے کامیاب نوآبادیاں قائم کیں وہ فرانسیسی تھے خواہ وہ مذہبا کیتھولک تھے یا پروٹسٹنٹ اُن کو بھی اوروں کی طرح ناکامی ہوئی لیکن اُنھوں نے فوراً زراعت اور بود و باش اختیار کر لی تھی۔ اُنھوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ ہسپانویوں اور انگریزوں کی طرح بیرحمی اور حقارت سے برتاؤ نہیں کیا۔ ہندوستانی اور فرانسیسی دونوں محبت کے ساتھ رہتے تھے اور اُن میں اکثر باہم مناکحت بھی ہوتی تھی جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ان دوستانہ تعلقات کی بنا پر ہندوستانی فرانسیسیوں کے اتحادی بنگئے اور اُن کے ساتھ ملکر انگریزوں کے خلاف لڑے لیکن تاریخ کی رفتار بدقسمتی سے

ایسی واقع ہوئی کہ فرانسیسی اداروں کا اثر نئی دُنیا میں انگریزوں یا ہسپانیوں یہانتک کہ ڈچ لوگوں کے مقابلہ میں بھی بہت کم ہوا۔

شمالی امریکہ قدرتی ساخت اور اسکی خصوصیات

اس برِّاعظم کے سواحل بحرالکاہل خطرناک ہیں۔ کناروں کے قریب کی چٹانیں ڈھالو ہیں اور سمندر کے اندر سے ہر جگہ خشکی اوپر آجاتی ہے۔ نیز کناروں کے متصل پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو شمال سے جنوب تک چلا گیا ہے اور سدِّ سکندری بنا ہوا ہے جسکو مہذب آدمی عہدِ جدید تک عبور نہ کرسکا، حالانکہ اہل یورپ کی آبادی جانبِ مشرق سے دریائے مسیسپی تک پہونچ گئی تھی اور تحقیق کنندگاں کی امداد کے لیے سائنس بھی آگئی تھی صرف سان ڈیگو اور سان فرانسسکو پرقدرتی بندرگاہیں موجود ہیں، اگرچہ شمال کی جانب سے پگٹ ساؤنڈ میں بھی داخل ہوسکتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں دریائے کولمبیا کے دہانہ پر ایک عمدہ بندرگاہ تیار ہوگئی ہے۔ بحرالکاہل میں جو دریا گرتے ہیں وہ بہت دُور سے سمندر کی طرف شور کرتے ہوئے اور چٹانوں پر سے اُلٹتے پلٹتے چلے آتے ہیں لہٰذا اُن کے ذریعہ سے کوئی سفر نہیں کیا جاسکتا۔

برعکس اس کے، بحراوقیانوس کے سواحل کشادہ اور کھُلے ہوئے ہیں، سلسلۂ کوہ بھی سو میل تک خشکی کے اندر چلا گیا ہے۔ سواحل بھی آہستہ آہستہ ڈھالو ہوتے چلے گئے ہیں اور اُن میں بکثرت گھاٹیاں ہیں، بندرگاہیں اور خلیجیں ہیں جن میں بڑے بڑے دریا گرتے ہیں اور جنکے ذریعہ سے بہت دُور تک ملک کی تفتیش وتحقیق کی جاسکتی ہے۔

پس شمالی امریکہ میں داخلہ مشرق کی جانب سے نہ صرف آسان تھا بلکہ بالکل قدرتی تھا۔ سان فرانسسکو سے ایشیا تک جو فاصلہ ہے وہ بوسٹن سے یورپ تک کے فاصلے سے تقریباً دوگنا ہے لہٰذا ان حالات کے لحاظ سے نئی دنیا کو آباد کرنا اور مہذب بنانا مشرق ہی کی طرف سے ممکن تھا اور ایسا ہی عمل میں آیا۔

بحراوقیانوس کے سواحل کو اس برّاعظم کا دروازہ سمجھنا چاہیئے۔ یورپ کی قوموں نے

اس کے گھنے اور سایہ دار جنگلوں میں اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ یہہ نوآبادیاں سلطنتیں بنگئیں اور اتحادِ امریکہ کی بنیاد ہو گئیں۔ انگلستانِ نو میں جہاں بکثرت عمدہ بندرگاہیں ہیں ساحل تنگ ہو جاتا ہے دریا مختصر اور تیز ہو جاتے ہیں تاکہ اُن میں جہازرانی ہو سکے اور اُن دریاؤں میں ملک کے اندر جہاں بھی ہیں تاکہ صنعت و حرفت کی کلوں کو وہاں قائم کیا جا سکے اور اُن کو باآسانی چلایا جا سکے۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے سلسلے بھی ہیں۔ جہاں لوہا اور کوئلہ بکثرت دستیاب ہوتا ہے۔ لوہے کو پگھلانے کے لیے ۱۶۲۰ء میں جیمس ٹاؤن میں جو ورجینا میں ہے کارخانے قائم ہو گئے تھے اور اٹھارویں صدی کے آغاز سے انگلستانِ نو، نیویارک اور نیوجرسی کے بعض حصص میں یہہ صنعت ترقی پذیر اور اہم ہو گئی تھی۔ جانب شمال آب و ہوا سرد ہے۔ ساحل کے برابر برابر ہر جگہہ بارش بھی کافی ہوتی ہے۔

کسی بڑی قوم کی ساخت کے لیئے کوئی خطۂ زمین اس سے بہتر نہیں ہے جس حصۂ زمین میں ریاستہائے متحدہ واقع ہیں وہ اس مقصد کے لیے خاص طور پر موزوں ہے اسکی آب و ہوا اور پیداوار بھی مختلف ہے اور اس میں ایسے دریا بھی بہتے ہیں جو شمال کو جنوب سے اور مشرق کو مغرب سے متحد کرتے ہیں۔ دریائے مسیسپی وسیع میدانوں میں بہتا ہے جو صحت اور زرخیزی میں بے نظیر ہیں اور بڑی آبادی کے گزارہ کے لیے کافی ہیں۔ یہہ دریا دشمن سے بھی محفوظ رکھ سکتا ہے اور اس ملک کا سلسلہ کوہ بھی ایک حملہ آور فوج کے لئے عمدہ رکاوٹ کا کام دے سکتا ہے۔ شمالی امریکہ کے قدرتی ذخائر بھی بظاہر لامحدود ہیں۔ ریاستہائے متحدہ شمالی امریکہ کے تقریباً ہر بندرگاہ پر جو دونوں سمندروں میں واقع ہیں اپنا اثر و اقتدار رکھ سکتی ہیں۔ اور لطف یہہ ہے کہ باوجود اس کے وہ اسقدر علیحدہ ہیں کہ اُن کو کوئی ضرورت بحراوقیانوس کی دیگر سلطنتوں سے باہمی اتحاد کی بھی نہیں ہے۔ ریاستہائے متحدہ کو قدرت نے گویا اجازت دیدی ہے کہ وہ بیرونی اثر کے بغیر اپنی قسمت آزمائی میں مصروف رہیں۔ وہ بلحاظ موقع محفوظ ہیں اور پیداوار کے لحاظ سے زرخیز ہیں کوئی شک نہیں کہ اُن کی زمین آریائی نسل کیلیئے

سب سے بڑا اور محفوظ مقام بننے کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔

اہل اسپین کا انتظام مملکت

ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ اول اول تاج اسپین کے ماتحت کولمبس کو تمام دریافت شدہ ممالک کا حکمران مقرر کر دیا گیا تھا لیکن بدانتظامی کی وجہ سے بےچین نوآبادوں نے شور و شغب سے کام لیکر تاجداران اسپین کو مجبور کیا کہ وہ عنان حکومت اُس کے ہاتھوں سے لیکر اپنے پسندیدہ نائب مناب کے ہاتھ میں دیدیں چنانچہ سب سے پہلے جوآن اگاڈو کو بھیجا گیا جو محض حالات کی تحقیقات کے لیے گیا تھا اور اسی کے ساتھ کولمبس اسپین واپس آ گیا تھا اور وہ اختیارات حکومت اپنے بھائی بارتھولومیو کے سپرد کر آیا تھا۔ کولمبس کو ایک موقع اور دیا گیا لیکن جب امیر البحر امریکہ واپس ہوا تو بےچینی اور بدامنی بغاوت کے درجہ سے گذر کر انقلاب کی شان اختیار کر چکی تھی اور جب کولمبس مناسب وقت تک امن و امان قائم کرنے میں ناکام ثابت ہوا تو اُس کی جگہ فرانسسکو ڈی بوباڈلا کو بھیجا گیا۔ وہ نہایت بے ایمان شخص تھا۔ نوآبادوں نے اُسکو کچھ عرصہ تک پسند کیا کیونکہ وہ انھیں جیسا تھا اور اُس نے کانوں کی آمدنی کے ایک ثلث شاہی حصّے کو گھٹا کر ایک گیارھواں بنا دیا تھا اور شریر لوگوں کو کاہلی میں وقت گزارنے اور دلیسیوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے کی اجازت دیدی تھی اور جن لوگوں کو امیر البحر نے قید کر دیا تھا ان کو اُس نے رہا کر دیا تھا۔

بعد ازاں اُسنے ایسے شاندار دریافت کنندہ کو بلاوجہ حراست میں لے لیا جسکی وجہ سے تمام عیسائی دنیا میں عام نفرت پھیل گئی لیکن اِسپر بھی تاجدارانِ اسپین نے اُس کو برخاست نہ کیا بلکہ کولمبس کی بار بار شکایتوں اور درخواستوں پر ۳۔ ستمبر ۱۵۰۱ء کو آخرکار یہہ تبدیلی عمل میں آئی کہ نکولس ڈی اوونیڈو کو اُسکی جگہ حکمراں بنایا گیا اور اُس کی روانگی سے قبل اُس کو بہت سی ہدایات تحریری اور زبانی کی گئیں ہو دیسیوں کو اپنے مذہب میں لانا چاہیئے لیکن اُن کو نہ غلام بنانا چاہیئے اور نہ اُن کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ وہ لوگ خراج ادا کریں اور سونا بھی جمع کریں لیکن آخرالذکر کام کی اُن کو مزدوری بھی دینی چاہیئے یہودیوں اور مولّدین کو وہاں نہ بھیجنا چاہیئے مگر ایسے

وحشی غلاموں کو .... جو عیسائیوں کی ملکیت ہوں وہاں لیجانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ کولمبس کا وہاں ایک ایجنٹ رہنا چاہیئے جو اُسکے واجبات کو فراہم کرتا رہے اور اُسکا احترام بھی برقرار رہنا چاہیئے۔ کاہل اور عیاش لوگوں کو اسپین واپس بھیجدینا چاہیئے۔ اُن صوبجات کے علاوہ جو اوجیڈا اور نینزن کو دیے گئے تھے۔ اوونیڈو کی حکومت جملہ جزائر غرب الہند پر تسلیم کیگئی یعنی اسپین کی نئی دنیا کی جملہ نوآبادیوں پر خواہ وہ جزائر ہوں یا برّاعظم کا کوئی جزو ہو۔ سانٹو ڈومنگو دار السلطنت قرار دیا گیا اور زیادہ اہم مقامات پر ماتحت مقامی حکومتیں قائم کرنے کا اختیار دیا گیا۔

اوونیڈو بتیس جہازات اور دو ہزار پانسو اشخاص کی ہم لیکر امریکہ پہونچا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاجداران اسپین نے نئی دنیا کو آباد کرنا متانت اور جوش کے ساتھ شروع کر دیا تھا۔ اوونیڈو نے بو باڈلا اور اُسکے رفیق رولڈن کو باغی قرار دیا اور اُن کو حراست میں لے لیا۔ اُس نے ہسپانیولا میں سات شہر آباد کیے اور وہاں سامان اسلحہ بھی رکھا۔ ایک شفاخانہ تعمیر کرایا اور سانٹو ڈومنگو کو دریا کی دوسری جانب زیادہ عمدہ آب وہوا کے مقام پر از سر نو آباد کیا اور ہسپانیولا کے جانب شمال ازابلا کے قریب پرٹو دی پالٹا۔ پر ایک نئی آبادی قائم کی۔

اس وقت شاہان اسپین کے لیے یہہ سوال پیدا ہوا کہ سُرخ اور سفید دونوں قوموں پر کس طرح حکومت کیجائے۔ سُرخ قوم کو رعایا سمجھا جائے یا غلام۔ بعض لوگوں کی رائے میں جن میں کولمبس بھی شامل تھا غلام سمجھکر حکومت کرنی چاہیئے تھی لیکن پادریوں کی رائے میں اُن کو غلام بنانے کی بجائے عیسائی بنانا زیادہ مناسب تھا چنانچہ ملکہ ازابلا نے یہی روش اختیار کی اور ہندوستانیوں کو اسپین میں غلام بناکر بھیجنے کی ممانعت کردی اور نہ صرف ملکہ نے بلکہ فرڈیننڈ اور اُسکے جانشین چارلس اور فلپ نے بھی دو سو برس تک اسی طریق کار پر عمل کیا اور اپنی رعایا کے خلاف ہندوستانیوں کے حقوق کی حمایت کرتے رہے اور پادری بھی اس خیال کے مؤید رہے۔ بلاشبہہ بعض پادری ایسے بھی تھے جو بیزاروں سے بھی خونخواری میں سبقت لیگئے تھے مگر پادریوں کا عام رجحان ہندوستانیوں کے ساتھ رحم وانصاف ہی کا رہا۔

لیکن سپاہی، ملاح، سوار، پیادے، گورنر اور اُن کے ماتحت اور رفقا جو نئی دنیا میں آکر رہے نائب السلطنت سے لیکر ادنی درجہ کے لوگوں تک سب کے سب ہندوستانیوں کے خلاف تھے اور اس بارہ میں شاہان اسپین یا پادریوں کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اہل اسپین اپنی مرضی کے تابع رہے اور ہندوستانیوں پر ظلم وستم کرتے رہے۔ اگر ہم عیسائی تہذیب کی خونین داستان کا ایک عشر بیان کریں تو ہم اپنی کتاب میں کچھ اور عرض کرنے کا موقع نہ پا سکینگے اہل یورپ کے مظالم کی فہرست خواہ وہ ہسپانوی ہوں، انگریز ہوں یا فرانسیسی بہت طویل اور نفرت انگیز ہے۔

اب ہم اسپین کی حکمت عملی کا ذکر کرتے ہیں۔ تاجداران اسپین نے ہندوستانیوں کو غلامی سے نجات دینے کے لیے اہل اسپین کو اجازت دیدی تھی کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر کی اراضیات کو باہم تقسیم کریں اور اُن کے باشندوں سے مزدوری کا کام لیں، اُن کی حفاظت کریں اور اُن کو اپنا باجگذار سمجھیں لیکن اُن کی آزادی میں مخل نہ ہوں اور اُن پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں جو اُن کی طاقت سے باہر ہو۔

لیکن عملی نتیجہ یہ ہوا کہ اراضیات کی تقسیم سے اُنھوں نے ایک قدم اور بڑھا کر اُن کے باشندوں کو بھی تقسیم کرلیا۔ اہل اسپین اس بات کی پروا نہیں کرتے تھے کہ امریکہ کے اصلی باشندوں کو اُن کی مزدوری عطا کریں۔ نہ یہ فکر تھی کہ اُن کو کچھ کھانے کے لیے ملتا ہے یا نہیں۔ اُن کی بلا سے وہ بھوکے رہیں یا کچھ کھائیں، جئیں یا مریں کیونکہ اگر وہ مرجاتے تھے تو اُن کی جگہ اُن کے اور بھائی رکھ لیے جاتے تھے۔

لاس کیس جو ایک ہسپانوی تعلیم یافتہ شخص تھا اُن مظالم کے چشم دید حالات بیان کرتا ہے جن سے امریکہ کے دیسیوں کو صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کیا گیا۔ اُن حالات کو پڑھکر آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ دیسی لوگ قدرتی طور پہ سادہ مزاج تھے۔ وہ مکاری اور حیالا کی قطعی نہ جانتے تھے۔ نہایت فرمانبردار

اور مطیع تھے. وہ کمزور تھے اور محنت شاقہ اور مزدوری کی مصیبت برداشت نہیں کر سکتے
تھے - وہ ذرا سی بیماری میں جلد مرجاتے تھے - گویا وہ گوسفند کی مانند تھے اور اہل اسپین
بھیڑیوں کی طرح تھے کہ اُن پر حملہ کرتے اور اُن کو تکا بوٹی کر دیتے تھے - اہل یورپ کی آمد سے
قبل ہسپانیولا میں تین لاکھ آدمی آباد تھے اور اب تین سو سے بھی کم رہ گئے ہیں - کیوبا کے
جزیرہ میں ایک دیسی بھی نہیں رہا - سینٹ جان اور جمیکا کے جزیروں میں بھی یہی حال ہے
جو پہلے زرخیز اور آباد تھے - سینٹ جان کے قریب تیس جزیرے غیر آباد ہو گئے ہیں - بر اعظم
میں بھی یہی نوبت پہونچی ہے - دس سلطنتیں جو بلحاظ رقبہ تمام اسپین سے زیادہ تھیں تباہ
و برباد ہو گئی ہیں، اُن میں ایک آدمی بھی اہل اسپین کے ظلم وستم سے زندہ نہیں بچا -
بچوں، عورتوں اور مردوں سب کو اُنھوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے - دیسیوں کے
سرداروں کو دھیمی دھیمی آگ جلا کر اور اُن کی آہ وزاری سے لطف اُٹھا کر اُنھیں فنا
کیا ہے - کتوں سے آدمیوں کو پھڑوایا ہے - دیسیوں کا گوشت کتوں کو کھلا کھلا کر اُن کے
شکار پر اُن کو لگا دیا ہے - بعض اوقات ایک ایک شخص اپنے کتوں سے بیس دیسیوں کا
آن واحد میں شکار کر لیتا ہے - عورتوں کو مردوں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے اور اُن کو سوائے
گھاس پات کے کوئی غذا کھانے کے لیئے نہیں دی جاتی یہانتک کہ اُن کے دودھ پیتے
بچے اپنی ماؤں کی آغوش میں دودھ نہ پا کر مر جاتے ہیں - مردوں کو ایک من یا سوا من
بوجھ سو یا دو سو فرسخ تک لیجانے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے - بہت سے دیسی کانوں میں
کام کرتے ہوئے غذا کے بغیر مر جاتے ہیں -

نئی دنیا کے لئے اہل یورپ قہر خدا تھے یا آتش دوزخ تھے کہ وہاں کے اصلی
باشندے تقریباً سب فنا ہو گئے - ان مہذب لوگوں کے مقابلے میں مردم خوار وحشی بھی
ہیچ ہیں - اٹیلا اور چنگیز خاں ان انسانی شکل کے بھیڑیوں کے پاسنگ بھی نہیں،
اول الذکر نے تو اپنے دشمنوں ہی کو قتل کیا مگر آخر الذکر نے مطیع اور فرمانبردار لوگوں کو

بلا امتیاز مرد و عورت جنھوں نے کبھی کوئی دشمنی ظاہر نہ کی تھی بیدریغ تہ تیغ کیا۔

فرانسیسیوں سے ہسپانویوں کی مٹھ بھیڑ فلوریڈا میں

اگرچہ ہسپانویوں کو ہر جگہ فتح حاصل ہوئی لیکن فلوریڈا کی خاک پر ان حملہ آوروں کے بھی خون بہے جہاں ابتک اُن کا کوئی قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اس وقت خلیج میکسیکو پر تو کوئی اور قوم دعویٰ نہیں کرتی تھی لیکن ہسپانوی فلوریڈا کے نام سے نیوفاونڈلینڈ اور اُس کے شمالی ممالک کو بھی جزوِ فلوریڈا سمجھتے تھے، اگرچہ وہاں نہ اُن کا کوئی قلعہ تھا، نہ کسی بندرگاہ پر اُن کا قبضہ تھا اور نہ وہاں کسی نوآبادی کی تجویز کی جارہی تھی۔

اُس سرزمین میں جہاں اب ریاستہائے متحدہ آباد ہیں پہلی نوآبادی فرانسیسی پروٹسٹنٹ لوگوں نے قائم کی جن کو ہیوجی ناٹس کہتے ہیں۔ امیرالبحر ڈی کالونی نے یہ تجویز پیش کی کہ جیکس ریالٹ کو ۱۵۶۲ء میں دو جہاز دیکر فلوریڈا روانہ کیا جائے چنانچہ اُس نے دریائے سینٹ جان کو مئی ۱۵۶۲ء میں دریافت کیا جس کا نام اُس نے دریائے مئی رکھا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھا اور ایک گھاٹی میں داخل ہوا اُسنے پورٹ رائیل رکھا جو آجتک اسی نام سے موسوم ہے۔ اس بندرگاہ کے ایک جزیرہ میں اُسنے ایک قلعہ بنایا جسکا نام کیرولینیا تجویز ہوا۔ رفتہ رفتہ یہاں فرانسیسی آبادی بڑھتی گئی اور ایک مرتبہ ان لوگوں نے دو ہسپانوی جہازوں کو بھی گرفتار کرلیا اور لوٹ لیا۔ یہ بات تاج اسپین کو ناگوار گزری کیونکہ یہ لوگ پروٹسٹنٹ تھے اور ان کی مرفہ الحال آبادی کو اسپین جو رومن کیتھولک تھا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ فلپ دوئم شاہ اسپین نے مینن ڈیز کو دو ہزار پانسو آدمیوں کے ساتھ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جسنے وہاں جاکر صرف اُن لوگوں کو جو رومن کیتھولک تھے پناہ دی اور بقیہ اشخاص کو ہلاک کردیا۔ فرانسیسیوں نے بھی مقابلہ کیا اور ہسپانویوں کے بہت سے آدمی مارڈالے لیکن آخرکار ہسپانوی ہی

فتحیاب ہوئے. فرانس کے بادشاہ نے ہسپانویوں کے اِس طرزِ عمل پر اسپین کے خلاف کوئی
صدائے احتجاج بلند نہ کی بلکہ اُن فرانسیسیوں کو جو قتل کیے گئے اپنی رعایا بھی تسلیم نہ کیا۔ اہلِ
اسپین نے یہاں نوآبادی قائم کی اور یہ اعلان کیا کہ فلپ دویم شاہ اسپین تمام
شمالی امریکہ کا بادشاہ ہے۔

اہلِ اسپین نیومیکسیکو میں

نیومیکسیکو میں دوبارہ اہلِ اسپین پہونچے اور سنہ ۱۶۰۰ع سے قبل اُس پر قبضہ کر لیا۔ پہلے
سنہ ۱۵۸۱ع میں ہسپانوی وہاں گئے تھے اور چند راہبان کو چھوڑ کر چلے آئے تھے جن کو وہاں کے
اصلی باشندوں نے قتل کر دیا تھا۔ سنہ ۱۵۸۲ع میں اسپیجو ایک بڑی جماعت لیکر پہونچا اور
تینتیس قصبوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ اِسی طرح دوسرے ہسپانوی آئے اور رفتہ رفتہ
نیومیکسیکو کو فتح کرتے رہے یہانتک کہ سنہ ۱۶۹۶ سے قبل پورے طور پر نیومیکسیکو پر
قابض و حکمراں ہو گئے۔

کارٹیر مونٹریل میں

فرانس نے اپنی نوآبادی کو اسپین کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوتے ہوئے خاموشی کے
ساتھ دیکھا لیکن اب اُسے خیال آیا کہ اتنی عظیم الشان قوم کے لئے کسی مہم کو ترک کرنا باعث
ذلت ہے۔ لہذا کارٹیر اور رابرول علیحدہ علیحدہ اپنے ہمراہیوں کو لیکر امریکہ کی طرف روانہ
ہوئے۔ مگر جو نوآبادیاں اُنھوں نے قائم کیں وہ ایک یا دو سال سے زیادہ دیرپا نہ ثابت
ہوئیں۔ البتہ ہنیری چہارم شاہ فرانس کے زمانہ میں نوآبادیاں قائم کرنے کا شوق دوبارہ
پیدا ہوا اور سنہ ۱۵۸۰ع میں ڈیڑھ سو فرانسیسی جہاز نیوفاؤنڈلینڈ پہونچے اور ہندوستانیوں
کی خرید و فروخت کی تجارت باقاعدہ شروع ہو گئی۔ مارکوئس ڈی لاروش کو سنہ ۱۵۹۸ع میں
ایک شاہی کمیشن عطا کیا گیا لیکن اُس کی کوشش بھی ناکام رہی۔ اُسنے جزیرہ سیبل
پر صرف ایک نوآبادی قائم کی۔ کچھ دنوں کے بعد سمور کی تجارت فرانسیسیوں کے لئے

مخصوص ہوگئی اور چونکہ یہ تجارت نفع بخش تھی اس لئے یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

چیمپ لین: نیوفرانس: اکیڈیا

سنہ ۱۶۰۳ء میں حاکم ڈیپی نے ایک تجارتی کمپنی قائم کی۔ اور چیمپ لین جو اعلیٰ درجے کا جہازراں اور سائینس داں تھا اس مہم کا افسرِ اعلیٰ مقرر ہوا چیمپ لین کناڈا میں فرانسیسی نوآبادیوں کی بنیاد رکھنے والا شمار کیا جاتا ہے۔ وہ سمجھدار تھا اور تحقیق کرنے کا شوق رکھتا تھا استقلال اور ہمت وجرات کا بادشاہ تھا۔ اُسنے کوبیک پر ایک قلعہ تیار کیا سنہ ۱۶۰۴ء میں ایک اور مہم فرانس سے روانہ ہوئی تاکہ امریکہ میں مستقل فرانسیسی آبادی قائم ہوجائے۔ یہ مہم نوا کوشیا پہونچی۔ ڈی مانٹس نے تحقیق وتفتیش کی اور دریاؤں اور نیوانگلینڈ کی خلیجوں کے ساحلوں کو اس کاڈ تک فرانس کی ملکیت قرار دیا پورٹ رائل پہ پہلی فرانسیسی آبادی قائم ہوچکی تھی سنہ ۱۶۱۳ء میں ریاستہائے متحدہ کے اندر ایک فرانسیسی نوآبادی قائم ہوئی۔ اور اب ان لوگوں نے اصلی باشندوں کو عیسائی بنانا شروع کردیا سنہ ۱۶۲۰ء میں سینٹ لوئی کا قلعہ تیار ہوا چیمپ لین نے باہمی تناقض اور اصلی باشندوں کی مخالفت کے باوجود فرانس کی حکومت سینٹ لارنس کے سواحل پر قائم کی اور اس طرح نیوفرانس میں فرانسیسیوں کی آبادیاں قائم ہوگئیں

انگریزی نوآبادیوں کے قیام کے لیے ریلے کی کوشش

ریلے کو نئی دنیا کے حالات معلوم ہونے پر یہ شوق دامنگیر ہوا کہ وہ انگریزوں کی نوآبادیاں امریکہ میں قائم کرے چنانچہ ملکہ ایلزبتھ سے اجازت حاصل کرکے دو جہازات فلپ امیڈاس اور آرتھر بارلو کی ماتحتی میں ۲۷- اپریل سنہ ۱۵۸۴ کو روانہ کیے۔ یہ دونوں جہاز کیرولینا پر لنگر انداز ہوئے اور ملکۂ انگلستان کے نام سے اسپر قبضہ کرلیا۔ جزیرۂ رونک پر وہاں کے اصلی باشندوں نے انگریزوں کی اس جماعت کو خیر مقدم کہا اور اُن سے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے کچھ دنوں کے بعد یہ جہازات واپس انگلستان ہوئے اور

ملکہ ایلزبیتھہ نے شمالی کیرولینا کے سوجزیروں کا نام ورجینیا رکھا۔ ریلے اُس وقت ممبر پارلیمنٹ تھا اُس نے نئے ممالک کو دریافت کرنے کا حق خاص اپنے لیے حاصل کر لیا اور اپنی اس جرأت وہمت کے صلہ میں وہ سر کے خطاب سے بھی مخاطب کیا گیا۔

اب ورجینیا کی نوآبادی کا کام متانت اور استقلال کے ساتھ شروع ہوا۔ ۱۵۸۵ء میں سات جہازوں کا دوسرا بیڑہ بھیجا گیا۔ یہ بیڑہ فلوریڈا ہوکر رونک کو روانہ ہو گیا۔ یہاں ہندوستانیوں کے ایک گاؤں میں اتفاق سے ایک چاندی کا پیالہ گم ہو گیا۔ ہر چند اُس کی تلاش کی گئی کہیں پتہ نہ لگا۔ سر رچرڈ گرین ول نے جو اس انگریزی جماعت کا افسر اعلیٰ تھا تمام گاؤں کو آگ لگا دینے کا حکم دیدیا اور جو فصل کھیتوں میں کھڑی تھی اُسکو بھی جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس کے بعد گرین ول انگلستان واپس آیا اور چونکہ اُسنے رستہ میں اہل اسپین کا ایک جہاز لوٹ لیا تھا اس لیے انگلستان میں اُس کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔

یہ نوآبادیوں کے جہازات اُس وقت لٹیروں کے جہازات کا بھی کام دیتے تھے۔

اِس کے بعد دوسرے جہازات نئی دنیا کو روانہ ہوئے اور دریائے رونک پر جا پہونچے لیکن وہ موجودہ ولیمس ٹاؤن سے زیادہ دور نہ پہونچ سکے۔ یہاں ونجینا جو اصلی باشندوں کا سردار تھا ملاقات کے لئے طلب کیا گیا اور اُس کو اُس کے رفیقوں کے ساتھ دھوکا دیکر جبر و تعدی سے قتل کر ڈالا۔ لیکن جزیرہ رونک میں اِن لوگوں کو بھی آرام میسر نہ آیا کیونکہ سامانِ رسد ختم ہو گیا تھا۔ اتفاق سے سر فرانسس ڈریک کا بیڑہ وہاں پہونچ گیا اور اِن لوگوں کو ذخائر سے مالامال کرنا چاہا مگر اِن نوآبادوں کو مایوسی انتہا پر پہونچی ہوئی تھی اور یہ حالت دیکھکر آخر کار اُسنے ان کو اپنے جہازوں میں بیٹھنے کی اجازت دیدی اور اپنے انگلستان لے آیا۔ اور اس طرح انگریزوں کی پہلی نوآبادی کا خاتمہ ہو گیا۔

ریلے نے دوسری مرتبہ ایک اور جماعت فراہم کی اور جان وائٹ کی ماتحتی میں اُسکو امریکہ روانہ کیا۔ کچھ دنوں تک وہ وہاں رہے اور جب ذخائر ختم ہو گئے تو اُنھوں نے

وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا لیکن گورنر کے سمجھانے سے کچھ لوگ وہاں رہ پڑے جنکا انجام ہلاکت ثابت ہوا کیونکہ اُن کو انگلستان سے ذخائر خورونوش نہ پہونچ سکے اور اس طرح اِس پہلی نوآبادی کا خاتمہ ہوگیا۔

گوسنالڈ اور پرنگ کے بحری سفر

بارتھولومیو گوسنالڈ جو غالباً پہلے بھی معمولی رستے سے ورجینیا کا سفر کرچکا تھا اب اب براہِ راست عازم امریکہ ہوا اور ریلے کے ساتھ ملکر نیو انگلینڈ میں پہلی مستقل انگریزی آبادی کے قیام کا فخر حاصل کیا۔ ۲۶۔ مارچ ۱۶۰۲ء کو وہ سات ہفتے کے اندر خلیج میسا چوسٹ میں پہونچا جہاں اُسے کوئی عمدہ بندرگاہ نہ ملا پھر وہ جانب جنوب راس کوڈ پر پہونچا۔ یہاں وہ اور اُسکے چار ہمراہی خشکی پر اُترے۔ اِس کے بعد یہاں سے روانہ ہوکر وہ دوسرے جزیرہ کی طرف گئے جسکو اب توسینس لینڈ کہتے ہیں۔ اُنھوں نے چند جزیروں کو اور دیکھا بھالا اور اُن کے نام رکھے اور آخرکار ایک جزیرہ میں اُنھوں نے ایک قلعہ بنایا اور گودام بھی تیار کئے۔ اِس طرح نیو انگلینڈ کی پہلی نوآبادی کی بنیاد ین رکھی گئیں لیکن یہ لوگ زیادہ قیام نہ کرسکے اور ذخائر کے ختم ہوئے پر انگلستان کو روانہ ہوگئے۔

جب یہ لوگ انگلستان واپس آئے تو اُنھوں نے امریکہ کی سرزمین کی بہت تعریف کی۔ اسپر برسٹل کے تاجروں نے دو جہاز تیار کئے اور مارٹن پرنگ کی ماتحتی میں ۱۰۔ اپریل ۱۶۰۳ء کو روانہ کردئے۔ یہ جہاز مین کے بندرگاہوں میں لنگر انداز ہوئے۔ پرنگ نے مشرقی دریاؤں اور بندرگاہوں کو دریافت کیا جن کے نام ساکو، کینی بنک اور یارک تھے۔ بعدازاں وہ انگلستان چلا گیا اور ۱۶۰۶ء میں دوبارہ آیا اور مین کی صحیح صحیح تحقیقات شروع کی۔

المختصر یہی وہ بحری سفر تھے جنھوں نے ریاستہائے متحدہ کی نوآبادیاں قائم کرنے کی راہیں نکالیں اور انھی ابتدائی جہازرانوں کی ہمت اور جرأت سے رفتہ رفتہ

ایسا عظیم الشان کام انجام کو پہونچا۔

ورجینیا اور میری لینڈ

جب جیمس اول انگلستان کے تخت پر متمکن ہوا تو اُسنے اسپین سے صلح کرلی اور اب انگلستان کے جہازرانوں نے جو زیادہ تر اسپین کے جہازوں کی لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہتے تھے امریکہ میں مستقل نوآبادیاں قائم کرنے کی طرف توجہ کی چنانچہ انگلستان میں لندن کمپنی اور پلی متھ کمپنی اس کام کے لئے قائم ہوگئی۔ بادشاہ نے نوآبادیوں کے آیندہ نظام اور قیام امن و امان کے لئے تیرہ آدمیوں کی ایک کونسل بھی بنادی۔

لندن کمپنی کے بانی مبانی سر تھامس گیٹس، سر جارج سامرس، رچرڈ ھیک لائٹ اور ایڈورڈ ماریا ونگ فیلڈ تھے۔ سر تھامس اسمتھ جو لندن کا ایک بڑا سوداگر تھا اُس کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی اور وہ اس نئی کمپنی کا خزانچی بنایا گیا۔ ہر شخص کو جو امریکہ جاکر آباد ہو سو ایکڑ اراضی دینے کا وعدہ کیا گیا اور نہ صرف یہ بلکہ اگر وہ اس اراضی کو قابل زراعت بنالے تو اُسے اور اراضی دی جاسکتی تھی۔ اس کمپنی نے تین جہاز کرسٹافر نیو پورٹ کی ماتحتی میں تیار کئے اور ان تینوں جہازوں میں ایکسو پانچ آدمی سوار ہوکر ۱۹۔ دسمبر ۱۶۰۶ء کو روانہ ہوئے ونگ فیلڈ جو اس کمپنی کے بانیوں میں سے تھا اسمتھ کی شہرت کی وجہ سے اُس سے حسد کرنے لگا چنانچہ اُسنے اُسپر یہ الزام لگایا کہ وہ کونسل کو قتل کرنے کی تجویز کر رہا ہے تاکہ حکومت کو غصب کرلے اور خود ورجینیا کا بادشاہ بن جائے۔ اس غیر معمولی الزام پر اسمتھ کو گرفتار کرلیا گیا اور بقیہ سفر کے اختتام تک وہ مقید رہا۔ یہ لوگ ۲۶۔ اپریل ۱۶۰۷ء کو خلیج چیسا پیک میں داخل ہوئے۔ تقریباً تین ہفتے تک ملک کی تفتیش و تحقیق جاری رہی اور دریائے پوٹومان کے اندر دور تک جہاز چلے گئے۔ ان نئے آنے والوں کو دیسیوں نے چند مقامات پر مہربانی کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ انھوں نے دریا کے شمالی کنارے پر ایک مقام اپنی آبادی کے لئے

پسند کیا جو خلیج سے پچاس میل کے فاصلہ پر تھا اُس جگہ کا نام جیمس ٹاؤن اور دریا کا نام دریائے جیمس رکھا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد بیماری سے بہت سے لوگ ضائع ہوگئے اور بعض باہمی رقابت اور حسد کے شکار بن گئے۔ اِسمتھ کے مقدمہ کی سماعت کی گئی اور جوری نے اُس کو بری کردیا بعدازاں وہ بھی کونسل میں شریک کیا گیا اور اُس کی قابلیت کی وجہ سے بقیہ نوآباد جو انگلستان کی واپسی کے لئے بیچین تھے وہاں قیام پذیر رہے۔ اِس کے بعد ایک اور جہاز پہونچا اور ایکسو بیس نئے آدمی وارد ہوئے۔ ذخائر کی بھی فراوانی ہوگئی اور یہ سلسلہ جاری رہا یہانتک کہ ورجینیا خوب آباد ہوگیا اور یہاں تمباکو کی کاشت سے منافع کثیر حاصل ہوا۔ اِس مجمع الجزائر میں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو لوگ انگلستان کی عدالتوں سے سزایاب ہوتے تھے، آباد ہونے کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ اِس میں شک نہیں کہ بہت سے مجرم یہاں آکر آباد ہوئے لیکن پہلی نوآبادیاں ضرور شرفاء کی تھیں۔ بعدازاں انگلستان کے زمانۂ انقلاب میں جب ورجینیا کی آبادی ۱۶۵۶ء میں صرف پندرہ ہزار تھی ۱۶۶۰ء میں چالیس ہزار ہوگئی تھی۔ یہ نئے آباد ہونے والے شاہی فریق کے طرفدار تھے اور انگلستان کی سختیاں ناقابل برداشت دیکھکر امریکہ چلے آئے تھے۔ ۱۶۱۹ء میں پہلے پہل ایک نیا عنصر نوآبادی میں داخل ہوگیا تھا یعنی افریقہ کے وحشی غلاموں کو خرید کر لوگوں نے زراعت کے کام میں لگالیا تھا اور یہ سلسلہ بھی بہت دنوں تک جاری رہا۔ رفتہ رفتہ مختلف مقامات میں یہ نوآبادیاں قائم ہوکر جزوِ سلطنت بن گئیں اور اُن پر باقاعدہ حکومت ہونے لگی۔ ایک اسمبلی قائم ہوئی جس میں ہر مقام کے نمایندے شامل ہوتے تھے اور تمام ورجینیا کے لئے قوانین بناتے تھے۔ اگرچہ گورنر انگلستان ہی سے بھیجا جاتا تھا۔ ہندوستانیوں اور نوآبادوں کی تعلیم کے لئے کالج بھی جاری کیے گئے۔ کلیسا کی بھی بنیاد ڈالی گئی اور ہر جگہ اُسکی شاخیں پھیلائی گئیں۔

ورجینیا کی دوسری سند میں میری لینڈ کا تمام ملک شامل تھا لیکن جیمس اول نے

۱۶۳۲ء میں لندن کمپنی کو منتشر کردیا اور از سر نو میری لینڈ کی نوآبادی کے لئے سند عطا کی۔ جارج کیلورٹ جو پہلا لارڈ بالٹی مور تھا امریکہ کے آباد کرنے میں شروع ہی سے دلچسپی لیتا تھا چنانچہ اُسنے پہلے پہل نیو فاونڈلینڈ کے کناروں کی طرف رخ کیا اور اپنا بہت سا روپیہ اِس مہم میں لگایا اور فرانسیسیوں کے حملوں کے خلاف اپنی نوآبادی کو بچانے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی لیکن آخر کار یہ تجویز مسترد کردی گئی اور وہ ورجینیا ۱۶۲۹ء میں گیا تاکہ وہاں نوآبادی قائم کرے مگر وہ کیتھولک تھا اور اِس لئے اُس کو آباد ہونے کا موقع نہ ملا۔ چنانچہ وہ پوٹومیک کے شمال کی طرف بڑھا اور اُس حصۂ ملک کو جس پر اب تک کسی کا قبضہ نہ ہوا تھا آباد کرنے کی فکر کرنے لگا۔ لیکن موت نے اُسے فرصت نہ دی اور اُس کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے نے یہ کام انجام دیا اور اُسنے پین سلوانیا کے بڑے حصے اور ڈیلاویر کو آباد کیا۔ بادشاہ چارلس نے اپنی ملکہ کے احترام میں اِس حصۂ ملک کا نام ٹیرا مریا یا میری لینڈ رکھا اور لارڈ بالٹی مور کو اُس کا واحد حکمراں بنادیا۔ اور وہاں کی آبادی کے ساتھ بھی خاص مراعات کی گئیں اور تمام انگریزی آزادیاں وہاں کے نوآبادوں کے ساتھ بھی قائم رہیں لیکن کبھی کبھی آپس کے تنازعات نے اِس نوآبادی میں جھگڑے اور مناقشات پیدا کردئے اور بعض اوقات ہندوستانیوں کے ساتھ جنگ و جدال نے بھی امن و امان کی زندگی کو برباد کردیا۔

آخر کار باہمی لڑائیوں سے تنگ آکر ایک مجلس ملی قائم کی گئی اور اُس کے ارکان میں نوآبادوں کے نمایندے شامل کئے گئے۔ ورجینیا کے شہریوں نے بھی ایک کونسل کا انتخاب کیا تھا اور اُس کو صوبہ کے اندر سب حکومتوں سے بالاتر قرار تھا۔ میری لینڈ کے شہریوں نے اِس کونسل کو اپنے سے اعلیٰ اور برتر حکمراں تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور جو مجلس ملیہ خود قائم کی تھی اُسکے خلاف کسی قسم کی آواز بلند کرنے کو بغاوت قرار دیا اور یہ طے کیا کہ ہماری مجلس ملی اور شاہ انگلستان کے سوا کسی اور کی حکومت پابندی کے

قابل نہیں ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ورجینیا کی طرح ہر شعبہ حکومت میں اس قدر ترقی کرلی تھی کہ جب یہ صوبے تاجِ انگلستان سے علیحدہ ہوگئے تو ان کو آزادی اور خود مختاری کے لئے کچھ اور اضافہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ لوگ آزادی سے خواہ وہ کیسے ہی شور وشغب سے پُر ہو محبت کرتے ہیں اور یہ نوآبادی اندرونی مناقشات کے باوجود سرسبز وآباد ہوتی گئی اور دولت سے بھی مالامال ہوگئی سنہ ۱۶۶۰ء میں بقول فلر اس کی آبادی آٹھ ہزار تھی اور بقول چامرس بارہ ہزار تھی۔

نیو انگلینڈ کی نوآبادی

ہم پیشتر ذکر کرچکے ہیں کہ گوسنالڈ نے اس قطعۂ زمین کو ۱۵ مئی سنہ ۱۶۰۲ء میں دریافت کیا اور ایک راس کا نام کیپ کاڈ رکھا۔ دوسرے سال پرنگ نے بحری سفر کیا لیکن وہ کوئی مستقل آبادی قائم نہ کرسکا۔ یہی صورت ویمتھ کے سفر کی ہوئی جو اُس نے سنہ ۱۶۰۵ء میں کیا تھا۔ یہ بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ انگلستان میں دو کمپنیاں قائم ہوئی تھیں۔ ایک کا نام لندن کمپنی تھا اور دوسری کا نام پلی متھ کمپنی۔ دراصل پہلی کمپنی نے جنوبی ورجینیا کی تحقیق وتفتیش اور اُسکی آبادی کا کام شروع کیا اور دوسری کمپنی نے شمالی ورجینیا کو آباد کرنا شروع کیا۔ اس حصہ زمین کو تھامس ہینہم، ریلے گلبرٹ، ولیم پارکر، جارج پوفم اور اُن کے ہمنواؤں، دوستوں اور سوداگروں کے سپرد کردیا گیا تھا۔ ان نوآبادیوں کی حکومت کی باگ تیرہ آدمیوں کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی جو انگلستان کے باشندے ہوں اور جن کو بادشاہ اپنی مرضی سے جب چاہے علیحدہ کرسکتا تھا اور ذو ماتحت کونسلیں بھی قائم کی گئیں تھیں جن میں تیرہ تیرہ آدمی ممبر بنائے گئے تھے جو امریکہ کے باشندے ہوں اور شاہ انگلستان اُن کو نامزد کرے اور جن کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ بادشاہ کی ہدایات کے مطابق ان نوآبادیوں کے اندرونی معاملات کا انتظام کریں۔ ۳۱ مئی سنہ ۱۶۰۷ء کو دو جہاز سو آدمیوں سے کچھ زیادہ لیکر یہاں پہونچے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان لوگوں کی خوش قسمتی سے

امریکہ کے اصلی باشندوں میں باہم جنگ وجدال برپا ہو گئی جس کی وجہ سے ہزاروں ہندوستانی فنا ہو گئے اور لڑائی کے بعد ان میں وبا پھیل گئی جس نے اِن نئے بسنے والوں کے لئے میدان صاف کر دیا اور ہندوستانیوں کا خاتمہ کر دیا۔

انگلستان میں اُس وقت کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں فرقوں میں سخت عناد اور دشمنی تھی۔ وہاں سے کچھ آدمی فرار ہو کر ہالینڈ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے مگر وہاں بھی اُن کو خاطر خواہ آرام و آسائش نہ ملا۔ اِس لئے انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ امریکہ چلے جائیں۔ چنانچہ ہالینڈ میں آٹھ سال رہ کر یہ لوگ امریکہ پہونچے اور نیو انگلینڈ کی آبادی میں ان لوگوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اِن کو زائرین کہتے تھے اور یہ لوگ جہاز مے فلاور میں عازم امریکہ ہوئے تھے۔ اِنھوں نے بعض ہندوستانیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے اور ہندوستانیوں کے ایک فریق سے ملکر دوسرے فریق کو تباہ و برباد کرا دیا اور جو ہندوستانی خود اِن کے ہمنوا گروہ میں ان کے خلاف تھے اُن کو بغاوت کے الزام میں چن چن کر مار ڈالا۔

نیو انگلینڈ کی پہلی نو آبادیوں میں سواحلِ مین بھی شامل ہیں جہاں مارٹن پرنگ سنہ ۱۶۰۳ء میں گیا تھا۔ پھر سنہ ۱۶۰۷ء میں کینی بیک میں آبادی شروع ہوئی سنہ ۱۶۲۲ء میں گورجینز نے لیکونیا میں نئی آبادی قائم کی سنہ ۱۶۲۳ء میں کوچیکو میں آبادی شروع کی گئی پھر نیو ہیمپشائر آباد ہوا۔ خلیج میساچوسٹس پر بھی نو آبادیاں قائم ہوئیں۔ جان ون تھروپ نے سنہ ۱۶۲۹ء میں آٹھ سو آدمیوں کو لیکر سفر کیا اور بوسٹن اور چارلس ٹاؤن پر نو آبادیاں قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہ لوگ پیوری ٹن تھے اور اِنھوں نے شخصی آزادی کو نہایت فروغ دیا۔ اسکول قائم کئے اور مفت تعلیم جاری کی۔ ہارورڈ کالج بھی اُسی زمانہ کی یادگار ہے جو آجتک جاری ہے۔

ابتدائی پیوری ٹن اصحاب کی فیاضیاں اُن کے دوسرے کارناموں سے بھی ہویدا ہیں۔ اُن کے خیالات ہمیشہ آیندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کی طرف مائل رہے۔

خانہ داری کے نظم ونسق کی وہ بہت وقعت کرتے تھے اگر اُن کا قانون نافرمان بچوں کے لیے سخت تھا تو وہ بیرحم والدین کے لئے بھی ایسا ہی تھا۔ اُنھوں نے غلامی و راسکی تجارت کو ممنوع قرار دیا اور اس جرم کے مرتکب کے لئے سزائے موت تجویز کی ۱۶۵۰ء تک کوئی ابتدائی قانون ایسا نہیں تھا جسکی وجہ سے دائن اپنے مدیون کو قید خانہ میں بھیج سکے بجز اس صورت کے کہ مدیون کے پاس بظاہر جائداد ہو اور وہ ادائیگی قرضہ سے گریز کرے جانوروں کے ساتھ بیرحمی کرنے کو بھی ایک جرم قرار دیدیا گیا تھا۔ اُن کے یہاں اگرچہ طلاق جائز تھی لیکن کبھی کوئی ایسا موقع پیش نہیں آیا۔ چوری اور ڈاکہ زنی کی سزائیں بھی موجودہ امریکی قانون کے مقابلہ میں ملائم تھیں۔ الغرض مذہب کے سوا دیگر معاملات میں پیوری ٹن اصحاب کی نرمی اور ملائمت قابل تعریف ہے۔

باب پنجم

ڈچ، سویڈش اور دیگر نوآبادیاں

سنہ ۱۶۱۰ء میں ایمسٹرڈم کے سوداگروں نے مختلف سامانِ تجارت کا ایک جہاز تیار کیا تاکہ امریکہ کے دیسیوں سے خرید و فروخت کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ یہ بحری سفر کامیاب ثابت ہوا اور اِس لیے دوبارہ بھی اختیار کیا گیا۔ اِن لوگوں نے جزیرہ مان ہٹن پر چند مکانات ڈچ ملاحوں اور سمور کے تاجروں کے لیے بنا دئے تھے۔ ۲۷۔ مارچ ۱۶۱۴ء کو سوداگروں کی ایک کمپنی قائم ہوئی اور اُسنے چند جہازوں کو امریکہ روانہ کیا۔ چنانچہ اہلِ ہالینڈ نے دریائے کنکٹی کٹ کو دریافت کیا۔ سنہ ۱۶۱۵ء میں ایلبنی پر نوآبادی بھی شروع ہوگئی۔ بعد ازاں ڈچ غرب الہند کمپنی ۳۔ جون سنہ ۱۶۲۱ء کو عالم وجود میں آئی جسکا مقصد امریکہ میں محض تجارت کو فروغ دینا تھا۔ لیکن اُسکو اپنے مقبوضات پر کلی اختیارات دئے گئے تھے اور حکومت انیس[19] ممبران کے سپرد کی گئی تھی۔ اِس کمپنی نے گنی، برآزیل اور نیو نیدرلینڈس کے متمول ممالک پر رفتہ رفتہ قبضہ کر لیا

سنہ ١٦٢٦ء میں جزیرہ مان ہٹن کو دیسیوں سے چوبیس ۲۴ ڈالر کے عوض میں خرید کر وہاں قلعہ ایمسٹرڈم بنایا گیا جسکے گرد ایک گاؤں آباد ہوگیا جو موجودہ دارالسلطنت نیویارک کا پیش خیمہ تھا۔ چھ کھیتوں کو بھی بطور نمونہ کاشت کیا گیا اور اُن کی پیداوار کو اراضی کی زرخیزی کے ثبوت میں ہالینڈ بھیجا گیا۔

گوڈن، فان رنسلر، بلومارٹ اور ڈی لیٹ نے سنہ ١٦٣٠ء میں پہلی نوآبادی ڈیلاویر میں قائم کی۔ سنہ ١٦٣١ء میں تیس آدمیوں کی نوآبادی لیوس ٹن کے قریب قائم ہوئی۔ ڈی ویسٹ جس کے سپرد نوآبادی کی گئی تھی دیسیوں سے برسرپیکار ہوگیا اور ہندوستانیوں کے ایک سردار کو مار ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانی ڈچ لوگوں کی گھات میں لگے رہے اور موقع پاکر سب کو مار ڈالا اس کے بعد اور لوگ ہالینڈ سے آنے بھی نہ پائے تھے کہ یہ قطعہ اراضی لارڈ بالٹی مور کی سند کے اندر شامل ہوگیا۔ ڈچ اصحاب نے کنکٹی کٹ کو بلاشبہ سب سے پہلے آباد کیا اور جنوری سنہ ١٦٣٣ء میں ہارٹ فورڈ کے اردگرد کی اراضی کو دیسیوں سے خرید کر ایک قلعہ تعمیر کیا لیکن انگریزوں کی نوآبادیاں چاروں طرف قائم ہو چکی تھیں اور یہ قلعہ اُن کی آبادیوں سے گھِر گیا تھا لہذا یہ کمزور ڈچ آبادی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی اور آخرکار انگریزوں کے قبضے میں آگئی۔

نیو سویڈن کی بنیاد (سنہ ١٦٣٨ء)

ڈچ اصحاب کو صرف انگریزوں ہی کی زیادتیوں کے خلاف لڑنا نہیں پڑا بلکہ شاہ گسٹافس ایڈالفس نے جو سویڈن کا مشہور فرمانروا تھا سنہ ١٦٢٦ء میں ایک سویڈن کمپنی کو امریکہ سے تجارت کرنے کی اجازت دیدی تھی اور اس لیے اُن کو اہلِ سویڈن سے بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ سنہ ١٦٣٧ء میں اہل سویڈن تجارت کرنے اور نوآبادی قائم کرنے کے لیے آئے۔ سنہ ١٦٣٨ء میں انھوں نے خلیج ڈیلاویر میں داخل ہوکر کچھ قطعات اراضی دیسیوں سے خرید لئے اور ایک قلعہ جسکا نام کرسٹینا تھا بنا لیا۔ رفتہ رفتہ وہاں آبادی بڑھتی گئی اور اسکینڈی نیویا کے کاشتکار بھی بڑی تعداد میں اپنے وطن مالوف کو بخوشی خیرباد کہکر امریکہ پہونچ گئے اور ڈیلاویر

کے دونوں سواحل سمندر کے دریاؤں کے مدخل تک نیو سوئیڈن کے نام سے موسوم ہو گئے۔

ہندوستانیوں سے لڑائیاں

ہڈسن کے مغربی ساحل پر ایک فرقہ جسکا نام ریری ٹن تھا آباد تھا۔ ڈچ لوگوں نے اس فرقہ پر ایک کشتی کو لوٹنے کا الزام لگاکر ان کے خلاف ایک مہم روانہ کی۔ ان کی فصلوں کو تباہ و برباد کیا اور ان کے بعض بہادروں کو نہایت بیرحمی سے قتل کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ بوڑھے عورتیں اور بچے بھی جنکی تعداد اسّی کے قریب تھی بیدردی کے ساتھ قتل کئے گئے۔ جو لوگ زخمی ہو گئے تھے اُن کو بھی بیرحمی سے قتل کیا گیا۔ صرف تیس آدمی گرفتار کرکے نیو ایمسٹرڈم پہونچائے گئے۔ اِس قسم کی بیرحمیوں کی اطلاع پاکر گیارہ چھوٹے فرقے جن میں سے بعض برّاعظم پر رہتے تھے اور بعض جزیرہ لانگ میں آباد تھے۔ اہلِ ڈچ کے خلاف ہو گئے۔ چنانچہ اُنھوں نے حملہ کرکے ڈچ لوگوں کے بھی مکانات جلا دئے۔ مویشیوں کو ذبح کر ڈالا اور بعض عورتوں اور بچوں کو بھی قید کر لیا۔ اُس وقت یہ نو آباد خوف زدہ ہو کر نیو ایمسٹرڈم میں ہر طرف دوڑتے پھرے۔ اِس طرح ہندوستانیوں نے بدلہ لیکر صلح و آشتی کی گفتگو کی طرف قدم بڑھایا اور ڈچ لوگوں نے بھی اِس کو منظور کر لیا۔ ڈی وریز، رڈک اوے پہونچا اور وہاں صلح کی گفتگو ہو کر باہم تصفیہ ہو گیا۔

یہ صلح کچھ دنوں تک قائم رہی۔ لیکن انگریزوں اور ڈچ لوگوں نے ملکر ہندوستانیوں کے خلاف جنگ شروع کر دی چنانچہ ۱۶۴۴ء میں اُنھوں نے اسٹیمفورڈ کے قریب ہندوستانیوں پر حملہ کیا۔ وہ لوگ پہلے ہی سے گاؤں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ حملہ آوروں نے گاؤں کو آگ لگا دی اور کئی سو من غلہ جلا دیا۔ اِدھر اُدھر جو ہندوستانی ہاتھ آگیا اُسکو قتل بھی کیا۔ بچے اور عورتیں بھی اُن کے ظلم سے محفوظ نہ رہیں۔ ایک موقع پر اِن لوگوں نے دو گاؤں پر یکایک حملہ کیا اور سو سے زائد ہندوستانیوں کو بیدریغ تہِ تیغ کر ڈالا اور دو ہندوستانی قیدیوں کو چاقوؤں سے نیو ایمسٹرڈم میں سر بازار ٹکا بوٹی کر ڈالا۔

اِس کے بعد آنڈو رہل تین کشتیوں میں ایکسو بیس آدمی لیکر روانہ ہوا اور ایک گاؤں پر شبخون مارا لیکن وہاں کے باشندے جاگ رہے تھے اور اُنھوں نے ایک گھنٹہ تک خوب مقابلہ کیا آخر کار وہ مغلوب ہوئے اور گاؤں میں آگ لگا دی گئی۔ تقریبًا پانسو ہندوستانی قتل ہوئے یا زندہ آگ میں جلا دیے گئے۔ اس کارروائی کے بعد یہ لوگ سٹیمفورڈ کو واپس ہوئے اور انگریزوں نے اِن کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد یہ لوگ نیو ایمسٹرڈم چلے گئے۔

نیو سویڈن کا مفتوح ہونا

نیو ایمسٹرڈم کے گرد جو نو آبادیاں قائم تھیں وہ گزشتہ جنگ کی وجہ سے اسقدر کم ہو گئی تھیں کہ اب مشکل سے سو آدمی اُسکے اندر رہ سکتے تھے اور گورنر کی طرز حکومت سے بھی نو آباد سخت بددل تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۶۴۷ء میں کیف گورنر واپس بلا لیا گیا اور اُسکی جگہ پیٹر اسٹوویسنٹ کو بھیجا گیا۔ ڈچ لوگوں نے ایک قلعہ کاسی میر سنہ ۱۶۵۱ء میں بنا لیا تھا۔ اہلِ سویڈن نے اِس قلعہ کی تعمیر کو اپنی مقبوضہ آراضی میں دخل انداز پایا اور سنہ ۱۶۵۴ء میں موقع پاکر اُنھوں نے اِس قلعہ کو اپنے گورنر کی ماتحتی میں فتح کر لیا۔ اِس واقعہ سے ڈچ جو صوبہ کے اندر تعداد میں اہلِ سویڈن سے بہت زیادہ تھے برانگیختہ ہو گئے اور اُنھوں نے چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے نیو سویڈن پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ بیکار ثابت ہوا اور ایک قلعہ دوسرے قلعہ کے بعد فتح ہوتا گیا یہانتک کہ ڈچ اصحاب نے اپنی حکومت نیو سویڈن میں قائم کر دی اور ہمیشہ کے لئے سویڈن والوں کی نو آبادی کا خاتمہ ہو گیا اور یہ لوگ جن کی کل تعداد اس وقت سات سو کے قریب تھی دیگر یورپی اقوام کے ساتھ مِل جُل کر رہنے لگے اور اب وہ ریاستہائے متحدہ میں ایک فی دو صدی آباد ہیں۔

نیو ایمسٹرڈم کی ترقی

اہلِ سویڈن کی نو آبادیوں کی فتح سے نیو ایمسٹرڈم کی رونق روز بروز فزوں تر ہوتی گئی لیکن ایلگونکن فرقے نے سنہ ۱۶۵۵ء میں ڈچ لوگوں کی نو آبادیوں پر بڑی تعداد میں

سخت حملہ کیا مگر یہ خیریت ہوئی کہ وہ جلد واپس چلے گئے اور قیدیوں کو فدیہ لیکر رہا کر گئے۔
جزیرہ مآن ہٹن کو تاجر بہت پسند کرتے تھے اور حکومت کی خوش مزاجی اور نرمی کے باعث
تجارت کو فروغ ہوتا گیا۔ ہر مذہب کو آزادی حاصل تھی۔ اظہار رائے کے لئے بھی کوئی پابندی
نہ تھی اور نہ صرف سیلٹس اور کیلٹک بلکہ مصر کے غلام بھی جزیرہ مآن ہٹن میں آکر جمع ہو گئے۔
خود ہالینڈ سے جو لوگ جلاوطن کئے گئے تھے وہ بھی مختلف نسلوں کے لوگ تھے کیونکہ وہ
بدنصیب لوگ جن کو کہیں آرام اور چین حاصل نہیں ہوتا تھا ہالینڈ میں پناہ گزیں ہوتے تھے
فرانس کے پروٹسٹنٹ سواحلِ بحیرہ جرمن اور دریائے رہائن کے باشندے اور بوہیمیا کے
لوگ جو ہس کے متبعین تھے سب کے سب ہالینڈ میں آباد ہو گئے تھے اور وہاں سے یہ لوگ
نیو ایمسٹرڈم پہونچے اور اس طرح نیویارک میں ہمیشہ دنیا بھر کے باشندے آباد رہے۔

ہر مذہب اور ہر ملک کے باشندے جن پر مظالم ہوتے تھے نئی آبادی کی طرف متوجہ
ہوتے تھے۔ چنانچہ فرانسیسیوں کی تعداد تو اسقدر بڑھ گئی تھی کہ سرکاری دستاویزات بعض
اوقات فرانسیسی زبان میں تحریر کی جاتی تھیں اور بعض اوقات ڈچ زبان اور انگریزی میں
لکھی جاتی تھیں۔ نئی دنیا میں دستکاروں اور یتیموں کو جہاز کا کرایہ معاف تھا۔ آبادی میں
ہر سال ترقی ہوتی گئی اور اکثر اشیار کے لئے نیو ایمسٹرڈم تجارت کی بڑی منڈی بن گیا
سنہ ۱۶۶۰ء میں نیو ایمسٹرڈم میں شاندار عمارتیں تعمیر ہوگئیں اور وہاں کے باشندوں کی
زبان پر یہ الفاظ آنے لگے کہ یہ صوبہ جو نہایت مناسب مقام پر واقع ہے ہمارے آبائی ملک
کے لئے ایک بڑے ذخیرہ کا کام دیگا۔ اگر ہمارا نیدرلینڈس (ہالینڈ اور بلجیم) سخت
لڑائیوں کی وجہ سے تباہ و برباد بھی ہو جائے تو ہمارے ہموطنوں کو یہاں پناہ مل جائیگی
اور چند سال میں ہم ایک طاقتور قوم بن جائینگے۔

افریقہ کے غلام نیو نیدرلینڈس میں

افریقہ کے باشندے بھی دریائے ہڈسن پر آباد ہو گئے تھے سنہ ۱۶۲۶ء میں ویسٹ

انڈیا کمپنی نے گنی کے سواحل پر نوآبادیاں قائم کر لی تھیں اور وہاں کے دیسیوں کو جنکو سزائے قید دی جاتی تھی جزیرہ مان ہٹن میں بھیجدیا جاتا تھا اس طرح وحشی غلاموں کی خرید و فروخت جاری ہو گئی۔ ملکہ ایلزبیتھ کے زمانہ سے لیکر ملکہ آین تک انگریز بھی اس تجارت میں شامل و شریک رہے لیکن جو وحشی آزاد ہو جاتے تھے وہ کاشتکاری کا کام کرنے لگتے تھے۔

آزادی کے لئے جدوجہد

ٹیکس کی بنا پر باشندوں میں بےچینی پھیل گئی جس کا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ دیہات سے دو دو نمایندے لئے جائیں اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں میونسپلٹیاں مجسٹریٹوں کا کام انجام دیں اور شہروں کے نمایندوں کی حیثیت سے جہاں کہیں ضرورت ہو رائے دیں۔ ایک کمیشن بھی ہالینڈ کو روانہ کیا گیا تاکہ معاملات درستی و اصلاح پر آجائیں۔ لیکن حکومت نے کوئی شنوائی نہ کی اور معاملات کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ آخرکار نیو نیدر لینڈس میں ایک مجلس ملّی قائم کی گئی جس میں ہر گاؤں سے دو دو نمایندے لئے گئے اور ٹیکس ادا کرنا بند کر دیا اور یہ بھی تجویز کی کہ ہم لوگ نیو انگلینڈ کی ماتحتی میں چلے جائینگے تاکہ انگریزوں جیسی آزادیاں ہم کو بھی حاصل ہو جائیں۔

انگریزی مداخلت اور نیو ایمسٹرڈم کا نام نیویارک

کرامویل کے ذہن میں نیو نیدر لینڈس کے فتح کرنے کی تجویز تھی، بعدازاں اُس کے بیٹے کے زمانہ میں اس تجویز پر دوبارہ غور کیا گیا۔ چارلس دوئم کی واپسی پر نیو نیدر لینڈس کو شمال و جنوب کی طرف سے اور انگلستان کی طرف سے خطرہ کی دھمکی بھی دی گئی، اور لارڈ بالٹی مور نے سنہ ۱۶۵۹ء میں نیو نیدر لینڈس پر اپنے حقوق کا مطالبہ کیا تھا اور سنہ ۱۶۶۰ء میں اُس کے بیٹے نے بھی اُن حقوق کا اعادہ کیا لیکن ویسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی نوآبادی اور خریداری کی بنا پر اُس کے حقوق کو تسلیم نہیں کیا اور آخرکار سنہ ۱۶۶۳ء میں ویسٹ انڈیا کمپنی نے تمام اراضی جو ڈیلا ویر پر واقع تھی شہر ایمسٹرڈم کے حوالے کر دی۔ انگلستان کی نوآبادیوں نے ہر سمت سے نیو نیدر لینڈس میں مداخلت شروع کر دی۔ چونکہ وہاں کے باشندوں کو بھی پوری

آزادی حاصل نہ تھی اس لیے اُس میں کوئی قومی جذبہ بھی کام نہ کرتا تھا اور انگلستان کی نوآبادیوں اور دیسیوں کی مخالفت نے نیونیدر لینڈس کی تمام کمزوریوں کو ظاہر کر دیا۔

ضروریات وقت سے مجبور ہو کر گورنر آسٹوڈی - سانٹ نے یکم نومبر ۱۶۶۳ء کو مجلس ملی کو تسلیم کرلیا چنانچہ اپریل ۱۶۶۴ء میں اسکا ایک باقاعدہ اجلاس ہوا۔ لیکن انگلستان کی نوآبادیوں کے خلاف کوئی تدبیر کارگر نہ ثابت ہوئی۔ حالانکہ فوج بھی بھرتی کی گئی اور اپنے مقبوضات کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر انگریزوں نے ڈچ آبادی کو فتح کرلیا اور ۱۶۶۴ء میں نیوایمسٹرڈم کا نام بدل کر نیویارک رکھ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں نے بلا سبب صرف ڈچ لوگوں کی مرفہ الحالی اور تجارت کی ترقی سے جلکر اُنکے مقبوضات کو فتح کیا ورنہ علم الاخلاق کی رو سے وہ اپنے اس فعل بیجا کی کوئی مناسب توجیہ نہیں کرسکتے بہرحال اب بحر اوقیانوس کے تمام سواحل جن پر تیرہ نوآبادیاں تھیں انگریزوں کے قبضے میں آگئے اور وہ علاقہ جو ہڈسن اور ڈیلاویر کے درمیاں واقع تھا صرف شمالی حد کو چھوڑ کر نیوجرسی کے نام سے موسوم ہوگیا۔

نیوجرسی کی آبادی

۱۶۶۴ء سے قبل کونٹیلر کے چند خاندان نیوجرسی میں آکر پناہ گزیں ہوگئے تھے اور اُن سے ایک سال قبل نیوانگلینڈ کے پیوریٹن اور لانگ آئی لینڈ کے باشندے بھی ریری ٹن میں آباد ہو گئے تھے۔ نیز بہت سے کاشتکار دیگر نوآبادیوں سے آکر یہاں بس گئے تھے۔ جان و مال کی حفاظت قوانین کی رو سے لازمی قرار دی گئی اور ایک مجلس ملی قائم کی گئی ٹیکس سے آزادی دی گئی۔ صرف نوآبادیوں کی مجلس ملی ضرورت کے وقت ٹیکس لگا سکتی تھی۔ ذاتی رائے، مذہب اور ضمیر کی آزادی برقرار رکھی گئی۔ مختصر یہ کہ بادشاہ، پارلیمنٹ اور مالک نوآبادی کے بیجا جبر و تعدی کے خلاف تحفظ کیا گیا۔ اور اس طرح نیوجرسی کی مرفہ الحالی روز افزوں ہوتی گئی اور مختلف نوآبادیوں کے باشندوں کے لیے ایک صلائے عام ثابت ہوئی۔

جنوبی نوآبادیاں دونوں کیرولینا

امریکہ کی نوآبادیوں کی ابتدائی تاریخ لازمی طور پر ایک غیر مسلسل داستان ہے جس کو کسی

خاص حد تک پہونچکر ترک کر دینا پڑتا ہے لیکن بعض نوآبادیاں ایسی بھی ہیں جن کا ذکر ایک مناسب مقام تک خود بخود پہونچ جاتا ہے۔ یہ تمام چھوٹی چھوٹی ندیاں آخرکار ایک بڑے دریا میں گرتی ہیں جسکی روانی برابر جاری ہے۔ اب ہم ایسے مقام پر پہونچ گئے ہیں کہ ہم کو کیرولینا کی نوآبادیوں اور جیورجیا اور شمالی فرانسیسی نوآبادیوں کی بنیادوں کا ذکر کرنا چاہیئے جواب کناڈا کے نام سے موسوم ہیں۔ مگر ہم کو سب سے پہلے اُن ممالک سے پوری واقفیت ہونے کی ضرورت ہے جہاں ڈی سوٹو تلاشِ زر میں سرگرداں رہا۔ جہاں نیکولس کالینی نے اپنے مظلوم و ستم رسیدہ ہیوجی ناٹس کو لاکر بسایا۔ جہاں کیتھولک تعصب نے زمین کو اُن کے خون سے رنگین بنا دیا اور جہاں بہادر ریلے نے نوآبادیوں کی شاندار تجاویز پر غور کیا لیکن وہ صرف مایوسی و رنج و الم کا نشانہ بنا

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں شمالی امریکہ کا وسیع براعظم انگریزوں کی نوآبادیاں قائم ہونے سے پچاس برس بعد تک دو اضلاع میں منقسم رہا جن کو شمالی اور جنوبی ورجینا کہتے تھے اُس صوبہ کی شمالی حدود سے جس کو اب ورجینا کہتے ہیں جو کچھ آراضی جانب دریائے سینٹ لارنس واقع تھی شمالی ضلع سے متعلق تھی اور جو آراضی جانب جنوب خلیج فلوریڈا تک تھی جنوبی ضلع سے ملحق تھی۔

فرانسیسیوں نے اپنے ملک کے بادشاہ چارلس نہم کی یادگار میں کیرولینا کا نام اُس حصہ ملک کو دیدیا جو اب تک اسی نام سے مشہور ہے ۱۶۳۰ء میں انگلستان کے بادشاہ چارلس اول نے خلیج چیساپیک کے جنوب کی آراضی کو سر رابرٹ ہیتھ کے حوالے کیرولانا کے نام سے کیا لیکن انگلستان کی سیاسی بے چینیوں کی وجہ سے یہ حصۂ زمین آباد نہ ہو سکا۔ جب شاہانِ اسٹوارٹ دوبارہ انگلستان میں حکمران ہوئے تو انگریزوں نے اس حصۂ امریکہ پر بھی دعویٰ کیا جس کا نام اُنھوں نے جنوبی ورجینا رکھا۔ بعد ازاں شاہ انگلستان نے آراضی موسومہ کیرولینا کو اُن آٹھ مالکان کے حوالے کر دیا جو اُسکے درباری تھے۔ اِس عطیہ سے وہ لوگ اِس آراضی کے نہ صرف مالکان بلکہ بادشاہ بن گئے اہلِ اسپین نے اس عطیہ شاہی کے خلاف جن کا قلعہ سینٹ آگسٹائن وہان موجود تھا اور

سر رابرٹ ہیتھ نے جس کو پہلے اس اراضی میں حق حاصل ہو گیا تھا صدائے احتجاج بلند کی لیکن دونوں دعویداروں میں سے کسی کی حجت بھی پیش نہ گئی کیونکہ یہہ مالکان اُن سے زیادہ طاقتور اشخاص تھے علاوہ ازیں دوسرے لوگ بھی جو سخت مزاج اور سرکش تھے اِس اراضی کے بحری کناروں پر آباد ہو چکے تھے۔ نیو انگلینڈ نے جس کے اندر نہ صرف اصول توسیع نوآبادی کارفرما تھا بلکہ وہ اصول بھی جو سرزمین میں جہاں اُسنے قدم رکھا جگہ پا گیا نہ صرف ایک چھوٹی سی آبادی اِس فیر آباد کی جو اُسکی اپنی مصیبتوں کے زمانہ میں قائم ہو گئی تھی بلکہ جمہوری آزادی کے بیجوں کو بھی وہاں بو دیا جن سے جزواً اس استقلال کا کھوج لگایا جا سکتا ہے جو شمالی کیرولینا کی نوآبادی کے لیئے اُس جنگ دراز میں باعث افتخار رہا ہے جس سے آخرکار اُس کو دوچار ہونا پڑا۔

ورجینیا بھی نوآبادیوں کی ماں تھی۔ ۱۶۲۲ء میں حوصلہ مند پوری نے جنوبی دریا کے کنارہ تک براہ خشکی سفر کیا اور اپنی واپسی پر دیسیوں کی مہربانیوں، ملک کی زرخیزی اور عمدہ آب و ہوا کا نہایت عمدہ الفاظ میں ذکر کیا جہاں سال میں دو فصلیں پیدا ہوتی تھیں۔ اگلے چالیس سال تک اُسکی تحقیقات کو برابر جاری رکھا گیا اور جب ورجینیا میں مذہبی تعصب نے ظلم و ستم کی بنیاد ڈالی تو بہت سے لوگ وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ ان نوآبادیوں کو کیرولینا کے نئے مالکان نے اپنی مِلک سمجھا اور اُن کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا چنانچہ سر ولیم برکلے کو اپنا گورنر بھی مقرر کر دیا۔

لیکن برکلے نے جوان نوآبادیوں کی طرزِ معاشرت سے بخوبی واقف تھا اپنے احکام کی تعمیل سختی سے نہیں کرائی بلکہ ولیم ڈرمنڈ کو جو ان نوآبادوں میں سے تھا اُن کا گورنر مقرر کیا اور سیدھا سادہ طرز حکومت جاری رکھا چھ ممبران کی ایک کونسل قائم کی اور خفیف مالگزاری لگا دی اور نوآبادی کو اپنی حفاظت آپ کرنے، اور آزادی کے ساتھ رہنے اور اپنے معاملات خود طے کرنے کا اختیار دیدیا۔ شمالی کیرولینا میں مستقل نوآبادی کی یہہ شروعات تھی۔ الغرض ان نوآبادیوں میں شمالی اور جنوبی کیرولینا کا موجودہ ملک، جیورجیا، ٹینیسی، الاباما، مسیسپی، لوزیانا، ارکنساس، فلوریڈا۔ اور مسوری کا حصہ اعظم، تقریباً تمام ٹیکساس اور میکسیکو کا بہت بڑا حصہ شامل تھے اور ان میں

بعد ازاں جزائر بھیلاما بھی شامل کر لیے گئے تھے۔

لاک کا مشروطہ

نوآبادیوں کے مالکان نے ارل آف شیفسبری کو نوآبادیوں کے لیے ایک مشروطہ تیار کرنے کے کام پر مامور کیا۔ اُس نے اپنے آزردہ اور دوست جان لاک کو یہ کام سپرد کر دیا۔ لاک نے اس اصول پر یہ کام شروع کیا کہ حکومت کی اصلی بنیاد مضبوطی پر ہے اور مال کی حفاظت اُس کا خاص مقصد ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک مشروطہ بنا لیا جو ایک "شاندار نمونہ" کے نام سے مشہور ہے لیکن اُس پر زیادہ دنوں تک عمل درآمد نہ ہو سکا اور آخر کار اُس کو بالکل ترک کرنا پڑا۔ بینکرافٹ نے خوب کہا ہے کہ ممالک ہائے متحدہ میں سیاسی اداروں کی بنیاد عالی دماغ اشخاص اور نسبی شریفوں نے نہیں رکھی۔ نوآبادیوں کے حقیقی مقننین خود وہاں کے نوزائیدہ بچے تھے۔ "عدالت مالکان" کے علاوہ جس کو تمام انتظامی اختیارات سپرد تھے اور جس کا صدر سب سے پرانا مالک بنایا گیا تھا بقیہ سات مالکان کی عدالتیں تھیں جن کو امیر البحر، خواجہ سرا، چانسلر، چیف جسٹس، خزانچی اور وزیر اعظم کے عہدوں کے اختیارات حاصل تھے۔ ان عدالتوں میں سے ہر ایک میں چھ مشیر رہتے تھے جن میں سے دو تہائی زندگی بھر کے لیے مقرر کیے جاتے تھے اور وہ شرفا ہوتے تھے پس ظاہر ہے کہ لوگوں کو اس طرح انتظامی، عدالتی یا قانونی اختیارات سے محروم رکھا گیا تھا۔

یہ شاندار نمونہ کا مشروطہ مارچ ۱۶۷۰ء میں منظور ہوا اور انگلستان میں اس کی بیحد تعریف ہوئی۔ ۱۶۷۲ء میں جارج فاکس بھی کیرولینا کو دیکھنے آیا اور لوگوں نے جارج فاکس کی تعلیمات و نصیحتوں کو بغور سُنا۔ شمالی کیرولینا کے لوگوں نے جو جارج فاکس کے مُریدان خاص تھے شیفسبری اور لاک کے مشروطہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی کچھ قوانین بحری کے نفاذ سے اور کچھ موجودہ مشروطہ سے لوگ ناراض ہو کر ورجینا سے کیرولینا میں پہونچے لیکن ۱۶۷۷ء تک یہاں پر چار ہزار آدمیوں کی آبادی تھی۔ یہاں کے نوآبادوں کا سردار جان کلپیپر بن گیا جو انگریزی فریق کی نگاہ میں کشتنی اور قابل گردن زدنی تھا کیونکہ وہ غریبوں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ

امیروں کو لوٹ لیں۔ آخرکار ہولڈن اور جان کلیپیپر صلح کی گفتگو کے لیے انگلستان روانہ ہوئے جن کی اصلی تمنا یہہ بھی تھی کہ مالکان ملر کو واپس طلب کریں جو اُس وقت نوآبادی پر حکمران مقرر کیا گیا تھا مالکان نے اُس کی بجائے ۱۶۸۳ء میں سیٹھ سوتھل کو گورنر مقرر کیا۔ یہہ شخص نہایت ظالم اور جابر تھا اور آخرکار اِس کے ظلم و جبر کا یہہ نتیجہ ہوا کہ نوآبادی نے بغاوت اختیار کی اور مالکان کے خلاف اپنی حکومت قائم کر لی اور اس طرح اُن کے پنجے سے نجات پائی۔ نوآبادی میں امن و امان قائم ہوا اور شمالی کیرولینا کے نوآبادوں نے اب حسب خواہش ضمیر کی آزادی اور ذاتی خود مختاری حاصل کی اور اب وہ جنگل اور دریاؤں کے صحیح معنوں میں مالک بن گئے۔

جنوبی کیرولینا کی ترقی

۱۶۷۰ء میں مالکان کیرولینا نے بارہ ہزار پونڈ کے صرف سے جلاوطن اشخاص کی ایک جماعت روانہ کی۔ یہہ لوگ پورٹ رائل پر اُترے۔ اِن میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ سو ایکڑ زمین عطا کی گئی اور جس ضلع پر اِن لوگوں نے قبضہ کیا اُس کو کارٹریٹ کاؤنٹی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اُسی سال یعنی ۱۶۷۰ء میں یہہ نوآبادی پورٹ رائل سے چلکر دریائے ایشلے کے کناروں کی طرف قائم کی گئی کیونکہ وہاں زراعتی سامان اور چراگاہ موجود تھے۔ اور اس طرح چارلسٹن کی بنیاد پڑی۔ چونکہ وہاں اُس زمانہ میں گرمی زیادہ ہوتی تھی اور سفید اقوام گرمی کے موسم میں کوئی کام نہیں کر سکتے تھے، اِس لیئے وحشیوں کو دیگر جزائر سے کام کاج کے لیے لایا گیا اور اس طرح وہاں غلاموں کی تجارت کو فروغ ہو گیا۔ گورنر سر جان یمینس کا انتظام نہ مالکان نوآبادی کو پسند آیا اور نہ نوآباد اُس کے انتظام سے خوش رہے لہذا اُس کو ۱۶۷۴ء میں واپس طلب کر لیا گیا اور جوزف ولیسٹ کو اُسکی جگہ گورنری کا عہدہ دیا گیا۔ مالکان نے اپنے نوآبادوں کا طرزِ معاشرت مناسب سمجھکر نیو انگلینڈ اور شمالی نوآبادیوں کے جلاوطنوں کو یہاں آباد ہونے کی ترغیب دی اور اُن کی ہمت افزائی کی اور وقتاً فوقتاً اُن کو رسد بھیجتے رہے۔

چارلس دوئم نے بھی بہت سے آدمیوں کو انگلستان سے یہاں بسنے کے لیے بھیجا کچھ

ذخائر بھی روانہ کیے۔ مختلف قسم کے پھول اور پودے بھی بھیجے۔ جنوبی فرانس سے اہل پروٹسٹنٹ کو روانہ کیا تاکہ وہ یہاں ریشم کے کیڑوں کی پرورش کریں اور ریشم پیدا کریں۔ بہت سے ہیوجی ناٹس یہاں پہونچے اور آباد ہوگئے۔ روز بروز یہہ نئی آبادی آباد ہوتی گئی اور ترقی پذیر رہی۔

۱۶۸۳ء مین جنوبی کیرولینا کو تین اضلاع کالیٹن، برکلے جس میں چارلسٹن بھی شامل تھا اور کریون میں تقسیم کیا گیا اور جلد جلد گورنروں کو بدانتظامی کی بنا پر تبدیل کرنا پڑا۔ ۱۶۸۵ء میں جیمس دوم نے سند کو منسوخ کرنے کا ارادہ کیا لیکن مالکان عدالت نے بادشاہ اور انگریزی رعایا کو خوش کرنے کے لیے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ وہ تمباکو کے ٹیکس کو وصول کرکے بھیجا کرے۔ مگر یہہ احکام بیکار تھے کیونکہ گورنر میں یہہ طاقت نہ تھی کہ نوآبادوں سے ٹیکس وصول کرسکے۔ نوآبادوں نے نہ مالکان کی کچھ پروا کی اور نہ بادشاہ کی بلکہ اپنے آپ کو خود مختار بنالیا۔ کالیٹن جو ایک مالکِ نوآبادی کا بھائی تھا بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گورنر بناکر بھیجا گیا۔ اُسنے یہاں پہونچکر قومی فوج اس حیلہ سے فراہم کی کہ اہل اسپین اور ہندوستانیوں کے حملے کا اندیشہ ہے۔ بعد ازاں مارشل لا جاری کیا گیا لیکن نوآبادکار اُسکے خلاف ہوگئے ۱۶۸۸ء میں جب انگلستان میں انقلاب برپا ہوا تو نوآبادوں نے کالیٹن پر بغاوت کا الزام لگاکر اُسپر مقدمہ چلایا اور صوبہ سے باہر نکال دیا۔ مالکان نے فلپ لڈویل کو بھیجا کہ وہ بے چینی کے صحیح اسباب معلوم کرے چنانچہ اُس کی رپورٹ بابت اپریل سنہ ۱۶۹۳ء میں عام معافی دیگئی اور عظیم الشان نمونہ کے مشروطکی بہت سی دفعات ترک کردی گئیں بلکہ ایک طرح سے خود نوآبادوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حق عطا کردیا گیا۔ اِس کے بعد ان نوآبادوں کو ہندوستانیوں سے بہت سی لڑائیاں کرنی پڑیں کیونکہ اہل اسپین نے ہندوستانیوں کو انکے خلاف بھڑکادیا تھا۔ آخرکار یہہ نوآبادی بلحاظ پیداوار (چاول اور نیل) مشہور ہوگئی اور مویشی بھی اس میں بکثرت پیدا ہونے لگے اور دیگر جزائر اس کی پیداوار پر زندگی بسر کرنے لگے۔

جیورجیا

جنگ آزادی میں جن ریاستوں نے شرکت کی اُن میں سب سے نئی ریاست جیورجیا

تھی۔ ۱۶۳۰ء میں اس کی آبادی کے لیے سند عطا کی گئی تھی لیکن نوآبادی قائم نہ ہونے کی وجہ سے سند بیکار ہوگئی تھی۔ ۱۷۳۲ء میں سر جیمس ادگل تھارپ کو اس کی آبادی کے لئے سند دی گئی اور اُسنے بہت سے ایسے لوگوں کو جو مقروض تھے اور مفلسی کی وجہ سے زندگی سے تنگ تھے یہاں پہونچادیا۔ یہہ آراضی سوانا اور التماہا دریاؤں کے درمیان واقع تھی اور بادشاہ کے احترام کے باعث اِس کا نام جیورجیا رکھا گیا دارالعوام نے چھتیس ہزار پونڈ اس نوآبادی کے قیام کیلئے منظور کیے تھے۔ ۱۶ نومبر ۱۷۳۲ء کو ادگل تھورپ، گریوسینڈ سے روانہ ہوا اور اُسکے ساتھ ایکسو سولہ[۱۱۶] آدمی تھے۔ وہ پہلے چارلسٹن پر اُترے جہاں اُن کو صوبہ کی حکومت نے بہت سے مویشی اور دیگر ذخائر عنایت کیے۔ اِس کے بعد وہ اپنے نئے مقام سکونت کو روانہ ہوگئے جہاں وہ یکم فروری ۱۷۳۳ء کو پہونچے۔ یہاں اُنھوں نے ایک قلعہ تعمیر کیا اور اُسپر نوآبادی کی حفاظت کے لیے چند توپیں لگادیں ادگل تھارپ نے نئے بسنے والوں کو قومی لشکر میں داخل کردیا اور چند خاص (ن) اُن کی فوجی تربیت کے لیے مقرر کردیئے۔ پھر ادگل تھارپ نے ہندوستانیوں سے صلحنامے کرلیے۔ اُس نے اُن کو تحفے دیے اور اُنھوں نے جسقدر آراضی اُسکو مطلوب تھی اُس کو دیدی۔ ادگل تھارپ انگلستان واپس چلا گیا اور ٹوموچی چی کو جو اہل کریک کا بادشاہ تھا مع اُسکی ملکہ کے اپنے ہمراہ لیگیا۔ چار ماہ وہاں وہ رہے اور اُسکے بعد ادگل تھارپ کے ساتھ واپس آئے۔

یہہ نوآبادی دیگر جلاوطنوں کے لیے بھی آغوش کشادہ تھی چنانچہ جرمنی، اسکاٹ لینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے جلاوطن بھی ۱۷۳۵ء میں یہاں پناہ گزین ہوئے۔ اس نوآبادی نے اہل اسپین سے کامیابی کے ساتھ جنگ کی۔ ۱۷۴۲ء میں ہونا سے اہل اسپین کی ایک مہم حملہ آور ہوئی لیکن آخرکار یہی نوآبادی فتحیاب رہی۔ ۱۷۷۶ء میں صوبہ جارجیا آزاد اور خودمختار ریاست بن گئی اور اس کی آزادی کو انگلستان نے بھی تسلیم کرلیا۔

فرانسیسی نوآبادیاں

شمالی امریکہ میں نوآبادیاں قائم کرنے کے لیے جو ابتدائی فرانسیسی کوششیں کارٹیر کی آمد ۱۵۳۴ء سے چیمپلین کی بنیاد کیوبیک ۱۶۰۸ء تک کی گئیں اُن کی داستان پیشتر بیان کی جا چکی ہے۔

نیو فرانس کی یہہ بد قسمتی تھی کہ چیمپلین نے ابتدا ہی میں فرقۂ ایروکیوس سے عداوت مول لے لی فرانسیسی اور ایلگونکن فرقے جن سے وہ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے بہت عرصہ تک اُن کے دستِ ستم سے تنگ رہے۔ اگر ایروکیوس جنوب کی جانب ایک سدِّ سکندری نہ ثابت ہوتے تو چیمپلین بلاشبہہ انگریزوں سے پہلے میدان اوقیانوس پر قدم جما دیتا۔ اس مخالفت کا یہہ نتیجہ ہوا کہ نیو فرانس کا بانی فرانسیسی اقتدار کے دائرہ کو صرف شمال اور مغرب کی طرف وسیع کر سکا جہاں کچھ بھی مخالفت نہ تھی۔

۱۶۱۱ء میں مونٹریال کی نوآبادی سینٹ لارنس میں قائم ہوئی اور دریائے اوٹاوہ و رشلیو کے دہانے بھی آباد ہو گئے۔ چار سال بعد ۱۶۱۵ء میں چیمپلین جھیل ہیورن پر پہونچا۔ چیمپلین کی رہنمائی میں اُس کی مثال سے سبق لیکر تجّار اور پادری بہت دُور تک مغرب کی طرف گئے۔ اول الذکر تجارت کی غرض سے اور آخر الذکر روحوں کو عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے۔

۱۶۳۴ء میں جین نکولیٹ جو چیمپلین کا اوروہ تھا وسطی وسکونسن تک پہونچا اور اُسنے وحشی فرقوں سے تجارتی معاہدات قائم کیے۔ سات سال بعد ۱۶۴۱ء میں فرقہ جیسوائٹ کے پادریوں نے دو ہزار برہنہ وحشیوں کے سامنے سالٹ سینٹ میری کے مقام پر تقاریر کیں۔ ۱۶۵۹ء میں دو فرانسیسی تاجر وسکونسن پہونچے اور غالباً دریائے مسیسپی کو بھی دیکھا! ور جھیل سپیریر کی

خلیج جیکا نیکن پر ایک لکڑی کا قلعہ بھی بنایا سنہ ۱۶۶۲ء میں انھوں نے خلیج جیمس دریافت کی اور خلیج ہڈسن کی سمور کی تجارتی قابلیت سے متاثر ہوئے۔ اُن کی دریافتوں کی بنا پر خلیج ہڈسن کی کمپنی سنہ ۱۶۷۰ء میں قائم ہوئی۔ سینٹ لوسن نے سنہ ۱۶۷۱ء میں شمال و مغربی قطعات اراضی کا باضابطہ قبضہ فرانسیسی بادشاہ کے لیئے سالٹ سینٹی میری پر لے لیا۔ دو سال بعد سنہ ۱۶۷۳ء میں جولیٹ اور مارکیٹ نے دریائے مسیسپی کو دوبارہ دریافت کیا۔

فرانسیسی اور انگریزی نوآبادیوں کا موازنہ

امریکہ میں فرانسیسی اور انگریزی نوآبادیاں قائم ہو کر ایک دوسرے سے بالکل مختلف طور پر درجۂ تکمیل کو پہنچیں۔ کناڈا جو سلطنت اور کلیسا کا نوزائیدہ بچہ تھا طاقت کی گود میں پرورش پاتا رہا۔ اسکی طاقت مصنوعی مقویات کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی اور اُس کے حرکات و سکنات کو ضابطہ بنایا گیا۔ اُس کے اعضاء کو فوجی قواعد سکھائی گئی جو بوجہ قلت حرارت عزیزی آخرکار فنا ہوگیا۔ برخلاف اِس کے انگلستان کی نوآبادیاں جن کی طرف مطلق توجہ نہ کی گئی اپنی ذاتی طاقت اور ہمت و جرأت کی بنا پر مناقشات سے بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہیں۔

بحر اوقیانوس کے سواحل پر اور سینٹ لارنس کی وادی میں متضاد اصول برتری اور فوقیت کے لیے کارفرما تھے۔ فیوڈلزم، جمہوریت کے خلاف تھا، یورپ کی طاقت اہل پروٹسٹنٹ سے نبرد آزما تھی اور تلوار اور ہل کا مقابلہ تھا۔ پادری، سپاہی اور شریف کناڈا میں حکمران تھے جاہل اور آرام طلب کاشتکاران کناڈا حقوق اور سیاسی آزادی سے بیخبر تھے۔ وہ فرمانبرداری کیلئے پیدا ہوئے تھے اور حکومت خود اختیاری کی قابلیت یا خواہش اُن میں نہ تھی اِس طرز سیاست میں ہر جگہ طاقت کو دخل تھا اور اِس لیے عوام میٹھی نیند سوتے تھے۔ سینٹ لارنس کے کنارہ کنارہ وہ نوآبادیاں تھیں جو ایک وسیع چھاؤنی کے مشابہ تھیں جہاں ایک فوج آرام میں تھی اور جو کوچ یا جنگ کے لیے تیار رہتی تھی اور جہاں جنگ یا مہم نہ کہ تجارت اور زراعت زندگی کے خاص مشاغل تھے۔ مالکان اراضی شرفاء تھے اور وہ اکثر سپاہی تھے یا اُن کے بیٹے تھے جو مغرور اور تصنع پسند تھے اور

اور فضول خرچ اور غریب تھے۔ باقی لوگ اُن کی رعایا تھے۔ ہر گلی کے موڑ پر گرجا یا خانقاہ دکھائی دیتی تھی اور شہروں اور دیہات میں پادری سیاہ جبہ پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔

انگریزی نوآباد جسکی پیشانی فکرمند رہتی تھی اور جسکے اعضا محنت سے مضبوط ہو گئے تھے کسی شخص کو اپنا آقا نہیں کہتا تھا لیکن اُس قانون کا جو اُسنے خود بنایا تھا پابند تھا۔ صبر و تحمل اور جفاکشی اُس کا خاص شیوہ تھا اور وہ حقیقی سکون و آرام کی تلاش کرتا تھا اور زندگی کی دلفریبیوں سے متنفر تھا۔ وہ جنگ کا شائق نہیں تھا لیکن اگر لڑائی میں پھنس جاتا تھا تو ضد اور ناقابل تسخیر بہادری کے ساتھ لڑتا تھا اور اس کے بعد اپنی طاقت کو اپنی زراعت یا تجارت پر صرف کرتا تھا۔ ایسے ہی آدمی کو ایک جمہوری سلطنت کا مغز اور گودا کہا جا سکتا ہے۔

طاقت اور قابلیت کی صفات کے لحاظ سے اپنے رقیب کے مقابلہ میں اہل کناڈا ادنیٰ درجہ کے ثابت ہوئے لیکن اُن تمام اُمور میں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور قوت متخیلہ کو راحت پہونچتی ہے وہ اُس سے کہیں برتر اور مافوق تھے۔

سمور کی تجارت نے ایک بےچین فرقہ جو جھاڑیوں کو جھاڑتا پھرتا تھا پیدا کر دیا۔ یہ لوگ سفید آدمیوں کی نسبت ہندوستانیوں سے زیادہ مشابہ تھے۔ جن اشخاص نے جنگل کی بہاریں لوٹی تھیں وہ ہمیشہ کے لیے خاموش زندگی بسر کرنے کے ناقابل ہو گئے تھے۔ اور تمام نوآبادی اس مرض میں مبتلا تھی صرف اس وجہ سے اور نیز انگریزوں کی لڑائیوں اور ایراکیوس فرقہ کے حملوں سے ملک کی زراعت فنا ہو گئی تھی اور فیوڈل ٹیکسوں اور حکومت کی بیجا مداخلتوں سے ہر قسم کی صنعت مسدود ہو گئی تھی۔

کناڈا اگرچہ خشک اور کمزور تھا تاہم وہ پادریوں کے جوش اور سپاہیوں اور تحقیق کنندگان کے شجاعانہ ہمت سے قلعوں اور تبلیغ کے کاموں کو تمام مغربی بیابان میں پھیلا سکا۔ اگرچہ زمین میں اس درخت کی جڑ گہری نہ تھی تاہم نصف امریکہ میں اُسکی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں جو ہوا کے صرف ایک جھونکے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

اس قسم کی باتیں برطانوی نوآبادیوں میں مفقود تھیں۔ اُن میں بہادرانہ چُستی موجود تھی لیکن

وہ اسکو فوجی چھاونیوں کے قیام اور جنگل کے تبلیغی کاموں میں صرف کرنا نہیں چاہتے تھے۔ جفاکشی اور محنت سے اُن کی آبادی کی تعداد روز افزوں ہوتی گئی۔ اُن کی دولت اور بھی بڑھ گئی اور ہر سال اُن کا مستقبل زیادہ شاندار نظر آنے لگا۔ لیکن اُن کی یہ عظمت جنگ کی بجائے امن و امان کے زمانہ میں حاصل ہوئی۔ لہذا جب ان دونوں قوموں میں جنگ چھڑی تو وہ لازماً دیرپا ثابت ہوئی۔

مارکیٹی، جولیٹ اور لاسیلی

سنہ ۱۶۶۰ء میں نیو فرانس کی نوآبادی اپنی حفاظت آپ کرنے کے قابل بھی نہ رہی۔ نفرت ایراکیوس اُس کا سخت دشمن تھا لہذا فرانس کی تجارتی کمپنی نے اس نوآبادی کو ۲۴۔ فروری سنہ ۱۶۶۳ء میں شاہ فرانس کے حوالے کردیا اور کالبرٹ کے عہد میں جزائر غرب الہند کی نئی کمپنی کو یہ نوآبادی عطا کی گئی۔ سنہ ۱۶۶۵ء میں نیو فرانس کی حفاظت کے لیے شاہی فوج روانہ کی گئی اور ٹریسی کو نائب السلطنت اور کورسیلیز کو گورنر مقرر کیا گیا۔ اگلے چند سال تک نامور ایلوزڈ سیلین اور مارکیٹی کو یہ خدمت سپرد کی گئی کہ وہ فرانس کا اقتدار خلیج گرین سے لیکر جھیل سپیریر تک قائم کریں۔ دریائے مسسیپی دریافت کرنے کا مقصد خود مارکیٹی نے اپنے آپ ظاہر کیا۔ ۱۰ جون سنہ ۱۶۷۳ء کو مارکیٹی اپنے ساتھ جولیٹ کو لیکر دریائے وِس کانسن پر پہونچا اور ساٹھ فرسخ کی مسافت کے بعد دریائے مسسیپی کے مغربی کنارہ پر اُن کو آدمی نظر آئے۔ اس کے بعد یہ آگے آوا پہونچے۔ دریائے وباش کو دریافت کیا۔ فرقہ شانیز سے ملے۔ گاؤں مچیگامیا کو دیکھا جہاں ڈی سوٹو کے بعد ابتک کوئی یوروپین نہیں پہونچا تھا۔ فرقہ سیاکس اور چکاساز کے ممالک میں بھی گشت لگایا۔ بعد ازاں وہ دریائے ایمنوز میں پہونچے اور ایسا ملک دیکھا جو زرخیزی کے لحاظ سے آپ اپنا نظیر تھا۔ وہاں کے ایک سردار نے ان لوگوں کو چکاگو کی راہ سے جھیل مچیگن تک پہونچا دیا اور یہ خلیج گرین میں بحفاظت تمام داخل ہوگئے۔ جولیٹ اس دریافت کا حال ظاہر کرنے کے لیے کوئیبک واپس چلا گیا لیکن مارکیٹی وہیں رہا۔ دو برس تک ادھر ادھر پھرنے کے بعد اسکو موت کا پیغام پہونچا اور وہ ۱۸ مئی سنہ ۱۶۷۵ء کو اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کرگیا۔

جولیٹ نے جنوب و مغرب کی طرف نوآبادی کی تجویز اور یورپ اور دریائے مسیسپی کے کے درمیان تجارت کے قیام پر غور کیا۔ وہ ایک مرتبہ فرانس بھی گیا اور کالبرٹ کی حکمت عملی کی بنا پر اُس کو بھینسوں کی کھال کی تجارت کا اجارہ حاصل ہو گیا اور یہ کمیشن بھی مل گیا کہ وہ دریائے اعظم (مسیسپی) کی دریافت کو مکمل کرے۔

لاسیلی بھی سنہ ۱۶۸۰ء میں قلعہ فرانٹی نیک۔ پھر واپس آیا اور اُسنے نیاگرا کی جھال پر ایک تجارتی دوکان قائم کی۔ لاسیلی جھیل اری پر بھی اپنا چھوٹا جہاز لیکر پہونچا اور مقام مکی نا پر ایک دوکان تعمیر کی اور قلعہ میامس بنایا۔ سخت تکالیف برداشت کرنے اور دریائے مسیسپی کی شاخیں دریافت کرنے کے بعد وہ خلیج گرین میں بہزار دقت واپس آیا۔

لاسیلی جو جہازرانوں میں سب سے اعلیٰ تھا جھیل اری کی دریافت میں مشغول ہو گیا اور اپنے شاندار ڈیٹرائٹ کے سبزہ زاروں میں نوآبادی کی تجویز سوچی۔ بعد ازاں ۶۔ فروری سنہ ۱۶۸۲ء کو لاسیلی اور اُسکے ساتھی دریائے مسیسپی کی راہ سے سمندر تک پہونچے اور خلیج میکسیکو کے قریب جو اراضی واقع تھی اُس کا نام لوزیانا رکھکر اُسکو فرانس کے لیے خاص کر لیا۔ اس کے بعد وہ کوبیک واپس آیا تا کہ وہ فرانس کے لئے روانہ ہو جائے۔ ستمبر سنہ ۱۶۹۸ء میں لوزیانا کی آبادی کے لیے تیاریاں مکمل ہو گئیں اور جہازوں کا بیڑہ روشل سے ۲۴ مئی سنہ ۱۶۹۹ء کو روانہ ہو گیا۔ چار جہاز دریائے مسیسپی کے لیے خاص کیے گئے جن میں دو سو اسی اشخاص سوار ہوئے تا کہ وادی مسیسپی پر قابض ہو جائیں۔ لاسیلی نے ایک مقام پر قلعہ تعمیر کیا اور اُسکا نام سینٹ لوئی رکھا۔ اسکے بعد وہ کناڈا کو روانہ ہو گیا لیکن رستہ ہی میں اُس کے دشمنوں نے اُسکو قتل کر دیا۔ بعد ازاں لوزیانا کی آبادی کے لیے فرانسیسیوں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اُسکو نہایت مرفہ الحال و مستحکم بنا دیا۔

باب ہفتم

چارلس دوئم کی واپسی کے بعد شمالی نوآبادیاں۔

میساچوسیٹ اور چارلس دوم

۲۹ مئی سنہ ۱۶۶۰ء کو چارلس دوئم انگلستان میں تخت نشین ہوا اور دو ماہ بعد یہ خبر جہازوں کے

ذریعہ سے میساچوسیٹ میں پہونچی۔ عرصہ تک یہہ نوآبادی بادشاہ کی واپسی بخیر مقدم کرنے سے محترز رہی لیکن آخرکار اگست سنہ ۱۶۶۱ء میں چارلس دوئم کا باقاعدہ اعلان تخت نشینی بمقام بوسٹن کیا گیا۔ چونکہ اکثر اشخاص کو جو چارلس اول کے قتل میں شریک سمجھے گئے تھے پھانسی دی گئی تھی اس لیے بہت سے آدمی انگلستان سے فرار ہوکر نوآبادیوں میں چلے آئے اور اس طرح جلاوطنی کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوگیا تھا۔ میساچوسیٹ کے کارکنان نارٹن اور بریڈاسٹریٹ ستمبر سنہ ۱۶۶۲ء میں انگلستان سے واپس ہوئے اور ایک فرمان شاہی اپنے ہمراہ لائے جس میں بادشاہ نے نوآبادی کی سند کو تسلیم کرلیا تھا اور اسکے تمام گزشتہ قصوروں کو معاف کردیا تھا لیکن بادشاہ نے یہہ مطالبہ کیا کہ تمام قوانین جو اسکے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوں منسوخ کیے جائیں حلف وفاداری اٹھایا جائے جیساکہ پہلے قاعدہ تھا، عدالتوں کا انتظام اسکے نام سے کیا جائے، کلیسائے انگلستان کے معتقدین کو پوری آزادی دیجائے، وہ قانون منسوخ کیا جائے جس سے اراکین کلیسا کو رائے دینے کا حق نہ تھا یا کسی عہدہ کی تعیین مدت کے خلاف تھا اور اسکی بجائے جائداد کے لحاظ سے رائے دینے کا حق تسلیم کیا جائے کہ کویکرس کے حق میں کوئی رعایت نہیں چاہی گئی تھی بلکہ ان کے خلاف سخت قانون بنانے کی آزادی دی گئی تھی۔

کنکٹی کٹ اور جزیرہ رہوڈ دونوں سندیں حاصل کرتے ہیں

کنکٹی کٹ اور جزیرہ رہوڈ جن کو مراعات حاصل کرنے کا خیال تھا میساچوسیٹ کی نسبت چارلس دوئم کی حکومت تسلیم کرنے میں زیادہ پیش پیش تھے۔ ون تھروپ، کنکٹی کٹ کے گورنر اور کلارک نے منجانب جزیرہ رہوڈ سندیں حاصل کرنے کے لیے چارلس کے دربار شاہی میں اپنے آپکو پیش کیا وقت بھی مناسب تھا چنانچہ ون تھروپ نے ایسی سند جیسی کہ وہ چاہتا تھا حاصل کرلی لیکن کلارک کو سند حاصل کرنے کے لیے زرکثیر صرف کرنا پڑا۔ ان سندوں کی رو سے نوآبادیوں کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ نئے بسنے والوں کو داخل کریں، خود اپنا گورنر منتخب کریں، مجسٹریٹوں اور نمائندوں کو مقرر کریں اور قانون سازی اور عدالتیں قائم کرنے کا اختیار بھی دیا گیا تھا۔ اپیل کی سماعت کا اختیار بادشاہ نے

مسترد کرنے کا حق بادشاہ کے لیے محفوظ نہ تھا اگر تھا تو صرف اُسی قدر جس قدر کہ میساچوسیٹ ، میری لینڈ اور کیرولینا کی نوآبادیوں کے سندوں میں تھا۔

مورخین متعجب ہیں کہ چارلس دوئم کی سلطنت کے زمانہ میں ایسی سندیں جو جمہوری اصول پر مبنی تھیں کیونکر عطا کی گئیں۔ لیکن جہانتک قانونی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے یہہ سندیں اُن اسناد سے جو ابتک امریکہ میں نوآبادی قائم کرنے کے لیے عطا ہوئی تھیں مختلف نہیں تھیں۔ ابتک درحصل یہہ خیال ہی نہ تھا کہ اس قسم کی آزاد حکومتیں آیندہ چلکر مخدوش ہو جائینگی۔ اس کے بیس برس بعد جب پین نے پین سلوانیا کے لیے سند حاصل کی تو درمیانی تجربہ سے متاثر ہو کر اسکی سند میں ایسے اضافے کیے گئے جس سے دارالسلطنت لندن کی حکمرانی کا تحفظ مقصود تھا۔

اسی دوران میں بوسٹن کی روزافزوں تجارت نے حاسد انگریزی تجار کی توجہ کو اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ اگرچہ عام طور پر لکڑی کے مکانات تھے اور بازار تنگ و خمیدہ تھے جن میں نہ کوئی صفائی تھی اور نہ یکسانی تھی لیکن یہہ شہر تمام آبادیوں میں سب سے زیادہ بڑا تھا اور دارالتجارت تھا اور اور اسکی آبادی سات یا آٹھ ہزار کے قریب تھی جن میں بعض سوداگر بڑے مالدار اور من چلے بھی تھے۔ نیوانگلینڈ کے تجارتی جہازات جنوبی نوآبادیوں میں اکثر آتے تھے جن میں یورپ کا مال آتا تھا اور یہاں سے وہ تمباکو، شکر، شراب، اور گرم ملکوں کی دیگر پیداوار لیجاتے تھے جسکو وہ اسپین، اٹلی، ہالینڈ میں مع اپنی خاص پیداوار مثل مچھلی وغیرہ کے فروخت کرتے تھے اور اس طرح وہ قوانین بحری کی زد سے بچ جاتے تھے اور انگریزی سوداگروں کی تجارت نوآبادی میں جسکے وہ اجارہ دار تھے مخل ہوتے تھے۔ پس پارلیمنٹ نے ۱۶۷۳ء میں ایک نیا قانون نافذ کیا جس سے وہی چنگی جو انگلستان میں مال بھیجنے پر دینی پڑتی اُس مال پر بھی لگادی گئی جو ایک نوآبادی سے دوسری نوآبادی کو بھیجا جائے۔

اِن چنگیوں کے جمع کرنے کے لیے نوآبادیوں میں چنگیوں کے مکانات تعمیر کیے گئے جو چنگی کے انگریزی کمشنروں کے ماتحت تھے۔ اس طرح امریکہ میں شاہی چنگی خانے پیدا ہوئے اور پارلیمنٹ کے

حکم سے بادشاہ کے ... نام پر تجارتی ٹیکس قائم کیا گیا۔

شاہِ فلپ کی جنگ

نیو انگلینڈ کے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کچھ بارآور ضرور ثابت ہوئی
لیکن بہت سے لوگ کافر ہی رہے اور عیسائیت کو قبول نہ کیا۔ بینکرافٹ کے اندازہ میں
اس وقت پینتالیس ۴۵ یا پچاس ۵۰ ہزار ہندوستانیوں کی آبادی تھی بعض اُن میں سے تعلیم یافتہ بھی تھے
چنانچہ ۱۶۶۵ء میں ایک ہندوستانی نے ہارورڈ کالج سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی تھی۔
زاکرین باپوں نے میساسوائٹ سے ایک عہدنامہ کر لیا تھا جس پر پچاس سال تک
عمل درآمد رہا۔ جب وہ طاقتور سردار فوت ہو گیا تو اُسنے اپنے بیٹے سکندر نامی کو اپنا جانشین چھوڑا۔
گورے چمڑے کے لوگوں نے اسکے ساتھ برا برتاؤ کیا یہانتک کہ وہ انہیں صدمات سے ہلاک ہو گیا۔
اور اس کے بعد اُسکا بھائی فلپ اُسکی جگہ ہندوستانیوں کا سردار بن گیا۔ اس سردار نے اور نیز
اُن لوگوں نے جو اُسکے اتحادی تھے عیسائیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اسکے سینے
میں نوآبادوں سے بدلہ لینے کی آگ مشتعل تھی اور اس کے وجوہ بھی تھے۔ اوّل تو جو ملک اُسکے
قبضے میں تھا اُسکے کسی نہ کسی حصہ پر نوآباد قابض ہوتے جاتے تھے اور اب اُس کے پاس بہت
تھوڑا سا حصۂ ملک رہ گیا تھا۔ نوآباد اُسکے اور اُسکے خاندان کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے تھے
اور اُسکو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنے ہتھیار اُن کے حوالے کر دے اور خراج ادا کیا کرے۔ ان حالات
کو دیکھتے ہوئے اُسنے تہیّہ کر لیا کہ جنگ ناگزیر ہے چنانچہ وہ آمادہ پیکار ہو گیا اور نوآبادوں کے
ساتھ اُسنے مختلف معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ رفتہ رفتہ تمام نوآبادی کے ہندوستانی اُس کے
شریکِ حال ہو گئے اور جنگ نے بہت طول کھینچا۔ ۱۹۔ دسمبر ۱۶۷۵ء کے معرکہ میں انگریزوں کا
نقصان دو سو تئیس ۲۲۳ آدمیوں کا ہوا اور ہندوستانیوں کے ایک ہزار آدمی ہلاک ہوئے چند اور
معرکے بھی پیش آئے لیکن آخرکار فلپ کو خود اُسکے ایک آدمی نے جو انگریزوں سے ملا ہوا تھا مار ڈالا
اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ ہندوستانیوں کے خلاف یہ جنگ نہایت بے رحمانہ تھی جن لوگوں کی

نسبت یہہ شبہہ بھی ہوتا تھا کہ اُنھوں نے کسی انگریز کو مار ڈالا ہوگا اُن کو سزائے موت دی جاتی تھی یا غلام بنایا جاتا تھا اور جن لوگوں کا دامن اس داغ سے پاک ہوتا تھا اُن کو دس سال تک بلا اُجرت کام کرنے کے لیے نوکر رکھ لیا جاتا تھا۔ بہت سے ہندوستانیوں کو بمقام ڈوور عہدنامہ کی غرض سے جمع کیا گیا اور اُن کو دھوکے سے ہجر والڈرن نے قیدی بنا لیا۔ ان میں سے تقریباً دو سَو آدمیوں کو یساچوسیٹ کی نوآبادی نے اپنا بتلایا اور یہہ لوگ بوسٹن کو براہ تری روانہ کیے گئے۔ وہاں ان میں سے بعضوں کو پھانسی دیدی گئی اور بعضوں کو غلاموں کی طرح فروخت کرنے کے لیے بھیجدیا گیا۔ ماربل ہیڈ کے مچھیروں کو ہندوستانیوں نے قتل کرڈالا تھا۔ اسپر وہاں کی عورتوں کو اس قدر غصہ آیا کہ جب ہندوستانی قیدی وہاں پہونچے تو ان میں سے دو قیدیوں کو موقع پر ہی قتل کردیا ایک سال کے عرصہ میں یہہ جنگ ختم ہوئی تھی اور دو ہزار سے زائد ہندوستانی یا ہلاک کردیئے گئے تھے یا گرفتار کرلیے گئے تھے۔

جنگ کے اثرات ہندوستانیوں اور نوآبادوں پر

ایک سال کی مختصر جنگ میں ہندوستانیوں کے دو فرقے بالکل نیست ونابود ہوگئے۔ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا کام پھر شروع کردیا گیا اور غلبہ حاصل ہوجانے کی وجہہ سے اس کام میں زیادہ کامیابی بھی ہوئی ہندوستانی رعایا کے جرگے جنکے حوصلے پست ہوگئے تھے وحشیانہ آزادی اور اپنے آباؤ اجداد کی صفات کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوگئے لیکن اُنھوں نے گورے آدمیوں کی جفاکشی اور اُن کی محنت بھی نہ سیکھی اُن میں اکثر ارکیڈیا اور جزائر غرب الہند کے خلاف جو آیندہ زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں ان میں فنا ہوگئے کیونکہ وہ فوج میں بھرتی ہوگئے تھے ہندوستانیوں نے وحشی سیاہ فام لوگوں سے باہمی مناکحت بھی شروع کردی اور اس طرح اُن کا درجہ پست سے پست تر ہوتا گیا اور رفتہ رفتہ وہ معدوم ہوگئے۔

نوآبادوں کو بھی اس جنگ میں نقصانات عظیم برداشت کرنے پڑے۔ بارہ یا تیرہ

شہر بالکل برباد ہوگئے اور بہت سے شہر جزواً تباہ ہوئے چھ سو مکانات جلکر خاک سیاہ ہوگئے جو
نیوانگلینڈ کے تمام مکانات کا دسواں حصہ تھے۔ بارہ کپتان اور چھ سو سے زائد آدمی عہد شباب میں جنگ
کی نذر ہو گئے۔ کوئی ایسا خاندان نہ تھا جسکو اپنے کسی عزیز و اقارب کی موت کا رنج نہ ہو۔ مالی نقصانات اور
جنگی اخراجات کا اندازہ دس لاکھ ڈالر کے قریب تھا۔ میسا چوسیٹ پر بھاری قرضہ
ہوگیا تھا۔ باہر سے بھی کوئی امداد نہ ملی بجز اس کے کہ آئرلینڈ نے پانسو پونڈ جنگ کے
ستم رسیدوں کی اعانت کے لیے روانہ کئے تھے۔ جزیرہ رہوڈ نے بھی میسا چوسیٹ کی
بدقسمتی میں حصہ لیا۔ مختصر یہہ کہ نوآبادیوں کی ترقی دولت و آبادی پورے پچاس سال تک
پیچھے ہٹ گئی اور مشرقی ہندوستانی جنکو فرانسیسیوں نے امداد پہونچائی دو سال مزید تک
برابر لڑتے رہے اور اپریل ۱۶۷۸ء تک امن و امان قائم نہ ہوا۔

مشرقی نیوجرسی کی ترقی

ابتک اس نوآبادی میں نیوانگلینڈ سے لوگ آآکر آباد ہوتے تھے لیکن کچھ دنوں
بعد معلوم ہوا کہ یہہ آبادی اہل اسکاٹ لینڈ کا ملجا و ماوی بن گئی ہے کیونکہ بہت سے
لوگ جن کو اسکاٹ لینڈ میں بوجہ مذہبی اختلافات پناہ نہیں ملتی تھی ادھر کو اپنا
رخ کرتے تھے اور یہاں آکر آباد ہوجاتے تھے۔ تجارت نے خوب ترقی کی اور ڈیوک آف
یارک کی طمع کے سوا جو بعد ازاں جمیس ثانی کے لقب سے انگلستان کا بادشاہ ہوا اور
کوئی مصیبت یہاں نہ تھی کیونکہ وہ ان لوگوں کی تجارت پر روز افزوں ٹیکس لگاتا رہتا تھا
ان لوگوں کی کونسل نے ٹیکس لگانے کے طریقہ پر اور اسکی زیادتی پر صدائے احتجاج بلند
کی اور آخرکار مال تجارت پر چنگی ادا کرنا بند کردیا اور کچھ دنوں تک آزاد تجارت کا لطف اٹھایا۔

پانچ قوموں سے صلح

نیویارک کے قرب و جوار میں چند ہندوستانی آبادیاں تھیں جو عرصہ دراز سے
چلی آتی تھیں۔ یہہ لوگ اپنی نسل کو نہایت قدیم اور اپنے آپ کو بقیہ انسانوں سے

برتر اور مافوق سمجھتے تھے۔ باہم متحد تھے اور اِسی وجہہ سے وہ طاقتور بھی تھے۔ علاوہ ازین اُن کا طریقہ بھی رومیون کی مانند تھا یعنی جس قوم کو یہہ فتح کرتے تھے اُس سے ایسے مل جل جاتے تھے کہ اسکو اپنا جزو بنا لیتے تھے اور اکثر اُن کے بہادر اور جانباز اشخاص مفتوح دشمنوں میں سے ہوتے تھے۔ یہہ پانچ قومیں تھیں اور ہر قوم اپنا طرز حکومت جمہوری رکھتی تھی ہر شخص بلحاظ سن لیاقت عہدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اور جب تک پبلک اُس سے خوش رہتی تھی وہ اُسپر فائز رہتا تھا۔ اُن میں استقلال اور تکلیف کو برداشت کرنے کی خوبی موجود تھی اور یہہ صفات عام طور پر ہندوستانیوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ آزادی کے شیدا تھے۔ قرب وجوار کے تمام فرقے اُن کو خراج دیتے تھے۔ اور اُن کی مرضی کے بغیر نہ کوئی جنگ کر سکتا تھا اور نہ صلح کر سکتا تھا سنہ ۱۶۷۷ء میں ان آبادیوں میں دو ہزار ایکسو پچاس جنگجو اشخاص موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنی طاقت ہوتے ہوئے یہ سفید نو آبادوں کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ یہہ پانچ قومیں طاقتور فرقہ آلگی کان ملک سے برسرپیکار رہوئیں اور اُس کو اُنہوں نے شکست دیکر بھگا دیا تھا جبکہ چمپ لین نے اُس فرقہ کو امداد دیکر ان پانچ قوموں پر فتح حاصل کی اور ان کی تعداد کو گھٹا دیا۔ چنانچہ اُس وقت سے ان پانچ قوموں کو فرانسیسیوں سے نفرت اور عداوت ہوگئی۔ گرنل ڈانگن نے نیویارک اور دیگر نو آبادیوں کی جانب سے ان پانچ قوموں کے ساتھ صلح داشتی چاہی اور جولائی سنہ ۱۶۸۴ء میں اُن سے ایک باقاعدہ عہدنامہ کر لیا جو عرصہ دراز تک قائم رہا۔

شمالی نو آبادیاں اینڈروس کے ماتحت کردی گئیں

اپنے تمام نقائص کے باوجود جیمس ثانی انگریزی قومیت کا شیدا تھا چنانچہ تمام نو آبادیون کو ایک گورنر کے ماتحت کرنے سے اُس کا مقصد اُن کو متحد اور متفق کرنا تھا۔ گورنر اینڈروس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی کونسل کے ممبران کو مقرر اور برخاست

کر سکتا ہے اور اپنی کونسل کے ذریعہ سے اُس کو قوانین بنانے، ٹیکس لگانے اور قومی افواج پر قابو رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ چھاپہ خانہ کے قیام کی ممانعت کردی گئی تھی اور اُس سے کہدیا گیا تھا کہ ڈنڈے کے زور سے حکومت کرو۔ اینڈروس نے سخت سے سخت قوانین بنائے اور بھاری سے بھاری ٹیکس لگائے۔ لوگوں نے بہت واویلا مچائی مگر کون سُنتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں نے اپنے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کردیا جس پر اُن کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا گیا۔ ہر طرف بدامنی اور تباہی کے آثار ہویدا ہوگئے اور لوگوں کا خیال ہوگیا کہ ہم بالکل غلام بنادیے گئے۔ جزیرہ رہوڈ اور کنکٹی کٹ بھی اپنی آزادی سے ۱۶۸۶ء میں ہاتھ دھو بیٹھے۔ آخرکار ۱۶۸۹ء کے انقلاب نے نیوانگلینڈ میں امن وامان کی صورت پیدا کی اور اینڈروس کو قید کرلیا گیا۔ اور جو طرز حکومت پہلے سے قائم تھا اس کو از سر نو رواج دیا گیا جب ولیم اور میری تاجدار ان انگلستان ہوگئے اُس وقت اینڈروس کو رہا کردیا گیا اور ۱۶۹۲ء میں انھوں نے میساچوسیٹ کو صوبہ کی سند بھی عطا کردی۔

باب ہشتم

فرانسیسی اور ہندوستانی لڑائیاں

فرانسس پارک مین کہتا ہے کہ کناڈا کی فتح تاریخ امریکہ کا نہایت اہم واقعہ ہے اس سے براعظم کی سیاسی حالت بدل گئی، برطانوی نوآبادیوں کی آزادی کے لئے رستہ تیار ہوگیا، اندرونی وسیع قطعات فوجی استبدادی حکومت سے نجات پاگئے اور آخرکار وہ ایک باضابطہ جمہوری حکومت کے ماتحت ہوگئے۔ لیکن سُرخ دیسیوں کے لیے اسکے نتائج بالکلیہ تباہ کن تھے۔ اگر فرانسیسی اپنی جگہ پر قائم رہتے تو ہندوستانی فرقوں کی تباہی

عرصہ تک ملتوی رہتی لیکن کوبیک کی فتح اُن کی جلد تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اسکے بعد انگریزی امریکی طاقت کی بڑھتی ہوئی موجوں کے سامنے وہ غرق اور فنا ہوتے گئے جو اب جانب غرب کسی مقابلے کے بغیر بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ اُنھوں نے خطرہ کو سمجھ لیا تھا اور ایک بڑے اور بےخوف سردار کی ماتحتی میں اُس سے بچنے کی جان توڑ کر کوشش بھی کی۔ اُس زمانہ کی تاریخ میں ایسے دردناک منظر پائے جاتے ہیں جن میں صبر و استقلال، شجاعت اور برداشت کی دلفریب تصویریں نظر آتی ہیں۔

امریکہ کے سمندروں میں فرانس اور انگلستان کی باہمی رقابت ابتدا ہی سے تھی اُن کی نفرت جو صدیوں سے متوارث چلی آتی تھی متواتر تصادم سے اور بھی گہری ہوگئی تھی۔ مذہب کے اختلاف نے اُن کی دشمنی کو اور بھی زیادہ کردیا تھا۔ وہ دُنیائے قدیم میں رقیب تھے اور دُنیائے جدید میں بھی؛ جزائر شرق الہند میں بھی اور جزائر غرب الہند میں بھی، افریقہ میں بھی اور یورپ میں بھی، سیاست، تجارت اور فنون میں بھی، تسخیر اور برتری میں بھی۔ الغرض ہر ایک نے دوسرے کے صرفہ پر ملک گیری کی تلاش کی اور قومی شان و عظمت اور قومی طاقت میں ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے برتر سمجھتا تھا۔

بلاشبہہ دریافت کے لحاظ سے انگلستان کو فرانس پر تفوق حاصل تھا۔ دونوں کیبٹوں کے بحری سفر سے آخرالذکر کے دعاوی اُن ممالک کے لیئے جہاں جہاں اُن کے جہازات گئے تھے قائم ہوگئے تھے۔ لیکن کیبٹون کے سفر ۱۴۹۷ء اور سب سے پہلے فرانسیسی مستند سفر ۱۵۲۴ء کے درمیان بہت کم عرصہ گزرا تھا اور دونوں قومیں اگر بیک وقت نہیں تو ساتھ ساتھ اِس دوڑ میں ضرور شامل تھیں۔ فرانس کو انگلستان سے بھی پہلے شمال میں ایک نوآبادی قائم کرنے میں کامیابی ہوئی اور کوبیک کی بنیادیں زائرین کے اُترنے اور بوسٹن کو آباد کرنے سے پہلے پڑ گئی تھیں۔ اگر نیو انگلینڈ کلید امریکہ تھا تو نیو فرانس قفل امریکہ تھا۔

کیونکہ کناڈا مع اپنی تازہ پانی کی جھیلوں کے دور دراز مغرب سے ملا ہوا تھا اور جیسوایٹ پادریوں مارکیٹی جولیٹ اسلی اور ہینی پن نے اپنی تحقیقاتوں سے جو دریائے مسیسپی پر کیں اُس وسیع ملک کو فرانسیسیوں کے قبضہ و اقتدار میں دیدیا تھا اور تمام برطانوی امریکہ کے عقب میں فوجی چھاؤنیوں کا ایک جال پھیلا دیا تھا جس سے انگریزی نوآباد نہایت خوفزدہ اور پریشان تھے کیونکہ ان کے حملوں سے وہ بہت صرفہ اور کثیر جماعت ہی کے ذریعہ سے نجات پاسکتے تھے۔

اب ان دونوں قوموں نے جو عرصہ دراز سے ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں اس نئے میدان میں بھی لڑنے کی تیاریاں کیں۔ بوسٹن کی آبادی سے قبل سنہ ۱۶۲۹ء میں اکیڈیا اور کناڈا فرانسیسیوں سے چھین لیے گئے تھے لیکن سینٹ جرمین کی صلح سے ۲۹۔ مارچ سنہ ۱۶۳۲ء میں واپس کردیے گئے۔

سنہ ۱۶۳۲ء میں اکیڈیا پھر فتح کرلی گئی لیکن بریڈا کی صلح کے مطابق سنہ ۱۶۶۷ء میں بعد ازاں واپس کردی گئی۔ چارلس دویم کے زمانہ میں کناڈا کو فتح کرنے کی دوبارہ کوشش کی گئی لیکن ناکامی ہوئی۔ پھر جیمس ثانی کے عہد میں یعنی سنہ ۱۶۸۶ء میں تیسری کوشش اُسکے فتح کرنیکے لیے کی گئی لیکن پھر بھی ناکامی ہوئی ۷۔ مئی سنہ ۱۶۸۹ء کو جب ولیم آف اورنج انگریزی تخت پر متمکن ہوا تو فرانس سے پھر لڑائی چھڑ گئی اور چوتھی مرتبہ کناڈا پر حملہ کیا گیا جس سے نہایت اہم نتائج برآمد ہوئے۔

یورپ کی لڑائیوں کا میدان کارزار نئی دنیا میں

(سنہ ۱۶۸۸ء سے سنہ ۱۷۶۳ء تک)

پیلاٹی نیٹ جنگ، وراثت اسپین کی جنگ، وراثت آسٹریا کی جنگ اور ہفت سالہ جنگ یہ ایسے نام ہیں جو کسی طرح امریکہ کی تاریخ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں رکھتے لیکن درحقیقت یہ وہ لڑائیاں ہیں جن سے نئی دنیا کو بہت زیادہ تعلق رہا ہے اگرچہ وہاں کے لوگ

ان کو مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاریخ یورپ کے مورخ کو جنگ کی نوآبادیوں کی شاخیں دور سے محض روشنی کا عکس معلوم ہوتی ہیں اور بہت کم اہمیت رکھتی ہیں۔ وہ ان کا حال چند سطروں میں ختم کر دیتا ہے اور تاریخ امریکہ کا مورخ اسکے جواب میں نوآبادیوں کی سرحدی لڑائیوں کا حال خوب لکھتا ہے اور براعظم یورپ کی جنگوں کا ذکر نہایت مختصر طریقہ پر کرتا ہے، باوجود اس امر کے کہ ہمیشہ یورپ کے دارالسلطنتوں میں صلح ہوتی تھی اور پیمان شکنی بھی وہیں ہوتی تھی اور مال غنیمت کی تقسیم میں بھی نوآبادیوں کی کوئی بات نہیں پوچھتا تھا۔ بعض موقع پر جیسا کہ لوئزبرگ کے معاملہ میں، انگریزی حکومت نوآبادیوں کی واقعی فتوحات کو نظر انداز کر دیتی تھی اور دشمنوں کو مفتوحہ مقامات واپس کر دیتی تھی۔

۱۶۸۸ء میں فرانس دنیا کی خاص طاقتوں میں سے تھا۔ لوئی چہاردہم نے تمام حکومت اپنے قبضہ میں کر رکھی تھی اور بعد ازاں سوائے نپولین کے اور کوئی شخص اپنی سلطنت پر اسقدر قابویافتہ بھی نہیں ہوا۔ لوئی چہاردہم بادشاہوں کے اس نظریہ کا کہ وہ ظل اللہ ہیں قائل تھا۔ لوئی رفتہ رفتہ فرانس کو دنیا کی بڑی بحری طاقت بنانے میں کامیاب ہوا اور ٹروکینی نے اسپین اور ہالینڈ کے متفقہ بیڑے کو شکست فاش دی۔

اب لوئی نے دیکھا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ نے ولیم آف اورنج کو جو اس کا قدیم حریف اور پروٹسٹنٹ ہونے کی وجہ سے اس کا شدید دشمن تھا طلب کیا ہے تاکہ شاہ جیمس ثانی کی جگہ جو کیتھولک تھا تخت نشین ہو۔ ۱۶۸۶ء سے تین سال قبل ولیم نے آگسبرگ لیگ، لوئی کے خلاف قائم کی تھی اور اب اس سے پوپ اور اسپین بھی جو اگرچہ مذہب کیتھولک کے پابند تھے پروٹسٹنٹ اصحاب سے زیادہ خائف تھے۔ لوئی نے ان دشمنوں سے محصور ہو کر جن کو اسنے خود پیدا کر لیا تھا ایک پیش آنے والی جنگ کی ابتدا کرنے میں فائدہ دیکھا۔ اسنے اپنے حملہ کے لیے ہالینڈ کی بجائے جرمنی کے اس حصہ کو جسکو پیلاٹی نیٹ کہتے ہیں مناسب مقام

خیال کیا۔ چنانچہ اُس حصہ ملک نے بہت کم مقابلہ کیا اور وہ سخت تباہی و بربادی کی آماجگاہ بنگیا۔ لیکن اس لڑائی نے ولیم آف آرینج کو انگلستان میں داخل ہونے کا موقع دیدیا اور وہ وہاں تخت نشیں ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ انگلستان میں بھی آگسبرگ لیگ کا رکن بن گیا۔

اگرچہ فرانس زمانہ انقلاب اور عہد نپولین میں بھی بعدازاں دشمنوں سے محصور رہا لیکن وہ ہمیشہ شان و وقار کے ساتھ لڑا اور اب بھی اُسنے اپنی آن کو جانے نہیں دیا۔ البتہ اس کا جو لازمی نتیجہ ہونا تھا وہ ہوا یعنی آبادی کی تعداد گھٹ گئی ۔ دولت کم ہوگئی اور جوش جاتا رہا۔ فرانس کو چار سے لیکر چھہ بڑی فوجیں میدانِ کارزار میں رکھنی پڑیں اور جہازوں کا ایک بڑا بیڑہ بھی تیار کیا جس نے ٹارول کی ماتحتی میں بیچی ہیڈ کے قریب انگریزی اور ڈچ بیڑے کو شکست دی اور جین بارٹ نے انگریزی تجارت کو فنا کردیا۔ لوئی نے شاہ جیمس ثانی کو آئرلینڈ میں اُتار دیا لیکن بمقام بوین اُس کو ولیم نے شکست دے کر ملک سے باہر کردیا۔ لوئی کے جنرل لکسیم برگ نے نیدرلینڈس میں بمقام فلورس فتح حاصل کی اور دوسرے جنرل کیٹی نیٹ نے لیگ کو اٹلی میں بمقام اسٹفارڈ شکست دی۔ خود لوئی نے مانس اور نیمیہ کو محاصرہ کرکے فتح کرلیا۔ لیکن ۱۶۹۲ء میں یہہ خیال کرکے کہ نصف انگریزی بیڑہ شاہ جیمس ثانی کا ساتھ دیگا اور اُس سے آملیگا، لوئی نے امیرالبحر ٹارول کو راس لاہوگ پر سخت شکست دلوائی جس سے انگلستان کی گمشدہ بحری طاقت پھر عود کرآئی۔ اس کے بعد فرانس کو نقصانات ہونے شروع ہوئے کبھی کبھی مقامی فتوحات بھی ہوئیں لیکن اسکی وہ شان و عظمت پھر واپس نہ آئی۔ آخرکار لوئی نے ایک پوشیدہ اور اپنے مفید مطلب اتحاد کے بعد اپنے آپ کو دو صلحنامہ ذرزک جو ۱۶۹۷ء میں ہوئے قبول کرنے کے لیے آمادہ پایا جن سے اگرچہ اُس کو اپنی کوششیں رائیگاں ہونے کے سوا کوئی نقصان نہ پہونچا لیکن اُسے اپنی جملہ فتوحات واپس کرنی پڑیں۔

جب یہہ عظیم واقعات یورپ کی سرزمین پر نمودار ہو رہے تھے امریکہ بھی جنگ شاہ ولیم
میں (سنہ ۱۶۸۹ تا سنہ ۱۶۹۷ء) جیسا کہ اُسکو مقامی طور پر کہا جاتا ہے مبتلا تھا۔ انگریزی اور فرانسیسی
نوآبادیوں میں مذاہبی منافشات ہمیشہ سے تلخ چلے آتے تھے یہاں تک کہ ۱۶۸۶ء میں بھی
بہت سے ایسے امریکیوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا گیا جو فرانسیسیوں کو اپنا اتحادی تصور کرتے
تھے۔ سلوگ آزادی سے بھی ہاتھ دھونے کے لیے تیار تھے لیکن فرانسیسیوں کے
ساتھ ریل جُل کر رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس جنگِ شاہ ولیم میں سب سے زیادہ تلخ جوش
بھی کارفرما رہا کہ مذہبی فرقہ بندی قائم کی جائے۔ ہندوستانیوں نے فرانسیسیوں کا
ساتھ دیا جو اُن کے زیادہ دوست تھے اور اس طرح جس شے کو مہذب جنگ کہا جاتا ہے
اُس میں وحشیانہ پن کے مظالم بھی شامل ہو گئے۔ یہہ معرکہ آرائیاں بھی صلحنامہ رزوک سے
تا یورپی جنگ کے ساتھ ساتھ ختم ہوئیں۔

اِس صلح سے لوئی نے ولیم آف آرینج کو انگلستان کا جائز بادشاہ تسلیم کر لیا۔ پانچ
سال بعد ولیم ۸ - مارچ سنہ ۱۷۰۲ء کو فوت ہو گیا۔ معزول شاہ جیمس ثانی سات ماہ پیشتر مر چکا تھا۔
اب تخت نشینی کا سوال پیدا ہوا۔ انگریزوں نے تخت پر پروٹسٹنٹ حکمراں قائم رکھنے کیلئے
جیمس ثانی کی دوسری دختر این کو ملکہ بنا دیا لیکن لوئی نے شہزادہ جیمس کو جو سب سے
بڑا بیٹا تھا اور جس کو انگریز مصنوعی مدعی تخت، کہتے تھے تخت انگلستان پر بٹھانا چاہا۔ اسی
دوران میں ایک اور بات یہہ ہوئی کہ لوئی نے اپنے پوتے فلپ کو تخت اسپین پر بٹھا دیا۔
حالانکہ اُسنے اپنے تمام حقوق سے جو تاج اسپین کے متعلق تھے دست برداری دیدی تھی
لہذا یہہ خیال کیا گیا کہ لوئی کی وفات پر اسپین اور فرانس ایک حکومت کے ماتحت
ہو جائیں گے۔ سنہ ۱۷۰۱ء میں لوئی نے صلحنامہ رزوک کو منسوخ کر دیا۔ چونکہ جرمن اور ڈچ بھی
انگلستان کے رفقا میں سے تھے فوراً جنگ چھڑ گئی اور دس سال جنگ ... ولیم کی موت نے
باہمی مخالفت کو اور بھڑکا دیا۔

یہہ یازدہ سالہ جنگ (۱۷۰۲ء-۱۷۱۳ء) جنگِ وراثتِ اسپین کے نام سے موسوم ہے۔ ہوچی ناٹکس نے لوئی کو گھر بدرق کیا اور ڈیوک آف مارلبرو نے پرشور لڑائیاں سے غیرفانی شہرت حاصل کی۔ اسکی جنگ بلینہم ۱۷۰۴ء آجتک مشہور ہے جس نے فرانسیسی بویریا سے خارج کردئے گئے۔ رمیلیز کے مقام پر ۱۷۰۶ء میں مارلبرو کی کامیابی نے نیدرلینڈس میں فرانسیسیوں کی باقی ماندہ حکومت کو مٹادیا۔ ۱۷۰۴ء میں انگریزی جہازوں کے بیڑہ جبرالٹر پر اور ۱۷۰۶ء میں اتحادیوں کی افواج نے اٹلی پر قبضہ کرلیا۔ ۱۷۰۸ء میں اوڈی نارڈ کی فتح اور للی کی گرفتاری نے قحط کے ساتھ مل کر فرانسیسیوں کے غرور کو شکست کردیا۔ لوئی نے صلح کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اتحادیوں نے ایسی سخت شرائط پیش کیں کہ فرانسیسی از سرِنو لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور اگرچہ ابتک اتحادیوں کی فتح ہو رہی تھی لیکن انگریزی سیاست اور کمزوری نے اُن کو ضعیف بنادیا۔ مارلبرو دربارشاہی میں مردود ہوگیا۔ اور اُسکو سرداری افواج سے ہٹاکر واپس بلالیا گیا۔ شرائطِ صلح نے طول کھینچا اور انگلستان کی امداد کے بغیر اتحادیوں کے قبضہ سے ۱۷۱۲ء میں یکے بعد دیگرے مقامات نکلنے شروع ہوگئے۔ ۱۷۱۳ء میں تمام اتحادیوں نے شہنشاہ آسٹریا کے سوا صلحنامۂ اٹریکٹ پر دستخط کردئے اور ایک سال بعد فرانسیسیوں کے حملوں نے شہنشاہ کو بھی دستخط کرنے پر مجبور کیا۔ اس صلح سے انگلستان کا اصول تخت نشینی تسلیم کرلیا گیا اور اُسکو نیوفاؤنڈلینڈ، اکیڈیا اور خلیج ہڈسن کے مقبوضات دیدیئے گئے۔ فرانس کی حالت جنگ کے بعد بھی وہی تھی جو اُس سے پیشتر تھی البتہ اُسنے ۱۷۰۶ء کے شرائط سے بہت بہتر شرائط حاصل کرلیے۔ ۱۷۱۵ء میں عظیم الشان (لوئی) فوت ہوگیا اور اپنے پرپوتے کو اپنا جانشین چھوڑ گیا۔

اس تمام پریشان کن عرصہ میں امریکہ کی نوآبادیاں بھی اس لڑائی میں مبتلا رہیں جسکو جنگ وراثت اسپین کی بجائے وہ جنگِ ملکہ این کہتے تھے۔ کیونکہ اس نام سے اُن کو کوئی دلچسپی نہ تھی اور اُن کے نزدیک یہہ مسئلہ کہ تاجِ انگلستان کسی پروٹسٹنٹ کے

میں رہے یا کسی کیتھولک کے قبضہ میں نہایت اہم تھا۔ وہ اس لڑائی کو گورنر ڈڈلے کی جنگ بھی کہتے تھے کیونکہ اس شخص نے لڑائی میں نہایت ممتاز اور نمایاں حصّہ لیا تھا۔

لوئی چہاردہم کے بعد آرام طلب لوئی پانزدہم تخت نشین ہوا جسنے سلطنت کا کاروبار اپنے وزراء کو تفویض کر دیا۔ سنہ ۱۷۴۰ء میں شہنشاہ آسٹریا چارلس ششم کسی اولادِ ذکور کے بغیر مر گیا۔ اس کی دختر میریا ٹیریسا کو ایک عظیم الشان سلطنت ورثہ میں ملی اور حریص قوموں نے اس کے ملک پر دندان آز تیز کرنے شروع کر دیئے۔ انگلستان میریا ٹیریسا کی وراثت کو بدستور قائم رکھنے کا آرزومند تھا اور فرانسیسی اسکے حصّے بخرے کرنا چاہتے تھے۔ پروشیا کا فریڈرک اعظم اس بات پر راضی ہو گیا لیکن اسنے مالِ غنیمت میں اپنا حصہ بھی چاہا۔ اسنے سائی لیشیا کا صوبہ ہڑپ کر لیا اور پھر میریا ٹیریسا سے صلح کر لی اور نہ صرف یہ بلکہ انگریزوں کا ہم خیال بنگیا اور کہا کہ بہت کافی تقسیم ہو چکی ہے۔ فرانسیسی مارشل سیکسی کی ماتحتی میں انگلستان اور جرمنی کے خلاف تنہا لڑتے رہے۔ سنہ ۱۷۴۴ء میں جنگ کے شعلے بہت تیز بھڑک اٹھے۔ فرانس نے نوجوان مصنوعی مدعی تخت یعنی چارلس ایڈورڈ کو اسکاٹ لینڈ میں اتار دیا اور اُسے مقام کلوڈن پر شکست فاش ہوئی۔ لیکن مارشل سیکسی نے نیدرلینڈس میں کامیابی حاصل کی اور انگریزوں، جرمنوں اور ڈچ لوگوں کو فانٹی نوئے پر شکست دی۔ فرانس کو اٹلی میں بھی کامیابی ہو جاتی لیکن انگلستان نے جزائر شرق الہند میں اپنے مفروضات کا خاتمہ کر دیا اور آخرکار فریقین سنہ ۱۷۴۸ء میں ایکسلاشیپل کی صلح کے لیے تیار ہو گئے۔ فرانس اور انگلستان نے جو کچھ ایک دوسرے سے چھین لیا تھا واپس کر دیا اور میریا ٹیریسا مضبوطی کے ساتھ تخت پر متمکن کر دی گئی۔

یہ چہار سالہ جنگ جس کا نام یورپ میں جنگِ وراثت آسٹریا یا اول و دوم جنگ ہائے سائی لیشیا (سنہ ۱۷۴۰ء۔ سنہ ۱۷۴۲ء و سنہ ۱۷۴۴ء۔ سنہ ۱۷۴۸ء) ہے امریکہ میں بعض اوقات جنگِ شاہ جارج

کہی جاتی ہے جسکی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں ہوتی بجز اِس کے کہ جارج ثانی اُس وقت
تخت انگلستان پر جلوہ گر تھا۔ اِس جنگ میں نوآبادوں نے کم وبیش خود مختاری سے کام لیا۔
نوآبادیوں نے ایک بڑی فوج تیار کی اور لوئزبرگ کے بڑے بندرگاہ کا محاصرہ کرلیا اور
انگریزی فوجیں اور جہازات بعد میں شریک ہوئے اور ۱۷۴۵ء میں یہ قلعہ حملہ آوروں کے
حوالے کردیا گیا۔ نیو انگلستان کی فوجیں قلعہ پر ۱۷۴۸ء کے صلحنامہ تک قابض رہیں جسکی
حوالگی افواج کے خلاف مزاج فرانس کو کردی گئی۔ نوآبادوں کو چھ لاکھ پونڈ مالِ غنیمت میں سے
کوئی حصّہ نہیں دیا گیا تھا جو مالِ تجارت اور بندرگاہ قبضے سے حاصل ہوا تھا اور فوج کے
اخراجات بھی ۱۷۴۹ء میں مجرا کیے گئے تھے لیکن ان نوآبادوں کو دو بڑے تجربے ہوگئے
تھے۔ اوّل یہ کہ انگلستان درحقیقت اُن کے احساسات کی پروا نہیں کرتا دوم یہ کہ وہ
یورپ کی باقاعدہ افواج اور نیز ہندوستانیوں سے لڑسکتے ہیں۔

اہل امریکہ جس لڑائی کو "فرانسیسی اور ہندوستانی لڑائی" (۱۷۵۴ء تا ۱۷۶۳ء) کہتے
ہیں درحقیقت ایک نوآبادیوں کی لڑائی تھی جس میں کبھی اہل کیتھولک کو اور کبھی اہل پروٹسٹنٹ
کو غلبہ حاصل ہوجاتا تھا۔ اِس لڑائی کے نتائج امریکہ کی تاریخ کے لحاظ سے نہایت اہم تھے اس سے وہ
فوجی تربیت شروع ہوگئی تھی جس سے نوآبادیوں نے بہت جلد آزادی حاصل کرنے کا کام لیا
یورپ میں ۱۷۵۶ء تک لڑائی نہیں چھڑی۔ رشلیو کا زمانہ تھا اور تین سلطنتوں کا اتحاد تھا جسکو
فرانسیسی "تین انگلیوں کا اتحاد" کہتے تھے کیونکہ آسٹریا میں ملکہ میریا ٹیریسا تھی اور روس میں
ملکہ ایلزبیتھ حکمران تھی اور فرانس میں بادشاہ کی میڈم ڈی پامپیڈور تھی۔ رشلیو نے ایک
فرانسیسی بحری فوج تیار کی اور اُسنے انگریزی بحری طاقت کو شکست فاش دی جسکے
ناقابل برداشت غرور نے فرانس کو جنگ کے لیے آمادہ کیا تھا جیسا کہ بعد ازاں ۱۸۱۲ء
میں اس نے ریاست ہائے متحدہ کو آمادۂ جنگ بنا دیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ پروشیا
کے فریڈرک اعظم کی عزت وآبرو معرضِ خطر میں تھی یہانتک کہ روسبیک کے مقام پر

۱۷۵۷ء میں اُسکی نمایاں فتح نے انگریزی امداد حاصل کی اور اُسکو صرف آسٹریا سے لڑنے کے لیے چھوڑ دیا گیا - انگلستان، ہینوور اور برنزوک نے فرانس پر حملہ کیا - اب فرانس کو ہر سمت سے شکست ہونی شروع ہوئی بلکہ تینوں اتحادی سلطنتیں مصیبتوں میں گھر گئیں ۱۷۶۳ء میں صلحنامہ پیرس سے جنگ کا خاتمہ ہوا اور فرانس انگریزی طمع و آز کے رحم پر چھوڑ دیا گیا - فرانس کی مصیبتیں صرف بادشاہ اور ناقابل امرا کی مصیبتیں تھیں عوام الناس کو نہ اُن کی فتوحات سے دلچسپی تھی اور نہ اُن کی مصیبتوں سے ہمدردی تھی - جب فرانس میں سخت تباہیوں کا اعلان کیا گیا تو ملک کے اس حصّہ سے دوسرے حصّہ تک قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں - در اصل اسی مسخرہ پن میں اُس سخت نفرت کا اظہار پنہاں تھا جس کے شعلے انقلاب فرانس میں بھڑک اُٹھے جبکہ سیکڑوں امرا کو پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا جو اُن لاکھوں فرانسیسیوں کے خون کا کفّارہ تھے جو شاہی غرور اور خاندانی نزاع کے لیے دنیا اور یورپ کی خاک پر ہر جگہ بیدریغ بہایا گیا تھا - انگلستان نے اپنا حصّہ فرانس سے ۱۷۶۳ء میں نوا کوشیا، کناڈا، کیپ برٹن، خطہ جات مسیسپی اور بہت سے جزائر کو لیکر پورا کیا - اب انگلستان کی شان و عظمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا لہذا کیا تعجب ہے اگر اس مال غنیمت سے اُس کا دماغ چل گیا - انگریزوں نے اپنی کامیابی سے سرمست ہو کر نوآبادوں کا مُنھ چڑانا شروع کیا اور اُن کے دعاوی کا مضحکہ اڑایا جسکے نتائج تباہ کن برآمد ہوئے -

بابِ نہم

نوآبادیوں میں انقلاب

مِیلن چیمبرلین کا قول ہے کہ انقلاب امریکہ کوئی غیر متعلق واقعہ نہ تھا بلکہ دونوں

برِ اعظموں پر اہلِ برطانیہ کی تاریخ کا ایک جزو تھا اور نوعِ انسان کی تاریخ پر اپنا اثر ڈالے ہوئے بغیر
نہ رہا تاریخ برطانیہ کا ایک واقعہ ہوتے ہوئے اسنے دوسری باتوں کے ساتھ مل کر برطانیہ
کی آئینی حکومت میں وہ تبدیلی پیدا کر دی جس سے تاجِ برطانیہ کے اختیارات پارلیمنٹ کو
منتقل ہو گئے یہہ دو قوموں کی لڑائی نہ تھی بلکہ اُن تمام واقعات کی طرح جن سے قوم برطانیہ
کی ترقی کا نشان ملتا ہے یہہ بھی دو فریقوں یعنی دونوں ممالک میں قدامت پرست
طبقے اور آزاد خیال طبقے کا جھگڑا تھا اور اِس کی نہایت خونخوار لڑائیوں میں سے بعض
لڑائیاں برطانیہ کی پارلیمنٹ میں لڑی گئیں اسکے ساتھ ساتھ ہی برطانیہ میں انقلاب واقع ہوا
لیکن انقلاب برطانیہ آزادی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیئے عمل میں آیا اور انقلاب امریکہ کا
مقصد آزادی کو برقرار رکھنا تھا۔

جو لڑائی فرانسیسیوں سے ہوئی اور جس کی وجہہ سے شمالی امریکہ تاجِ انگلستان کے
قبضہ میں آگیا نوآبادوں کی جاں نثاری اور کوشش کے بغیر کامیابی کے ساتھ نہیں لڑی
جا سکتی تھی اِس لڑائی میں نوآبادیوں کے تیس ہزار سپاہی بیماری یا تلوار کی نذر ہوئے ایک کروڑ
ساٹھ لاکھ ڈالر صرف ہوئے جن میں سے صرف پچاس لاکھ ڈالر پارلیمنٹ نے مجرا دیئے
زرِ کثیر کا صرفہ جس کو قومی مجالس نے منظور کیا تھا زیادہ تر خود اُن ہی کے ہاتھوں میں رہا یا اُن
لوگوں کے انتظام سے ہوا جن کو انھوں نے اپنا نائب مقرر کیا۔ منتظمین مملکت کا اثر جنگ کی
وجہہ سے زیادہ ہونے کی بجائے اور کم ہو گیا یا یوں کہیئے کہ گورنروں سے منتقل ہو کر نوآبادیوں کی
قومی مجالس کے اختیارات وسیع تر ہو گئے۔ مخاصمتوں کے زمانہ میں سخت سے سخت اور
نہایت خطرناک خدمتیں نوآبادیوں کے اُن سپاہیوں کو کرنی پڑیں جن کو خاص طور پر جنگ جو
اور سفر پیما کا کام دیا گیا تھا۔

نوآبادیاں جن کو اپنی طاقت اور اپنے ذرائع کا علم ہو گیا تھا اور جو ایسے تربیت یافتہ
سپاہیوں سے پر تھیں جو غیر معمولی کوششوں اور جزوی امداد کے عادی تھے وزارت

برطانیہ نے اُن سے نیا جھگڑا شروع کیا۔ چار بڑی لڑائیوں نے جو ستر سال کے عرصہ میں ہوئیں برطانیہ عظمیٰ کو نہایت مقروض کر دیا اور اُسنے لازماً نہایت بھاری ٹیکس لگا دیا تھا۔ اُسکی حال کی فتوحات نے اُسکی پریشانیوں کو دور کرنے کی بجائے اُسکے قرضہ کو اور گرانبار بنا دیا جو چودہ کروڑ پونڈ ہو گیا تھا۔ لہذا یہہ ضروری معلوم ہوا کہ نوآبادیوں سے ایک باقاعدہ اور واقعی مالگذاری بذریعہ ٹیکس حاصل کی جائے۔

انگلستان کے ارباب حل و عقد نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے ذرائع پر غور کیا۔ اُنکو ٹیکس لگانے کے سوا اور کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ نوآبادیوں کے لیے ایک قسم کا ٹیکس کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ عرصہ سے تجارتی ٹیکسوں کے ادا کرنے کے عادی تھے۔ لیکن وزارت اور اُسکے ہوا خواہان پُرانے ٹیکسوں سے مطمئن نہ تھے اور نئے ٹیکس جاری کرنا چاہتے تھے۔ مالگذاری کے لیے بھی اور تجارتی اغراض کے لیے بھی ٹیکس تاہم ٹیکس تھے خواہ مال کی درآمد پر لگائے جاتے تھے یا کسی اور شے پر لیکن نوآبادیوں کو اُس وقت اور اُسکے بعد بھی کچھ عرصہ تک یہ بھلا دیا گیا کہ اِن ٹیکسوں میں فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہے۔ لہذا جب پارلیمنٹ نے شروع سال ۱۷۶۴ء میں یہہ رائے دی کہ اُسکو نوآبادیوں پر ٹیکس قائم کرنے کا حق حاصل ہے تو اِس سے نوآبادیاں خوفزدہ ہو گئیں۔ میساچوسیٹس کی نوآبادی نے ایک کمیٹی اِس غرض سے بنائی کہ وہ دیگر نوآبادیوں سے خط و کتابت کرے۔ جیمس اوٹس نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جسکا نام برطانیہ کی نوآبادیوں کے حقوق کا ادعا تھا۔ اُس میں اُس نے ثابت کیا کہ برطانیہ کے مشروطہ کی رو سے ہر شخص نوآبادیوں میں بھی آزاد ہے اور نوآبادیوں پر اُن کی مرضی کے بغیر ٹیکس نہیں لگایا جا سکتا۔ اُس کتاب کو لارڈ مینسفیلڈ چیف جسٹس نے فضولیات سے پُر بتلایا اور شاید چیف جسٹس کی رائے میں یہہ اور بھی فضول تھا کہ اُنھوں نے اپنی آزادی کے حقوق کا ادعا کیا۔ بہت جلد پارلیمنٹ کے حق دربارۂ قائمی ٹیکس پر مباحثہ ہوا اور ایسے حق سے انکار کیا گیا۔ میساچوسیٹس کی مخالفت کی صدا پین سلوانیا میں بھی گونج اُٹھی اور

اور فرینکلن کو ٹیکس کی جملہ تجویز کی مخالفت کے لیے ہدایات دے کر بطور ایجنٹ انگلستان روانہ کیا گیا۔

قانونِ اسٹامپ وضع کر دیا گیا

وزرائے برطانیہ کے پیشتر سے طے شدہ ارادوں پر اِس قسم کی خفیف صدائے احتجاج نے کوئی اثر مرتب نہ کیا۔ اِن اعتراضات کے باوجود جو فروری ۱۷۶۵ء میں فرینکلن اور دیگر اشخاص نے جو نوآبادیوں سے دلچسپی رکھتے تھے گرینول کے سامنے پیش کیے امریکہ کے قانونِ اسٹامپ کا ریزولیوشن پارلیمنٹ میں رکھا گیا۔ لندن کے تاجروں نے جو امریکہ کی تجارت سے تعلق رکھتے تھے اس کے خلاف درخواست دی لیکن اِس آرام دہ قاعدہ نے کہ مالگذاری کے خلاف درخواستیں نہیں دی جا سکتیں اِس درخواست کو اور نیز اُن درخواستوں کو جو نوآبادیوں سے موصول ہوئیں مسترد کر دیا۔ کرنل بارے نے جنہوں نے امریکہ میں خدمات انجام دی تھیں بڑے جوش سے ٹیکس کے خلاف تقریر کی۔ ٹاؤن شینڈ ایک وزیر نے نوآبادیوں کی نسبت کہا کہ "وہ ہماری اولاد ہیں جن کی تربیت اور پرورش ہماری فیاضی نے کی ہے اور جن کی حفاظت ہمارے اسلحہ نے کی ہے" بارے کے غضب آلود جواب نے دارالعوام میں سنسنی پیدا کر دی۔ اُس نے کہا کیا تمہاری خبر گیری نے اُن کو وہاں برقرار رکھا ہے؟ نہیں تمہارے ظلم نے اُن کو امریکہ میں آباد کیا۔ کیا تمہاری فیاضی نے اُن کی پرورش کی؟ نہیں تمہاری بے پروائی نے اُن کو پروان چڑھایا۔ کیا تمہارے اسلحہ نے اُن کی حفاظت کی؟ نہیں بلکہ آزادی کے ان دلدادگان نے شریفانہ طور پر تمہاری حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھائے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ ایسی ہی وفادار رعایا ہیں جیسا کہ بادشاہ کی اور رعایا ہے لیکن وہ لوگ اپنی آزادی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور اگر اُن کی آزادی پر دست درازی کی جائے گی تو اُن کے سوا اور کون اُس کے لیے جدوجہد کرے گا" مسودۂ قانون دارالعوام میں پانچ کے مقابلہ میں ایک کی نسبت سے ۲۷ فروری کو پاس ہو گیا۔ دارالامراء میں رائے لینے کی بھی

ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ وہاں خفیف سے خفیف مخالفت بھی نہ تھی۔ سالانہ قانونِ بغاوت
میں ایک چھوٹی سی ترمیم اور کردی گئی جس کی بنا پر امریکہ کو اتنی فوج روانہ کی جا سکتی تھی جتنی کہ فرمانروا
مناسب خیال کریں۔ ان افواج کے لیے ایک اور قانون پاس کیا گیا جس سے نوآبادیوں پر
جہاں وہ قیام کریں لازم کر دیا گیا کہ وہ اُن کی بود و باش، سوختہ، بستر، پانی، صابن اور
روشنی کا انتظام کریں۔

ان قوانین کے پاس ہونے کی خبر ورجینیا میں اُس وقت پہونچی جبکہ قومی مجلس کا
اجلاس ہو رہا تھا۔ پیٹرک ہنری نے ایک سلسلہ ریزولیوشن پیش کرنے کی ذمہ داری اپنے
سر پہ لی جس سے اُسنے باشندگان ورجینیا کے لیے تمام اُن حقوق کا ادعا کیا جو برطانیہ کے
پیدا شدہ باشندوں کو حاصل تھے اور صوبہ کی مجلس ملی کے اختیارات کے سوا اور ہر کسی
کے اختیارات سے انکار کیا جن سے اُن پر ٹیکس لگایا جا سکتا تھا اور اِس کوشش پر نفرین
کی جو ان اختیارات کو غصب کر کے کسی اور جگہ منتقل کرے کیونکہ یہ بات برطانوی اور
اور نیز امریکی آزادی کے قدیم شروط کے خلاف تھی۔ ان ریزولیوشنوں کے پیش ہونے پر
ایک سرگرم مباحثہ ہوا۔ ہنری نے کہا ہر فرعونے راموسیٰ۔ قیصر کے لیے بروٹس، چارلس
اول کے لیے کرامویل اور جارج سوم "صدر مجلس نے کہا "بغاوت، بغاوت" اور اِس
آواز کو اور ممبران نے بھی دُہرایا۔ ہنری نے مستقل مزاجی سے کہا کہ "جارج سوم اُن کی
مثال سے جرأت حاصل کرے۔ اگر یہ بغاوت ہے تو اُس سے عہدگی کے ساتھ نپٹ لو"۔
تمام پرانے رہنماؤں کی مخالفت کے باوجود ریزولیوشن پاس ہو گئے اور پانچواں ریزولیوشن
جو نہایت زوردار تھا صرف ایک رائے کی زیادتی سے پاس ہو گیا"۔

قبل اس کے ورجینیا کے یہ ریزولیوشن میساچوسٹس پہونچے، سالانہ مجلس ملی کا
اجلاس ختم ہو چکا تھا۔ منتدبین نے نو اشخاص کی ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی تاکہ ضرورت کے
موافق کارروائی کرنے کی تجویز پر غور کرے۔ اُس کمیٹی نے ایک کانگریس طلب کرنے کی سفارش کی

جس میں جملہ مندوبین اور بعض نوآبادیوں کے شہریوں کو مدعو کیا جائے تاکہ بمقام نیویارک اکتوبر آیندہ کی پہلی منگل کو مجتمع ہوں۔ جنوبی کیرولینا نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور اپنے ڈیلیگیٹ ۲۵۔ جولائی کو مقرر کیئے۔

قبل اس کے کہ اسٹامپ امریکہ پہونچے، شور و فساد کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بوسٹن میں ایک بڑا درخت شاہ بلوط ہے جو موجودہ کوچہ واشنگٹن اور کوچہ اسیکس کے موڑ پر واقع ہے جسکے نیچے قانون اسٹامپ کے مخالفین جمع ہونے کے عادی تھے وہ بہت جلد شجر آزادی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ وہ اشخاص جن کی نسبت خیال تھا کہ وزارت کا ساتھ دینگے، اس شاہ بلوط کی شاخوں پر اُن کی مورتوں کو ۱۵ اگست کو پھانسی دی گئی۔ ایک مجمع نے اولیور کے مکان پر حملہ کیا جو نوآبادی کا سکرٹری تھا اور جسکو چوسیٹس کیلیئے قاسم اسٹامپ مقرر کیا گیا تھا۔ ایک چھوٹی عمارت کو جو دفتر اسٹامپ خیال کی گئی تھی جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا اور اولیور کو مخوف کرکے اُس سے استعفاء دلادیا۔ بعد ازاں شراب اور جوش سے سرمست ہوکر یہہ لوگ ہچنسن کے مکان پر پہونچے جو شمالی میدان میں واقع تھا۔ لفٹننٹ گورنر اور اُسکا خاندان اپنی جان بچانے کے لیئے فرار ہوگیا۔ مکان کی پورے طور پر تلاشی لی گئی اور اُسکے اسباب کو میدان میں جلاکر خاک سیاہ کردیا۔ بوسٹن کے باشندوں نے ایک جلسہ میں متفقہ طور پر اُن کارروائیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھا اور ایک حفاظتی پہرہ بٹھادیا تاکہ دوبارہ ایسی کارروائی عمل میں نہ آئے۔ لیکن مفسدوں کو اگرچہ اُن کو سب جانتے تھے کوئی سزا نہیں دی گئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام فرقہ اُن سے خفیہ سازباز رکھتا تھا اور اُن کی حرکات سے خوش تھا۔

شمالی نوآبادیوں میں قانون اسٹامپ کے مقابلے کے لیئے اولاد آزادی کے نام سے بہت سی جماعتیں پیدا ہوگئیں۔ یہہ نام کرنل بار کی مشہور تقریر سے جس کا ذکر کیا جاچکا ہے مستعار لیا گیا تھا۔

یہہ جماعتیں سرعت کے ساتھ کنکٹی کٹ اور نیویارک سے میساچوسیٹس ہمپین سلوانیا اور نیوجرسی میں منتشر ہوگئیں اور افسران اسٹامپ کو خوف دلانے کا خاص کام اپنے ذمے لے لیا۔ تمام نوآبادیوں میں یہہ افسران استعفا دینے کے لیئے مجبور کیے گئے یا اُن کو ایسا کرنے کی ترغیب دی گئی اور جو اسٹامپ وہاں پہونچے یا تو بند پڑے رہے یا اُن پر قبضہ کرکے اُن کو جلا دیا گیا۔ ۲۱ ستمبر کو پین سلوانیا کی مجلس ملکی نے بالاتفاق ایک سلسلۂ ریزولیوشن منظور کیا جس سے قانون اسٹامپ سے نفرت کا اظہار کیا اور اُس کو اُن کے نہایت عزیز حقوق کے خلاف اور غیر آئینی قرار دیا۔ تمام نوآبادیوں میں اس قانون کے خلاف عام جلسے منعقد کیے گئے۔ ایسے جلسوں کا انعقاد بالکل ایک نئی خبر تھی اور اس سے نوآبادیوں کی تاریخ میں ایک نیا عہد شروع ہوا۔

قانون اسٹامپ کی کانگریس کا انعقاد (۱۷۶۵ء)

اِس عام بے چینی کے دوران میں ۷ اکتوبر ۱۷۶۵ء کو یعنی وہ دن جو میساچوسیٹس نے مقرر کیا تھا نوآبادیوں کی کمیٹیاں نیویارک میں جمع ہوئیں۔ ورجینیا اور شمالی کیرولینا کا چونکہ اِس درمیان میں کوئی اجلاس نہیں ہوا تھا لہذا اُن کو کمیٹیاں مقرر کرنے کا کوئی موقع نہ ملا۔ نیویارک بھی اسی پریشانی میں تھا لیکن ورجینیا کی کمیٹی جو اس بارہ میں مقرر ہوئی تھی نیویارک نے اُسی کو کانگریس میں بھیجدیا۔ (جورجیا نے جو ایک ہزار میل کے فاصلہ پر واقع تھی اپنا ایک قاصد بھیجا کہ وہ کارروائی کانگریس کی ایک نقل لیکر آئے)۔ اس کانگریس کا صدر رگلس کو مقرر کیا گیا اور یہہ قاعدہ بنایا گیا کہ ہر نوآبادی کو جو شریک جلسہ ہو ایک رائے کا حق عطا کیا جائے۔

تین ہفتہ کے اجلاس میں نوآبادیوں کی شکایات اور اعلانِ حقوق منظور کیئے گئے اِس اعلانِ حق سے انگریزوں کے تمام حقوق مطالبہ نوآبادیوں کے پیدائشی حق کی طور پر کیا گیا منجملہ اُن کے ٹیکس قائم کرنے کا بھی حق تھا جو اُن کی منظوری سے عمل میں آسکتا تھا۔

چونکہ فاصلہ اور مقامی حالات اس بات کے منافی تھے کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں نیابت ہو سکے لہذا اُسکی قائم مقام یہی مجلس ملی ہو سکتی تھیں جو نوآبادیوں میں قائم تھیں اِس ترکیب سے اُس تجویز کا ازالہ کر دیا گیا جو حال ہی میں پونل وِل وغیرہ نے انگلستان میں پارلیمنٹ کے اندر نوآبادیوں کی نیابت کے لیے سوچی تھی اور یہہ وہ تجویز تھی کہ اوٹس اور فرینکلن بھی جو نوآبادیوں کے نمائندے تھے اُس کی طرف جھک چلے تھے۔

بعض نوآبادیوں کی مجلسِ ملی نے سب سے پہلے اِن کارروائیوں کی پسندیدگی کا اظہار مقدم سمجھا۔ نومبر کا پہلا دن جو قانونِ اسٹامپ کے نفاذ کا تھا آیا اور چلا گیا لیکن کہیں کوئی اسٹامپ نظر نہ آیا۔ بلوائیوں کی دو جماعتیں اُس روز نیویارک کی گلیوں میں چکر لگاتی رہیں اور اسٹامپ کی حوالگی پر زور دیتی رہیں جن کو کالڈن لے قاسم اسٹامپ کے استعفاء دینے پر اور اُن کے لینے سے انکار کرنے پر قلعہ میں رکھ دیا تھا۔ کالڈن کی مورت بنا کر اُسکو پھانسی دی گئی اور اُسکی گاڑی کو زبردستی آگ لگا دی۔

نیویارک کے سوداگروں نے برطانیہ کے مالِ تجارت کو منگانے سے اپنے گماشتوں کی معرفت جو انگلستان میں تھے انکار کر دیا جب تک قانونِ اسٹامپ منسوخ نہ ہو اور فلے ڈلفیا کے ایک عام جلسے میں یہہ طے کر دیا کہ جب تک یہہ قانون منسوخ نہ ہو کوئی وکیل کسی انگریزی دائن کا مقدمہ امریکہ کے مدیوں کے خلاف نہ لے اور نہ کسی امریکہ والے کو اپنے قرضہ کی ادائگی میں انگلستان روپیہ بھیجنا چاہیئے۔ برطانیہ کا بنا ہوا کپڑا جو پہلے فیشن اور شرافت کی دلیل سمجھا جاتا تھا امیر سے امیر نوآبادوں نے اُس کی جگہہ اب اپنے گھر کا موٹا جھوٹا کپڑا پہننا شروع کر دیا (عدالتی کارروائیوں میں اسٹامپ کی ضرورت تھی لیکن ججوں نے کھُلم کھُلا اُن کے استعمال کو حذف کر دیا)۔ چنگی کے افسران بھی اسٹامپ کے کاغذ کے بغیر ہر جہاز کا مال دے دیتے تھے جو وہاں پہونچتا تھا۔

قانونِ اسٹامپ کی منسوخی (سنہ ۱۷۶۶ء) اور نئی شکایات

نیویارک کے فتنہ و فساد سے ایک کارآمد نتیجہ ضرور برآمد ہوا۔ برطانیہ عظمیٰ سے چیزیں نہ منگانے کے عہد و پیمان کو اس ریزولیوشن سے بھی تقویت پہونچی کہ ملکی مصنوعات کو ترقی دیجائے یہانتک کہ بھیڑوں یا بکریوں کا گوشت بھی ترک کردیا تاکہ ملک میں اون بکثرت ہو۔ مراسلت کی کمیٹی نے دوسری نوآبادیوں کو بھی اس امر کی اطلاع دیدی اور برطانوی مال کے استعمال سے عام طور پر لوگ محترز ہوگئے۔

اس اثناء میں افسران اسٹامپ کی کمی اور قانون اسٹامپ کو نافذ کرنے سے نوآبادی کے افسران کی عدم توجہی نے اس قانون کو بیجان کردیا تھا۔ نوآبادیوں ہی کا یہہ مطالبہ نہ تھا کہ اس قانون کو بالکل منسوخ کردیا جائے بلکہ انگلستان کے کثیر التعداد سوداگروں نے بھی یہی درخواست کی۔ کانوے، پٹ اور برک جو اس زمانہ کے بڑے انگریزی مدبر تھے سب اس قانون کے مخالف تھے۔ اس قانون سے خرچ میں تو اضافہ ہوگیا تھا لیکن مالگذاری بدستور رہی۔ خزانہ عامرہ کو بارہ ہزار پونڈ صرف کرنا پڑا جس میں سے صرف ایک بٹا بارہ (۱/۱۲) حصہ واپس آیا جو نیوفاونڈلینڈ، نوا اسکوشیا، کوئی بیک، فلوریڈا اور جزائر غرب الہند سے بطور چنگی وصول ہوا۔ آخرکار ۱۸۔ مارچ سنہ ۱۷۶۶ء کو قانون اسٹامپ منسوخ کردیا گیا اور ایک استقراری قانون پاس کیا گیا جس سے ٹیکس لگانے کا اختیار ہر حال میں پارلیمنٹ کو دیا گیا۔ سنہ ۱۷۶۷ء کی پارلیمنٹ نے امریکہ کے لئے مالگذاری کے کمشنروں کا ایک بورڈ بنایا، چاء کا قانون پاس کیا جس سے نوآبادیوں میں چاء اور دیگر مال درآمد پر ٹیکس قائم کیا گیا تاکہ نہ صرف فوجوں کا خرچہ نکل سکے جیسا کہ پیشتر سے چلا آتا تھا بلکہ شاہی گورنروں اور شاہی ججوں کی تنخواہیں بھی برآمد ہوسکیں۔ اس کے بعد نیویارک کی مجلس ملی کو کسی قانون کے وضع کرنے کے ناقابل قرار دیا تاوقتیکہ وہ قانون سنہ ۱۷۶۵ء کی تعمیل نہ کرے جس میں فوجوں کی بود و باش اور سامانِ رسد کو نوآبادیوں پر لازم کردیا گیا تھا۔ اب یہہ

تین قانون کسی پہلے قانون سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ جامع تھے جو پارلیمنٹ نے وضع کیے تھے۔

سال آیندہ یعنی ۱۷۶۸ء کے آغاز سے میساچوسیٹس نے اپنے نمایندوں کے ذریعے سے نہایت سخت لہجے میں پارلیمنٹ کے جملہ قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور نوآبادیوں کو مقابلے میں شرکت کی دعوت دی یہی روح تمام لوگوں میں دوڑ گئی۔ مالگذاری کے کمشنروں کو بلوائیوں کے سامنے فرار ہونا پڑا۔ ایسی حالت میں افواج برطانیہ شہروں کو ۱۷۶۸ء میں روانہ کی گئیں۔ بوسٹن کے لیے یہہ امر ناقابل برداشت تھا۔ ایک عام جلسہ نے گورنر سے درخواست کی کہ وہ مجلس ملّی طلب کرے۔ اُسکے انکار کرنے پر جلسہ نے لوگوں سے کہا کہ اسلحہ تیار رکھو کیونکہ فرانس سے جنگ ہونے والی ہے اور اسکے بعد تمام میساچوسیٹس سے ایک جلسہ کے لیئے آدمیوں کو طلب کیا۔ اس جلسہ نے گورنر سے پھر کہا کہ وہ مجلس ملّی طلب کرے اُسکے دوبارہ انکار پر جلسہ نے بادشاہ کو ایک درخواست بھیجی۔ جب یہہ جلسہ منتشر ہو رہا تھا تو جنرل گیج کی ماتحتی میں ایک فوج پہونچی جسنے بوسٹن سے جو بہت سخت شہر تھا۔ بود و باش کے لئے مکانات طلب کیے۔

سالِ نو د سنہ ۱۷۶۹ء میں پارلیمنٹ نے ایک اور قانون پاس کیا جس سے بغاوت کے جملہ مقدمات کی سماعت انگلستان میں لازمی قرار دی گئی خواہ نوآبادیوں میں ہوئے ہوں یا اُنکی جائے وقوع نوآبادیوں سے باہر ہو۔ یہہ قانون ابتک جتنے قوانین نوآبادیوں کے خلاف پاس کیے گئے تھے سب سے بدترین تھا۔ اس سے رعایا کی آزادی اور جان خطرہ میں پڑ گئی۔ کوہ ورنن کا بھی کاشتکار جو ابتک خاموش تھا چلّا اٹھا کہ "ہمارے آقایانِ نامدار جو برطانیہ عُظمیٰ میں ہیں امریکہ کی آزادی کو سلب کیے بغیر کسی اور گھٹیا چیز سے مطمئن نہوں گے" وہ لکھتا ہے کہ "کسی شخص کو بھی ایسی نعمت عظمیٰ کے مقابلے میں تلوار اُٹھانے سے ایک لمحہ کے لیئے دریغ نہ کرنا چاہیئے لیکن تلوار کا استعمال آخری صورت میں ہونا چاہیئے" ورجینا کی قومی مجلس نے جسکا واشنگٹن اب بھی رکن تھا اِسی قسم کے ریزولیوشن پاس کیئے

میساچوسٹس تو عملاً بغاوت کرنے کے لیئے آمادہ ہی تھا۔ الغرض ہر نئی اور تازہ سختی کے ساتھ
تازہ مخالفت بھی ہوتی گئی جس قدر پارلیمنٹ کی طرف سے نوآبادیوں کی آزادی پر
رکاوٹیں عائد کی گئیں اُسی قدر رنجش بڑھی اور سرگرمی سے نوآبادیوں نے بھی اُنکا جواب دیا۔

میساچوسٹس کے دارالمندوبین نے اپنے پہلے جلسے منعقدہ ۳۱ مئی کو یہہ ریزولیوشن
پاس کیا کہ یہہ بات اُن کی شان اور وقار اور آزادی کے منافی ہے کہ وہ ایک مسلح فوج کی نگرانی
میں معاملات پر غور کریں۔ اُنھوں نے سرکاری رسد اور خرچ کے متعلق شکایات کے انسداد
کے سوا غور کرنے سے انکار کر دیا۔ اُنھوں نے امن و امان کی حالت میں ایک مستقل فوج
کے قیام پر لعنت ملامت کی جو اُن کی قومی مجلس کی منظوری کے بغیر مقرر کی گئی تھی اور
اُنھوں نے اس کو بنیادی حقوق پر حملہ اور اُن حقوق کے منافی سمجھا جو اُنھیں انگریز ہونے کی
حیثیت سے حاصل ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ یہہ باتیں لوگوں کے لیئے سخت خطرناک ہیں
جن کی کوئی نظیر نہیں اور جو خلاف مشروطہ ہیں۔ جب اُن سے فوج کے مسکونہ مکانات کا
صرفہ طلب کیا گیا اور آیندہ کے لیئے کہا گیا کہ وہ سامان رسد بہم پہونچائیں تو اُن کے بدن
میں آگ لگ گئی اور وہ بیحد ناخوش ہوئے۔

جن خیالات کا اظہار ورجینیا میں ہوا تھا وہ تقریباً تمام برِاعظم میں اِس سرے سے
اُس سرے تک پھیل گئے۔ جنوبی کیرولینا کی قومی مجلس نے جب فوج کے لیئے مکانات مہیا کرنے
کرنے سے انکار کر دیا جو اُس سے درخواست کی گئی تھی اور اُنھوں نے بھی ورجینیا کے ریزولیوشنوں کو
منظور کر لیا اور ایسا ہی نیو یارک نے کیا۔ ڈیلاویر کی قومی مجلسوں نے کیا۔ شمالی کیرولینا کی قومی
مجلس نے بھی ایسا ہی کیا جس پر اُس کا اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ لیکن اراکین خود اپنی نجی
حیثیت سے دوبارہ جمع ہو گئے جیسا کہ ورجینیا میں ہوا تھا اور انگلستان سے کسی چیز کو بھی
نہ منگانے کا عہد و پیمان کیا۔

بوسٹن کا قتل عام (۱۷۷۰ء)

سترہ ماہ تک جب تک کہ برطانیہ کی فوجیں بوسٹن میں قیام پذیر رہیں (یہاں تک کہ اُن کے کمانڈر نے صرف اتوار کے دن باجے کے ساتھ نکلنے پر رضامندی دیدی تھی) کسی طرح بھی اُن کی موجودگی وہاں کے لوگوں کو پسند نہ تھی۔ لڑکوں اور آدمیوں کے ایک مجمع نے تمام باشندوں کی ہمدردی سے شہ پاکر اپنا یہہ معمول کر لیا تھا کہ وہ اُن کی توہین کرتے اور اُن کو بھڑکاتے تھے۔ اِکّے دُکّے سپاہیوں سے بہت سی لڑائیاں ہونے کے بعد آخرکار ایک خوفناک تصادم ہوا۔ آٹھ آدمیوں کے ایک پہرے نے جو سخت الفاظ اور تنکے دھکوں سے ناقابلِ برداشت طریقے پر بھڑک اُٹھا تھا لوگوں کے مجمع پر گولی چلائی۔ تین آدمیوں کو مار ڈالا اور دوسرے پانچ آدمیوں کو مہلک طریقہ پر زخمی کر دیا۔ گھنٹے بجائے گئے اور یہہ وحشتناک خبر ہر جگہہ پھیل گئی کہ "سپاہی قتل کر رہے ہیں" یہہ وقت پچھلی رات کا تھا لیکن لوگ گلیوں اور بازاروں میں جمع ہو گئے اور بڑی مشکل سے اُن کو ایک عام لڑائی سے باز رکھا گیا۔ دوسرے روز علی الصباح فینول ہال میں غضب آلود اور جوشیلی مجلسِ ملی کے جلسے کا انعقاد ہوا۔ آخرکار کونسل کے متفقہ مشورہ پر یہہ طے ہو گیا کہ تمام فوجیں ہٹا دی جائیں مقتولین کا جنازہ جسکے ہمراہ بے شمار آدمی تھے، نہایت شان و عظمت کے ساتھ اُٹھایا گیا۔ بوسٹن کے قتل عام کا قصہ چونکہ اُس کو اسی نام سے موسوم کیا گیا تھا حیوان سپاہیوں کے بلا وجہہ اور خونخوار حملے سے تعبیر کیا گیا جو اُنھوں نے غیر مسلح لوگوں پر کیا تھا اور ہر جگہہ کے لوگ اس قصہ سے بیحد غضبناک ہو گئے۔ پہرے کے افسر اور سپاہیوں کا چالان کیا گیا اور اُن پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن دو نوجوان وکلاء نے جو نہایت جوشیلے رہنما تھے اس مقدمہ کی ملزمان کی طرف سے پیروی کی جس کا نتیجہ ہوا کہ دو شخصوں کے سوا باقی اشخاص کو الزام سے بری کر دیا گیا۔ اور اُن دو کو بھی جو قتل کے مرتکب ثابت ہوئے خفیف سزا دی گئی۔

اسی دوران میں برطانیہ کی وزارت کابینہ میں بہت تبدیلیاں واقع ہوئیں تا دن شنینڈ

مرچکا تھا اور جیتھم کا اثر بالکل مفقود ہوگیا تھا۔ لارڈ نارتھ وزیر اعظم مقرر ہوگیا۔ جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا جس روز بوسٹن میں قتل عام ہوا اُسی روز اُسنے ٹاؤن شنیڈ کے تمام قانون کو جاری چنگی کے سوا منسوخ کرنے کی تحریک کی۔ وہ اس بات کے لیے بھی آمادہ تھا کہ کل قانون منسوخ کردیا جائے بشرطیکہ نوآبادیوں پر ٹیکس لگانے کا حق پارلیمنٹ کو حاصل رہے اور اِس حق کے لیئے وہ آخری دم تک لڑنے کے لیے تیار تھا اپریل ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ کا مسودہ قانون دربارۂ تنسیخ پاس ہوگیا اور فوجوں کے لیے سامانِ رسد اور مکانات بہم پہونچانے کے قانون کو خاموشی کے ساتھ تین سال کی میعاد مقرر تک بلا عمل رہنے دیا۔ لیکن قانونِ شکر اور خصوصاً چا کا ٹیکس چونکہ ان میں پارلیمنٹ کے حق دربارۂ ٹیکس کا سوال پنہان تھا نوآبادیوں میں ہیجان پیدا کرنے کے لیے بالکل کافی تھے

جہاز گیسپی کا جلایا جانا

جہاز گیسپی جو مالگذاری کے محکمہ کا مسلح چھوٹا جہاز تھا، مال تجارت کے جہازونکو غیر ضروری اور سخت وقت میں مبتلا کرتا رہتا تھا جو خلیج نیراگین سیٹ میں مال تجارت لیجاتے تھے۔ لہذا اُس کی تباہی کی ایک تجویز سوچی گئی۔ ۱۰ جون کو ایک چھوٹے جہاز نے جس کا وہ تعاقب کررہا تھا اُسے ترغیب دی کہ وہ اُتھلے پانی میں چلا آیا اور زمین سے جالگا۔ اور پراوی ڈینس کی ایک جماعت نے اُسپر سوار ہوکر اُسے جلا دیا اس گستاخانہ حملے کے جواب میں پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا کہ نوآبادیوں میں جو لوگ بادشاہ کے جہازوں کو جلانے یا بندرگاہوں کو برباد کرنے یا فوجی ذخائر کو خراب کرنے کے مرتکب ہوں یا جن کا ان افعال سے کچھ تعلق ہو بغرض سماعت مقدمہ انگلستان روانہ کیے جائیں۔ چھ سو پونڈ کا انعام اور معافی اُس شخص کے لیے تجویز کی گئی جو جہاز گیسپی کے برباد کرنے والوں کا پتہ بتائے۔ اگرچہ جہاز کے تباہ کرنے والوں کا حال سب کو معلوم تھا لیکن کوئی قانونی ثبوت اُن کے خلاف نہ مل سکا۔

نوآبادیاں غلاموں کی تجارت کے بالکل خلاف تھیں اور اس وقت میں اور بھی زیادہ ہو گئیں جبکہ یہ کوشش کی گئی کہ غلاموں کو نوآبادیوں میں داخل کیا جائے چنانچہ فیر فیکس کے ضلع نے یہ ریزولیوشن پاس کیا جس کا صدر جارج واشنگٹن تھا "اس جلسہ کی رائے میں ہمارے موجودہ مصائب و تکالیف میں کوئی غلام کسی نوآبادی میں جو اس براعظم پر واقع ہیں نہ اتارا جائے اور ہم اپنی نہایت سنجیدہ خواہشات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمیشہ کے لیے ایسی بیرحم، آزاروہ اور غیر فطری تجارت کا سدباب کیا جائے" یہی حالت دوسرے مقامات اور دوسری نوآبادیوں کی تھی۔

بوسٹن میں چاء کی جماعت

جب حکومت برطانیہ نے دیکھا کہ جبر سے کام نہیں چلتا تو حکمت عملی سے مقصد برآری کی کوشش کی نوآبادیوں کی تجاویز نے برطانیہ کے مال کی برآمد کو اس قدر کم کر دیا تھا کہ شرق الہند کمپنی کے گودام ایک کروڑ ستر لاکھ پونڈ چاء سے پر تھے جسکی فروخت کے لیے کوئی بازار نہ تھا۔ کمپنی اپنا نفع نہیں کھونا چاہتی تھی اور وزارت اپنی مالگذاری سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرتی تھی لہذا دونوں میں ایک باہمی تصفیہ ہو گیا۔ شرق الہند کمپنی کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی چاء کو جہاں کہیں چاہے چنگی کے بغیر روانہ کر دے۔ اس طرح امریکہ کے خریدار کو اس زمانہ سے بہت سستی چاء ملتی جبکہ اس پر ٹیکس لگایا گیا تھا۔ اب یہ دیکھنا باقی تھا کہ نوآبادیاں عملی طور پر اپنے اصول کی حمایت کرتی ہیں اور اسکے نتائج بھگتتی ہیں یا ٹیکس لگائے جانے پر راضی ہوتی ہیں۔ نوآبادیاں سب کی سب ایک آدمی کی طرح متفق تھیں نئی وزارتی تجویز کو عام طور پر لوگوں کی آزادی پر براہ راست حملہ تصور کیا گیا۔ لہذا یہ سب کا فرض ہو گیا کہ اس تجویز کی مخالفت کریں۔ نیویارک، فلے ڈلفیا، چارلسٹن (جنوبی کیرولنیا) اور بوسٹن کو مال روانہ کیا گیا۔ نیویارک اور فلے ڈلفیا کے باشندوں نے جہازوں کو لندن واپس بھیج دیا جیسے جان ایڈمس نے کہا "وہ دریائے ٹیمس میں تمام قوم کو یہ اعلان

کرتے ہوئے داخل ہوئے کہ نیویارک اور ین سلوینیا غلام نہیں بنائے جا سکتے ۔ چارلسٹن کے باشندوں نے چاء کو اُتار لیا اور اُس کو نم آلودہ کوٹھریوں میں بند کر دیا جہاں سے وہ استعمال نہیں کی جا سکتی تھی اور جہاں وہ آخر کار پڑے پڑے سڑ گئی ۔

وہ جہازات جن میں بوسٹن کے لیئے چاء بھری ہوئی تھی کچھ دنوں تک بندرگاہ میں رہے جنکی نگرانی شہریوں کا ایک مضبوط پہرہ کرتا رہا جنھوں نے ایک بڑے جلسے میں مالکان جہاز کے نام یہہ فوری احکام بھیجے کہ وہ اپنے مال کو خشکی پر نہ اُتاریں ۔ آخر کار یہہ جوش و غضب اور زیادہ نہ رُک سکا اور جن لوگوں نے مال منگایا تھا اُنھوں نے سختی سے خوفزدہ ہو کر قلعۂ ولیم میں پناہ لی جبکہ ۱۶ ۔ دسمبر کو آدمیوں کی ایک جماعت ہندوستانی فرقے موہاک کی طرح اپنے آپ کو ملبوس کر کے اور اپنے جسموں پر نقش و نگار بنا کر جہازوں پر سوار ہو گئی اور چاء کو سمندر میں پھینک دیا ۔ تقریباً دو گھنٹے کے عرصہ میں ۳۴۲ چاء کے صندوقوں کا مال جسکی قیمت اٹھارہ ہزار پونڈ تھی اِس طرح برباد کر دیا گیا ۔ مؤرخ گارڈن کا خیال ہے کہ اگر چاء اُتار لی جاتی تو نوآبادیوں کا اتحاد جو وزارت کی تجاویز کی مخالفت میں تھا فنا ہو جاتا اور پھر تقریباً ناممکن تھا کہ دوبارہ اتحاد بروئے کار آتا وہ بوسٹن کے آدمیوں کے اِس بیخوف اخلاقی مقصد کو اُس روح سے تشبیہ دیتا ہے جو یونان اور روما کے شریف ترین سورماؤں میں پائی جاتی تھی ۔

پانچ قوانین ۔ بندرگاہ بوسٹن کا بند ہونا اور پہلی کانگریس ۱۷۷۴ء

جب چاء کی قسمت کا حال انگلستان میں معلوم ہوا تو وزارت کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ اُس وقت پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا تھا چنانچہ لارڈ ناتھ سے اجازت لیکر پانچ قوانین وضع کیے جائیں جن میں سے ایک یہہ قانون تھا جو بندرگاہ بوسٹن کے مسودۂ قانون کے نام سے جلد مشہور ہو گیا کہ اُس کو جہازوں کے لیے بند کر دیا جائے اور حکومت کی جگہ سالم کو منتقل کر دی جائے ۔ نوآبادیوں کے دوست بھی اہل بوسٹن کی

گستاخیوں کی وجہہ سے خاموش ہو گئے اور ان قوانین کی بہت کم مخالفت ہوئی اس کے
بعد دوسرا قانون خلیج میساچوسیٹس کی حکومت کی بہتری کے لیئے وضع کیا گیا جو دراصل
پہلی سند عطا کردہ کے بھی خلاف تھا اس سے تاج انگلستان کو عدالت العالیہ کے
ججوں اور کونسل کے ممبران کی تقرری کا حق دیدیا گیا دیگر افسران، فوجی، انتظامی
اور عدالتی کا تقرر گورنر کو عطا کیا گیا۔ تمام جلسے بجز انتخابات کے ہر کام کے لیے ممنوع قرار
دیے گئے تیسرے قانون سے ایسے واقعات کا انتظام مقصود تھا جیسا کہ بوسٹن کے
قتل عام میں پیش آئے اور تاج انگلستان کے ملازمین کی حفاظت کی گئی اور قتل
کے ایسے مقدمات کی سماعت انگلستان میں قرار دی گئی جو حمایت حکومت میں کیئے
جائیں۔ یہہ مسودہ جات قوانین چار کے مقابلہ میں ایک کی نسبت سے پارلیمنٹ میں پاس
ہو گئے۔ چوتھا قانون امریکہ کی افواج کے لیے بود و باش اور سامان رسد کے انتظام کے
متعلق تھا جو پہلے قانون کا گویا دوسرا ایڈیشن تھا۔ پانچواں قانون جس کو قانون کوئی
بیک کہتے تھے اس بارہ میں تھا کہ نیا حاصل شدہ صوبہ دیگر صوبجات سے کوئی تعلق
نہ رکھے۔ اُس میں پرانا فرانسیسی قانون رائج ہے۔ کیتھولک کلیسا کو اپنا مال و متاع رکھنے کا
اختیار دیا گیا اور پرستش کی آزادی دی گئی مجلس ملی کی طلبی کو بلا تعین مدت ملتوی
کر دیا گیا اور قانون سازی کا کام سوائے ٹیکس کے ایک کونسل کو دیدیا گیا جس کے
ممبران تاج انگلستان نامزد کریگا۔ اِس صوبہ کی حدود جانب مغرب دریائے مسسیپی تک
اور جانب جنوب دریائے اوہیو تک وسیع کر دی گئیں تاکہ موجودہ کناڈا کے علاوہ وہ مملکت
بھی اس میں شامل ہو جائے جو دریائے اوہیو کے شمال و مغرب میں آجکل پانچ ریاستوں
کے نام سے موسوم ہے۔ دارالعوام میں برک نے چاء کے ٹیکس کے قانون کو منسوخ
کرنے کی تجویز پیش کی لیکن وزراء نوآبادیوں کو ڈرا دھمکا کر محکوم کرنا چاہتے تھے لہذا چار
جنگی جہاز بوسٹن کو بھیجے گئے۔ جنرل گیج جو امریکہ کا کمانڈر ان چیف (سپہ سالار) تھا۔

خلیج میساچوسیٹس کا گورنر مقرر کیا گیا۔ جب بندرگاہ کا قانون نوآبادیوں کے مختلف حصص میں پہونچا تو عام طور پر اظہار ناراضی کیا گیا۔ فلے ڈلفیا اور دیگر مقامات میں بوسٹن کے مصیبت زدگان کے لیئے چندہ جمع کیا گیا۔ ورجینا کی مجلس ملی نے پٹیرک ہنری کی فصاحت سے متاثر ہوکر میساچوسیٹس کے معاملہ کو اپنا بنا لیا اور قانون کے نفاذ کے پہلے دن کو روزہ رکھکر ماتمی منانے کا تہیہ کر لیا۔ اسپر گورنر ڈنمور نے مجلس ملی کو برخاست کر دیا لیکن ممبران نے منتشر ہونے سے پہلے ایک عام کانگریس کی تجویز منظور کی جو اُن معاملات پر غور کرے جن میں امریکہ کا عام فائدہ مدنظر ہو۔ قانون بندرگاہ کے نفاذ کے دن یکم جون کو بوسٹن میں دوپہر کے وقت ہڑتال کی گئی اور بندرگاہ کو تمام جہازوں کے لیئے بند کر دیا گیا اُس وقت سے پہلے میساچوسیٹس کے لوگوں کو ہمدردی اور امداد کے پیغامات تقریباً تمام دوسری نوآبادیوں سے وصول ہو چکے تھے اس قسم کی امداد سے تقویت پا کر اُنھوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ حتی الامکان برابر مخالفت کرتے رہیں گے اور جب وہ سیلم پر جمع ہوئے تو اُنھوں نے یہہ تجویز منظور کی کہ وہ یکم ستمبر کو بمقام فلے ڈلفیا ایک عام کانگریس میں ضرور شریک ہونگے۔ اُنھوں نے اپنی جانب سے پانچ ممبران بھی نامزد کیے جو اُن کے قائمقام کی حیثیت سے کانگریس میں شرکت کریں اور پانچسو پونڈ اخراجات کے لیے منظور کیئے۔ صوبہ کے بعض شہروں اور اضلاع سے بھی اُنھوں نے سفارش کی کہ وہ اِس چندہ میں امداد دیں۔ جب گورنر کو اس کارروائی کا علم ہوا تو اُسنے مجلس ملی کو برخاست کر دیا۔

ایک عام کانگریس کی ضرورت یوماً فیوماً محسوس ہونے لگی اور ہر ایک نوآبادی نے نیو ہمپشائر سے لیکر جنوبی کیرولینا تک اس تجویز کو منظور کیا۔ ۴۔ ستمبر کو بمقام فلے ڈلفیا اطراف و جوانب سے ڈیلیگیٹ پہونچے۔ اور دوسرے دن براعظم کی پہلی کانگریس چسٹنٹ بازار کے کارپنٹرز ہال میں منعقد ہوئی۔ یہہ ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ کہ ہر ایک نوآبادی کو خواہ اُس کے قائم مقاموں کی کچھ ہی تعداد ہو ایک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اُنھوں نے

اعلانِ حقوق تیار کیا۔ اور یہہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی جائے، ایک نوٹ برطانیہ امریکہ کے لوگوں کو روانہ کیا جائے اور ایک درخواست برطانیۂ عظمیٰ کے باشندوں کو بھیجی جائے۔ ان کاغذات کا اثر امریکہ اور انگلستان دونوں پر بہت اچھا ہوا۔ اس سے لوگوں میں اپنے نمائندوں پر اعتماد قائم ہوا اور اُن کی فہم و فراست، استقلال اور دانشمندی نے کانگریس کے لیے احترام کا عام احساس پیدا کر دیا جس سے انگلستان بھی محفوظ نہ رہا چنانچہ لارڈ چیتھم نے دارالامرا میں اُن کے بارہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "دلائل کی خوبی، قوت بیان اور نتیجہ کی گرفت میں کوئی قوم یا جماعت ایسے پیچیدہ حالات میں عام کانگریس بمقام فلے ڈلفیا سے سبقت نہیں لے جا سکتی"۔

میسا چوسیٹس کی ظاہری حالت بہتر نہ تھی۔ جنرل گیج کی آمد کے فوراً بعد فوجیں آئرلینڈ، نیویارک، ہیلی فیکس اور کوئی بیک سے پہونچیں۔ جنرل گیج نے بعض افواج کو قلعہ کی دیواروں کی مرمت اور مسلح کرنے کے کام میں لگا دینے سے شہر کے لوگوں میں یہہ خیال پیدا کر دیا کہ اس سے یہہ مقصد ہے کہ بوسٹن کا سلسلہ تعلقات باقی ماندہ ملک سے منقطع کر دیا جائے۔

گیج نے فرمان جاری کیے تھے کہ ایک مجلس بمقام سیلم ۵۔ اکتوبر کو جمع ہو لیکن لوگوں میں زیادہ بے چینی کے آثار دیکھ کر اُس نے فرمان کو منسوخ کرنا مناسب سمجھا اور یہہ اعلان کیا کہ کوئی جلسہ نہیں ہوگا۔ اس اعلان کو لوگوں نے خلاف ضابطہ قرار دیا اور نوّے آدمی جمع ہو گئے اور جب گورنر یا اُس کا قائم مقام کوئی نہ آیا تو اُنھوں نے ایک صوبہ کی کانگریس بنالی اور مقام کنکارڈ پر منتقل ہونے کے لیے اُسے ملتوی کر دیا۔ یہاں جمع ہو کر اُنھوں نے جنرل گیج سے درخواست کی کہ وہ بوسٹن کے داخلے کو مسلح کرنے سے باز رہے اور اُس مقام کو ویسا ہی رہنے دے جیسا کہ وہ پہلے سے تھا۔ گورنر نے اس خیال پر بیحد ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ انگریزی فوج سے بجز دشمنان انگلستان اور کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور کانگریس کو متنبہ کیا کہ وہ ناجائز

کارروائی کرنے سے باز رہے۔ صوبہ کی کانگریس نے کیمبرج جاکر اپنا جلسہ کیا اور وہاں اُنھوں
نے ایک کمیٹی بناکر صوبہ کی فوری حفاظت کے لیئے ایک تجویز سوچی۔ باشندگان کی کچھ مقررہ
تعداد کی بھرتی کے لیے احکام صادر کیے کہ وہ ایک منٹ کی اطلاع پر مسلح ہوکر تیار رہیں۔ تین
افسر پریبل ۔وارڈ اور پومرائے مقرر کیے اور ۲۳۔ نومبر تک جلسہ ملتوی کردیا۔ دوبارہ مجتمع
ہونے پر انھوں نے ایک وقتی قانون پاس کیا کہ بارہ ہزار آدمی بھرتی کیے جائیں تاکہ وقت
ضرورت کام آسکیں آرٹمس وارڈ افسر پریسکاٹ اور ہیتہ مقرر کیے۔ اُنھوں نے نیوہیمپشائر جزیرہ
رہوڈ اور کنکٹی کٹ کی بھی امداد حاصل کی اور بیس ہزار آدمی بھرتی کیے گئے۔

نئی پارلیمنٹ ۳۔ نومبر ۱۷۷۴ء کو منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے سخت الفاظ میں
میساچوسیٹس اور دیگر نوآبادیوں کے باغیانہ طرز عمل کا ذکر کیا۔ دارالعوام اور دارالامرا میں شاہی
جذبات کی تائید کی گئی اگرچہ کچھ لوگوں نے مخالفت بھی کی۔ اس کے بعد فوراً میساچوسیٹس
کو باغی قرار دیا گیا اور پارلیمنٹ نے نوآبادی کی تجارت اور ماہی شکارگاہوں پر رکاوٹیں
عائد کرنے کا قانون پاس کردیا۔

انقلاب کا وہ حصہ جو کونسلوں میں درجہ تکمیل کو پہونچ سکتا تھا، اس موقع پر سمجھنا
چاہیئے کہ ختم ہوگیا۔ نوآبادوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کردی تھی۔ اُنھوں نے بار بار اپنی
شکایات کا اظہار کیا اور صلح داشتی سے اُن کے رفع ہونے کی درخواستیں کیں لیکن اُن کو
اس کا جواب مزید سخت قوانین بنانے سے دیا گیا۔ مقابلے کی غرض وغائت نے لوگوں میں
استقلال اور استقامت پیدا کردی تھی۔ اور صرف جبر و تعدی کا انتظار تھا تاکہ وہ بھی اپنی قوت
ظاہر کریں۔ یہہ موقع جلد آنے والا تھا جبکہ قلم کو علحدہ رکھکر تلوار کو میان سے نکالا گیا۔

کنکارڈ جو اندرون ملک بوسٹن سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ایک شہر تھا فوجی ذخائر کی
کثیر تعداد جمع ہوجانے کے بعد جنرل گیج نے اُسکو تباہ کرنے اور نیز سیموئل آڈمس اور جان ہنکاک
کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا جو باوجود ممانعت بوسٹن سے فرار ہوگئے تھے۔ ۱۹۔ اپریل کی شب کو

اُسنے اس ارادہ کی تکمیل کے لیے لفٹنٹ کرنل اسمتھ اور میجر پٹکیرن کو مع آٹھ سو سوار اور پیدل روک لیا جنھوں نے کنکارڈ کی طرف خاموشی کے ساتھ گیارہ بجے کوچ کردیا۔ ڈاکٹر جوزف وارن نے کچھ قاصد اسی غرض سے بھیجے تھے۔ جب اُنھیں یہہ پتا چلا تو سب کو وقت پر اطلاع دیدی اور یہہ اطلاع گرجا کے گھنٹوں، بندوقوں اور باڑ کے ذریعہ سے تمام مقامات میں پھیلادی۔ مقام لیگزنگٹن پر برطانیہ کی فوج جب کنکارڈ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھی تو وہ ستر آدمیوں سے دوچار ہوئی جو اُس شہر کی فوج کے آدمی تھے اور جو مسلّح ہوکر پریڈ کر رہے تھے۔ میجر پٹکیرن جو آگے آگے تھا گھوڑا دوڑا کر اُن کے پاس گیا اور کہا "منتشر ہوجاؤ۔ تم باغی منتشر ہوجاؤ تم پر لعنت ہو تم کیوں منتشر نہیں ہوتے"! اُن لوگوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ اور قریب پہونچا، اپنا پستول چلایا، تلوار برہنہ کی اور اپنے سپاہیوں کو حملہ کرنے کا حکم کردیا۔ فوج خوش ہوئی اور فوراً بندوقیں سرکیں۔ صوبہ کے سپاہیوں میں سے چند آدمی مقتول ہوئے اور باقی لوگ منتشر ہوگئے۔ چونکہ برطانوی فوج اُن کے منتشر ہونے کے باوجود گولیاں چلاتی رہی اسلیے پناہ گزینوں میں سے کچھ لوگ ٹھہر گئے اور جواب میں گولیاں چلانے لگے۔ امریکہ کے آٹھ آدمی مقتول ہوئے۔ تین یا چار تو پہلے برطانوی حملے میں باقی پریڈ چھوڑنے کے بعد۔ اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔

یہہ برطانوی رسالہ اب کنکارڈ کو روانہ ہوا۔ پیدلوں کی ایک جماعت نے پُل پر قبضہ کرلیا۔ باقی فوج شہر میں داخل ہوگئی اور اپنا کام شروع کردیا۔ اُنھوں نے گولے اور دو توپیں دریا میں پھینک دیں۔ ساٹھ بوری میدہ کھول کر ڈالدیا۔ اس عرصہ میں صوبہ کی قومی فوج کو مزید امداد پہونچ گئی اور کنکارڈ کا میجر بٹرک اُن کی سرداری قبول کرکے اُن کو پُل کی طرف لیگیا۔ چونکہ اُس کو لیگزنگٹن کے معاملہ کا حال معلوم نہیں تھا اور وہ یہہ چاہتا تھا کہ پہلے برطانوی فوج حملہ کرے اُسنے اپنی فوج کو حکم دیدیا کہ حملے میں سبقت نہ کرے جب وہ بڑھا تو پیدل سپاہی دریا کے اُس طرف جدھر کنکارڈ تھا مراجعت کرنے لگے اور پل کو اُکھاڑنا شروع کردیا۔ جب وہ

قریب پہونچا تو اُنھوں نے گولیاں بھی چلانی شروع کردیں جن سے ایک کپتان اور ایک
سپاہی مارا گیا۔ صوبہ کی فوج نے بھی حملہ کیا اور سخت مقابلہ ہوا۔ باقاعدہ فوج کو کچھ نقصان کے
ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ وہ جلد اصل فوج سے جا ملے اور تمام رسالہ سرعت کے ساتھ واپس
چلا گیا۔ اب قرب وجوار کے سب لوگ مسلح ہو گئے تھے اور اُنھوں نے واپس ہوتی ہوئی
فوج پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ اس طرح اُن کے حملوں سے مجبور ہو کر وہ بمشکل تمام لیگزنگٹن
پہونچے جہاں لارڈ پرسی اپنے نوسو آدمیوں کی جماعت اور دو توپیں لیکر بروقت پہونچ
گیا تھا۔ یہاں بھی برطانوی فوج پر حملہ کیا گیا لیکن وہ حملہ کرتی ہوئی واپس ہوتی رہی
اُس روز امریکہ والوں میں سے صرف ۵۰ آدمی قتل ہوے اور اسنی زخمی ہوئے اور
برطانوی نقصان کی تعداد پینسٹھ مقتولین، ایکسو اسی زخمی اور اٹھائیس قیدیوں کی تھی
قیدیوں کے ساتھ اہل امریکہ نے نہایت عمدہ اور شریفانہ برتاؤ کیا اور گیج کو خبر کردی کہ وہ
اپنے ڈاکٹروں کو اُن کے علاج کے لئے بھیج سکتا ہے۔ لیگزنگٹن کا واقعہ جنگ کا اعلان
تھا۔ لڑائی کے دوسرے دن میساچوسیٹس کے صوبہ کی کانگریس کا اجلاس ہوا اور فوج
کی تعداد مقرر کی گئی۔ فوج کی تنخواہ کا معاملہ طے کیا گیا۔ کاغذ کے روپیہ کی اشاعت کی رائے
پاس کی گئی۔ فوج کے لیے قواعد بنائے گئے اور یہہ سب باتیں کاروباری طریقہ سے
کی گئیں۔

انگلستان نو کے لوگ سب ہمخیال تھے اور متفقہ طور پر اُنھوں نے ہتھیار اُٹھائے۔
برعکس اس کے اہل انگلستان متحیر اور غمگین تھے اور اپنے ہموطنوں کے خلاف آمادہ جنگ نہ تھے
اُن سے یہہ بھی کہا گیا تھا کہ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔ وہ کاہلی اور غیر ارادی حالت
میں تھے۔ نیز آزادی کے حصول کے لیے اُن میں اہل امریکہ کے لیے ہمدردی موجود تھی
وہ کہتے تھے کہ بادشاہ آزاد حبشیوں یا ہندوستانیوں یا اہل کناڈا یا روسیوں اور جرمنوں کو
مقابلہ پر بھیجے، انگریز تو اس جھگڑے میں شریک نہیں ہوسکتے۔ بادشاہ کے مشیروں کی نظر

بھی انگلستان سے باہر کی امداد برھی۔ اُن کو یقین تھا کہ اہل کناڈا ضرور اُن کے شریک حال ہوں گے۔ اُنھوں نے آئرلینڈ میں بھی بھرتی کرنے کی ترکیب سوچی اور وہ ہنیووراسی اور روس سے بھی فوجوں کی آمد کے منتظر رہے۔

ٹکن ڈروگا اور کراؤن پوائنٹ پر قبضہ اور کناڈا کا ہاتھ سے نکل جانا

کنکٹی کٹ کے بعض شریف اور بہادر لوگوں نے ٹکن ڈروگا اور کراؤن پوائنٹ پر قبضہ کرنے کی تدبیریں کیں کیونکہ یہہ دونوں قلعے آخرکار اہل امریکہ کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوتے۔ چنانچہ کنکٹی کٹ سے بینگ ٹن کو چالیس رضاکار روانہ ہوئے۔ کرنل اتھین ایلین مع دو سو تیس آدمیوں کے اُن کا شریک ہوگیا اس کے بعد بالکل غیر متوقع طور پر کرنل بینی ڈکٹ آرنلڈ بھی آملا جس نے اس قسم کی تجویز سوچی تھی۔ وہ ایلین کا نائب بنا دیا گیا اور سپہ سالار ایلین ہی رہا۔ ایلین اور آرنلڈ علی الصباح قلعہ میں ۱۰ مئی کو داخل ہوگئے۔ تمام فوج ایک پہرہ دار کے سوا پڑی سو رہی تھی۔ اُسنے گولی چلائی لیکن نشانہ خطا ہوگیا اور اُسنے قلعہ میں بھاگنے کی کوشش کی لیکن اہل امریکہ نے اُس کا تعاقب کیا اور ایک مربع شکل میں کھڑے ہو کر تین مرتبہ زور سے تالیاں بجائیں جس سے قلعہ کی فوج جاگ اُٹھی۔ تلوار اور سنگینوں سے کچھ لڑائی ہوئی۔ ڈی لا پلیس جو افسر تھا رات کے کپڑے پہنے ہوئے اور برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا۔ اُس سے کہا گیا کہ قلعہ ہمارے حوالے کرو۔ اُسنے تعجب سے کہا "کس کے حکم سے؟" ایلین نے جواب دیا "میں خدا کے نام پر اور نیز بحر اعظم کی کانگریس کی طرف سے تم سے یہہ مطالبہ کرتا ہوں"، اس نے مجبوراً اس حکم کی تعمیل کی۔

اس طرح ٹکن ڈروگا پر ۱۰ مئی کی صبح کو قبضہ کر لیا گیا۔ قوم برطانیہ کو جس کے لئے اسی لاکھ پونڈ صرف کرنا پڑا اور بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں اور جس کے لیے بہت سی جانیں ضائع کیں وہ دس منٹ میں چند بے قاعدہ سپاہیوں نے لے لیا اور نہ کوئی آدمی

قتل ہوا اور نہ کسی کے کوئی چوٹ آئی۔ اس قبضہ سے اہل امریکہ کو پچاس قیدی اور سَو سے زائد توپیں ہاتھ لگیں۔ اس کے بعد کرنل سیٹھ وارنر کو کراؤن پوائنٹ پر بھیجا گیا اور اُسنے آسانی کے ساتھ اس مقام پر قبضہ کر لیا جہاں ایک سارجنٹ اور کل بارہ سپاہی تھے۔ آرنلڈ نے ایک چھوٹا جنگی جہاز بھی گرفتار کر لیا جو سینٹ جانس یعنی جھیل چمپ لین کے شمالی سرے پر کھڑا تھا۔ اس طرح اہل امریکہ نے دو اہم مقامات، توپوں اور میگزین کے بڑے ذخیرے اور جھیل جارج اور جھیل چمپ لین پر بغیر لڑے مرے قبضہ کر لیا۔

آخر مئی میں انگلستان سے ایک نئی فوج بوسٹن میں اُتری۔ جنرل گیج نے یہہ اعانت پاکر سوچ سمجھکر کام شروع کیا چنانچہ بنکرہل پر لڑائی ہوئی۔ انگریزوں کے ایک ہزار چوّن آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے اور بڑی تعداد افسروں کی ضائع ہوئی۔ اہل امریکہ کا نقصان ایکسو پچاس مقتولین اور تین سو زخمیوں اور گم شدگان کا ہوا۔ بنکرہل کی لڑائی میں اگرچہ امریکیوں کو شکست ہوئی لیکن یہہ ایک اخلاقی فتح تھی کیونکہ اس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ باقاعدہ برطانوی فوج کے مقابلہ میں لڑ سکتے ہیں۔

دوسری کانگریس واشنگٹن انگریزوں کو بوسٹن سے نکال باہر کرتا ہے

ظاہر ہے کہ اب دوسری کانگریس کی سخت ضرورت تھی۔ لیگزنگٹن کی لڑائی سے قبل تمام نوآبادیوں نے ڈیلیگیٹ مقرر کر دیے تھے۔ چنانچہ اُس کا اجلاس بمقام فلے ڈلفیا ۱۰ مئی کو ہوا اور پیٹن رینڈولف کو دوبارہ صدر بنایا گیا۔ کانگریس نے فوراً یہہ ریزولیوشن پاس کیا کہ نوآبادیوں کی حفاظت کیجائے۔ اس کے بعد اُسنے یہہ رائے منظور کی کہ بادشاہ باشندگان برطانیہ عظمیٰ، باشندگان کناڈا اور جمیکا کی مجلس ملکی کو عرضداشتیں روانہ کی جائیں۔ یہہ کاغذات نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر کیے گئے تاکہ سب کو اُن کے ساتھ ہمدردی ہو۔ اس کے بعد کانگریس نے یہہ ریزولیوشن منظور کیا کہ بیس ہزار

آدمی فوراً مسلح ہو جائیں۔ جارج واشنگٹن جو ورجینیا کا باشندہ اور کانگریس کا ممبر تھا متحدہ
نوآبادیوں کی تمام فوج کا سپہ سالار منتخب کیا گیا جو اب موجود تھی یا آئندہ بھرتی کی جائے۔
کانگریس نے فوج کے تمام بڑے محکمہ جات قائم کیے اور نوٹ جاری کر دیے جن کی
ادائیگی کی ذمہ دار بارہ متحدہ نوآبادیاں قرار پائیں۔ اور ۶۔ جولائی کو ایک اشتہار شائع کیا گیا۔

اسی دوران میں بنکر ہل کی لڑائی کا حال تمام ملک میں اس سرے سے اُس سرے
تک پھیل گیا اور تمام انگلستان نو مسلح ہو گیا۔ فوج کی کمپنیاں بہت تیزی کے ساتھ قائم
کی گئیں اور تصفیہ کی کوئی اُمید نہ رہی۔ مسلح آدمیوں کے جتھے تمام اطراف سے اور دُور
دراز سے آ کر مقام کیمبرج پر جمع ہو گئے۔ انگلستان نو میں برطانوی افواج کو سمندر اور
خشکی دونوں جگہوں پر لڑنا پڑا۔ کانگریس نے چند چھوٹے جہاز بنا لیے تھے جو ذخائر اور میگزین سے بھرے ہوئے
جہازوں کو گرفتار کر لیتے تھے برطانیہ کے جنگی جہاز اُنکے تعاقب کیلئے روانہ کیے گئے لیکن اُنکو ناکامی ہوئی اس غصہ میں
اُنھوں نے غیر محفوظ شہروں پر جو سمندر کے سواحل پر آباد تھے حملہ کر دیا اور ۱۷۔ اکتوبر فلمتھ پر جسکو اب پورٹ لینڈ کہتے
ہیں کپتان موآٹ اُترا اور شہر میں آگ لگا دی لیکن اُسکے باشندے رات ہی کو جان بچا کر بھاگ گئے تھے ۲۔
جولائی کو جنرل واشنگٹن، جنرل لی اور چند بڑے افسر اُنکو ہمراہ لیکر کیمبرج پہونچا جو صوبہ کی فوج کا صدر مقام تھا۔

واشنگٹن نے بوسٹن کے فوری محاصرہ کا ارادہ کیا۔ شروع میں اُسکا صرف یہ مقصد تھا
کہ انگریزوں کو شہر کے اندر بند کر دے۔ اگست میں اُسنے کوشش کی کہ دشمن اُس کی فوج پر
حملہ کرنے کے لیے باہر آئے لیکن جب اس مقصد میں ناکامی ہوئی تو اُسنے ستمبر میں برطانوی
افواج پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اُسکے افسروں نے اس تجویز پر اعتراضات کیے تو اُس نے
حملہ کو ملتوی کر دیا لیکن اپنے ارادہ کو بالکل ترک نہ کیا۔ اس عرصہ میں کانگریس کی طرف سے
نہ اُسی کے پاس ہتھیار پہونچے، نہ بارود وغیرہ پہونچی اور نہ اُسی کے سپاہیوں کی تنخواہ آئی۔
اُسی کے افسران اور سپاہی بھی اُسکی امداد کے لیے تیار نہ تھے یہانتک کہ تعمیل احکام بھی نہ
کرتے تھے اور نہ وہ بحری سپاہیوں کی امداد کے لیے جہازوں پر متعین تھے اُسی کے حکم کی پروا

کرتے تھے۔ وہ کانگریس کے صدر کو لکھتا ہے کہ "اپنے وطن کی محبت کے علاوہ بھی کوئی اور شے ہونی چاہیے جو اُن کے جذبات کو مشتعل کرے اور وہ فوجی خدمت کے شائق ہو جائیں"

اُسنے اپنے ایک دوست سے کہا کہ "افسوس ہے کہ پبلک کاموں میں دلچسپی کا یہ فقدان اور عمدہ صفات کی کمی اور ایسی طمع کہ چھوٹے چھوٹے فائدہ پر نظر ہو مجھے پہلی کبھی نہ دکھائی دی اور میں دعا کرتا ہوں کہ یہ صورت حال پھر کبھی نہ دکھائی دے۔ میں انجام سے کانپتا ہوں۔ اگر میں اس حالت کا اندازہ جسکا تجربہ اب مجھے ہوا ہے یا آیندہ ہوگا پہلے سے کر لیتا تو دُنیا کی کوئی چیز مجھے سپہ سالار بننے کے لیے ترغیب نہ دے سکتی"۔ یہ حالات تھے اور یہ احساسات جبکہ سپہ سالار نے اس سال کی بڑی لڑائیاں لڑیں۔

اب امریکہ نے نہ صرف فوج ملازم رکھ لی تھی بلکہ اپنی حکومت بھی قائم کر لی تھی بر اعظم کی کانگریس نے تمام باتیں اختیار کیں فوجی، مالی اور سیاسی ضرورتیں جو کچھ پیش آتی رہیں وہ ان سب کی کارروائی کرتے رہے۔ فوج کی تنظیم برابر جاری رہی۔ بلا تنخواہ کی فوج بھی رکھنے کی کوشش کی گئی۔ ایک بحری کمیٹی بنائی گئی اور بحری طاقت اگر یہ لفظ بہت چھوٹی جماعت کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے وجود میں آگئی۔ ہسپتال بنائے گئے۔ چند کروڑ روپیہ کے نوٹ جاری کیے گئے اور ایک خزانہ کا محکمہ قائم کیا گیا۔ ڈاکخانہ کی تنظیم کی گئی۔ بعض نوآبادیوں نے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا تھا تو اُن کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ ہندوستانیوں کے تعلقات کو بھی باقاعدہ بنا دیا گیا۔ ان سب اُمور سے بڑھکر یہ بات ہوئی کہ ایک کمیٹی بنائی گئی جسکو یہ کام دیا گیا کہ وہ یورپ سے خفیہ مراسلت کرے۔ مختصر یہ کہ حکومت کی جملہ خدمات کانگریس نے اپنے سر لے لیں اور تمام نوآبادیوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ اگست کے شروع میں جیوجیا نے بھی دوسری نوآبادیوں کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی اور ان سب کی تعداد تیرہ نوآبادیوں تک پہونچ گئی۔ چودھویں نوآبادی نے بھی جو ٹرانسلوانیا میں تھی اور جس کو اب کینٹکی کہتے ہیں اس شمول کی درخواست کی لیکن

کانگریس ایسی مملکت کے ڈیلیگیٹ کو نہیں لے سکتی تھی جس پر وہ جینا اپنا اقتدار ظاہر کرتی تھی۔ لہذا قوم اور حکومت صرف تیرہ متحدہ نوآبادیوں ہی کی رہی۔

فوجی مہمات محاصرہ بوسٹن بکثرت واقع ہوئیں اگرچہ زیادہ وسیع نہ تھیں برطانوی جماعت جو گلوسیسٹر پر اترنا چاہتی تھی اس فعل سے باز رکھی گئی۔ امریکیوں نے اس قلعہ کو جو چارلسٹن کے قریب تھا قبضہ کر لیا اور برطانیہ کے جہازات کو بندرگاہ سے باہر نکالدیا۔ تارفاک جو کچھ عرصہ تک برطانیہ کے قبضہ میں رہا بہادرانہ لڑائی کے بعد واپس لے لیا گیا۔ لیکن اسٹونگٹن، ہبرسٹل اور فلتھ کو جس کو اب پورٹ لینڈ کہتے ہیں گولہ باری سے نہ بچا سکے امریکیوں نے اس کے جواب میں اپنے سپاہی بھیجے اور انھوں نے خلیج میسا چوسٹیس میں کارنمایاں انجام دیے اور نیز خشکی پر بھی ہر جگہ حملے کیے گئے۔ ایک مہم کناڈا کے خلاف روانہ کی گئی لیکن انگلینڈ کی دغابازی سے اہل امریکہ پھر اپنی حدود کے اندر واپس آگئے۔ امریکیوں نے جنرل مونٹگمری کی ماتحتی میں جو کوئی بیک کے حملہ میں قتل ہوا سینٹ جان اور مانٹریل پر قبضہ کر لیا۔ آخر موسم سرما میں نہایت کامیاب مہم واقع ہوئی جبکہ پندرہ سو سپاہیوں کی باقاعدہ شاہی فوج شمالی کیرولینا میں امریکیوں کی دو تہائی تعداد سے کرنل مور کی ماتحتی میں شکست کھا کر فرار ہو گئی۔ اس مہم سے یہ صوبہ ملک کے لیے محفوظ ہو گیا۔

اس تمام عرصہ تک واشنگٹن بوسٹن کے سامنے پڑا رہا لیکن اس کی توجہ صرف وہیں تک محدود نہ تھی اس کی آواز ہر طرف سنائی دیتی تھی۔ کناڈا کو کوچ کرتے ہوئے بھی، نیویارک کی گلیوں میں بھی، قومی جنگی جہازوں کے تختوں پر بھی، کمیٹیوں اور مجلسوں کے جلسوں میں بھی، صوبہ کی قانون ساز جماعتوں میں بھی اور خود کانگریس میں بھی ہر جگہ یہ بتلاتے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح کرنا چاہیئے۔

محاصرہ کی وقتوں میں اس امر سے اور بھی اضافہ ہو گیا کہ فوج کے بعض سپاہیوں کو علیحدہ کیا گیا کیونکہ وہ غیر معین مدت تک خدمت کرنا نہیں چاہتے تھے اور بعض کو نئے سرے

سے بھرتی کیا گیا۔ آدمیوں اور سامانِ اسلحہ کے بغیر واشنگٹن اپنی جگہ پر متانت کے ساتھ قائم رہا یہانتک کہ مہینوں کی مایوسی کے بعد ڈور شیسٹر ہائیٹس پر قبضہ کرنے کے ذرائع حاصل ہوگئے جہاں سے شہر پر حکومت کی جا سکتی تھی۔ جنرل ہوو جسکی ماتحتی میں برطانیہ افواج تھیں کیونکہ جنرل گیج کو واپس بلایا گیا تھا اپنی جگہ کو چھوڑنے کا عرصہ سے خیال کر رہا تھا اور اب وہ اس مقام کو چھوڑنے کے لیے اس شرط پر آمادہ ہوگیا کہ اسکی فوج کو دق اور تنگ نہ کیا جائیگا۔ ۱۷۔ مارچ ۱۷۷۶ء کو محاصرہ کے ساڑھے آٹھ ماہ بعد اُس کے استقلال کی فتح ہوئی حقیقتاً یہ تعجب خیز کامیابی تھی جنرل واشنگٹن کی بہت شہرت ہوئی اور اُس پر سب کو اعتماد ہوگیا۔ لیکن ملک ابھی خطرہ میں تھا۔ نیویارک پر بھی حملہ کا خوف تھا اور چارلسٹن پر بھی اور تمام ساحل کھلا ہوا اور کسی حفاظت کے بغیر تھا۔

بغاوت انقلاب کی شکل میں تبدیل ہوتی ہے

۱۷۷۶ء کے موسم سرما میں بہت سے قابل مصنفین امریکہ میں ملازم رکھے گئے تاکہ انگلستان سے علیحدہ کی گئی ضرورت اور عمدگی پر اور نیز نو آبادیوں میں آئینی حکومت کے قیام پر لکھیں چنانچہ ایک شخص تھامس پین نے جو ان سب میں نہایت ممتاز تھا اور انگلستان سے حال ہی میں وارد ہوا تھا ایک رسالہ عقلِ مشترک کے نام سے گمنام شائع کیا جس کا بہت بڑا اثر ہوا اس رسالہ کی ایک لاکھ جلدیں بہت ہی کم عرصے میں فروخت ہوگئیں اس مضمون پر خوب بحث ہوئی اور تقریباً ہر ممبر کانگریس کو اُسکے حلقہ انتخاب سے ہدایات دی گئیں ماہ مئی میں کانگریس نے حکم دیا کہ انگلستان کے جہازات اور مال کو بطور غنیمت (اگر موقع ملے) گرفتار کریں اور اپنے بندرگاہوں کو برطانیہ عظمیٰ کے جہازات کے خلاف بند کر دیا۔ اسکے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ بیالیس ۴۲ ہزار سپاہی امریکہ کو مطیع و منقاد کرنے کے لیے امریکہ کو روانہ ہونگے جن میں پچیس ۲۵ ہزار انگریز اور سترہ ۱۷ ہزار اہل ہسیا ہونگے جن کو بادشاہ کی طرف سے لڑنے کے لیے کرایہ پر لیا گیا ہے۔ ان غیر ملکی بھاڑے کے ٹٹوؤں کی تقرری سے اہلِ امریکہ کے

تن بدن میں آگ لگ گئی اور آزادی کے اعلان کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوگئی۔

۷ رجون ١٧٧٦ء کو رچرڈ ہنیری لی نے جو ورجینیا کا ڈیلیگیٹ تھا یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ نوآبادیاں آزاد اور خود مختار ہیں نہایت پرجوش اور فصیح بحث ومباحثہ ہوا۔ میساچوسٹس کا جان ایڈمس آزادی کی موافقت میں اور پین سلوانیا کا جان ڈکنس مخالفین میں تھا۔ ڈکنس نے اصولاً آزادی کے اعلان کی مخالفت کی اور اس لیے اس کو ممبری سے علیحدہ کر دیا گیا۔ بعدازاں یہ دیکھکر کہ اسکے اہل وطن گرمجوشی کے ساتھ آزادی کیلیے کوشاں ہیں، ڈکنس ان میں شامل ہو گیا اور ١٧٨٠ء کی کانگریس میں ایسا ہی پرجوش ممبر ثابت ہوا جیسے کہ اور ممبران تھے۔ کمیٹی میں ۸ رجون کو اس ریزولیوشن پر بحث ہوئی اور ١٠ رجون کو یہ ریزولیوشن خفیف کثرت رائے سے منظور کیا گیا۔ لیکن کانگریس میں اس ریزولیوشن کو یکم جولائی تک ملتوی کر دیا گیا کیونکہ بعض ممبران کو اسکی مخالفت کی ہدایت تھی اور بعض ممبران کو کوئی ہدایت ہی نہ تھی۔ اس عرصے میں کوشش کی گئی کہ تمام نوآبادیوں کی منظوری حاصل کی جائے چنانچہ مقررہ دن کو پین سلوانیا اور ڈیلاویر کے سوا تمام لوگ اس تجویز سے متفق ہو گئے۔

جس کمیٹی کو آزادی کا اعلان مرتب کرنیکے لیے ہدایت کی گئی تھی اُسنے ایک اور ماتحت کمیٹی بنائی جس میں جان ایڈمس، تھامس جیفرسن، بنجمن فرینکلن، راجر شرمان اور رابرٹ آر لونگسٹن شامل تھے۔ تھامس جیفرسن نے ایک مسودہ بنایا جسکو کمیٹی نے کانگریس کے سامنے پیش کر دیا اور وہاں کچھ ترمیمات کے بعد منظور ہو گیا۔ اس دستاویز پر کانگریس کے ہر ممبر کے دستخط ہوے اور اس طرح تیرہ ریاستہائے متحدہ نے برطانیہ عظمیٰ سے اپنا تعلق علیحدہ کر لیا اور ایک نئی اور بڑی قوم دنیا میں پیدا ہو گئی۔ اعلان آزادی فوراً صوبجات کو روانہ کیا گیا اور فوج میں پڑھا گیا اور ہر جگہ خوشی کے نعروں سے اس کا خیر مقدم کیا گیا۔

ملکی حکومتوں کی تنظیم

جس روز اعلان آزادی تیار کرنیکے لیے کمیٹی مقرر کی گئی اسی دن دوسری اور ایک بڑی کمیٹی مقرر ہوئی کہ وہ اتحاد کی تجویز (١٢ رجون) مرتب کرے۔ یہ تجویز اعلان آزادی کے منظور ہوجانیکے ایک ہفتہ بعد

پیش ہوئی لیکن ۲ جولائی تک اسپر کوئی عملدرآمد نہ کیا گیا۔ حالات بھی مساعد نہ تھے اور دفعات اتحاد و مستقل
اتفاق جیسا کہ بعد ازاں اُسکو کہا گیا کانگریس نے ایک سال کے بعد ۱۵ ار ۱۷ نومبر ۱۷۷۷ء کو اختیار کیں۔ تمام
ریاستوں نے بہت عرصے کے بعد عمل کیا اس دوران میں کانگریس کو مرکزی طاقت حاصل رہی اور ریاستیں
ہر جگہ اپنی اپنی حکومتیں قائم کرتی رہیں۔ میساچوسیٹس نے ۱۷۷۵ء کے موسم گرما میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں
پیشقدمی کی۔ ہر ایک نے عام طور پر ایک گورنر مقرر کیا اور کسی نے اسکے ساتھ کونسل بھی رکھی اور کسی نے
بغیر کونسل جملہ اختیارات انتظامیہ اُسکو دیدیے قانون سازی کیلیے ایک دارالمندوبین اور ایک کونسل بنائی گئی
اور عدل و انصاف کیلیے ایک جماعت ججاں مقرر کی۔ فی الواقع تمام قوم کی نسبت ریاستیں علیحدہ علیحدہ
زیادہ تکمیل کے ساتھ منظم ہو گئی تھیں۔

اہل ہیسی کی آمد

اپنے آپکو آزاد کہنا ایک بات ہے اور آزاد ہو جانا بالکل دوسری بات ہے۔ اہل برطانیہ نے
اعلان آزادی کو مضحکہ انگیز سمجھا۔ بہرحال ان لوگوں کی سرکوبی کیلیے بادشاہ جارج کو اس سے زیادہ فوج کی
ضرورت تھی جو اب تک بھیجی گئی۔ اُسنے روس کی ملکہ کیتھرائن سے امداد طلب کی لیکن وہاں سے صاف جواب
مل گیا بعد ازاں بادشاہ جارج نے ہیسی کے ڈیوک سے فوجی امداد کی خواہش کی اور اسکی اعانت سے
چند ہزار آدمی کرایہ پر مل گئے ان لوگوں نے اہل امریکہ پر بہت مظالم کیے لیکن انکو بھی نہایت حقارت سے
دیکھا گیا اور بہت دق اور پریشان کیا گیا۔ تیس ہزار جرمن سپاہی ہیسی اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے بھیجے گئے
تھے جن میں سے سات ہزار سات سو چون مر گئے اور چار ہزار آٹھ سو امریکہ میں جنگ کے بعد بس گئے

برطانویوں کو چارلسٹن سے نکال دیا گیا لیکن انھوں نے نیویارک فتح کر لیا

جنگ آزادی قدرتاً تین زمانوں پر تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے پہلے عہد کا حال
درج ہو چکا ہے جو میساچوسٹس کے مسلح ہونے پر اکتوبر ۱۷۷۴ء میں شروع ہوا اور بوسٹن کو حاصل کرنے پر
مارچ ۱۷۷۶ء میں ختم ہوا اسوقت ڈیڑھ سال کے عرصے میں کچھ کم ایک سال تک برابر لڑائی رہی دوسرا عہد
دوسال سے کچھ زائد عرصے کا تھا [illegible] جولائی ۱۷۷۸ء تک ختم ہوا [illegible]

خصوصیات یہ تھیں کہ زیادہ تر شمال میں لڑائیاں ہوئیں اور اہل امریکہ نے اپنی لڑائیاں اتحادیوں کے بغیر لڑیں

ایک برطانوی فوج خشکی اور تری دونوں سمت سے چارلسٹن پر حملہ آور ہوئی جو جنرل کلنٹن اور

امیر البحر پارکر کی ماتحتی میں تھی۔ اہل امریکہ جو زیادہ تر رضاکار تھے جنرل لی کی ماتحتی میں لڑے۔ قلعہ

سلی وان پر حملہ کیا گیا جو بعد ازاں قلعہ مولٹری کے نام سے موسوم ہوا اور جو چارلسٹن سے چند میل کے

فاصلے پر تھا۔ اس قلعہ کو اس بہادری سے بچایا گیا کہ ۲۸ رجون کو برطانوی فوج نے آخر کار اس مہم کو ترک کر دیا

بہت دنوں تک دشمن نے اس طرف رُخ نہ کیا۔ اس عرصے میں واشنگٹن نے بوسٹن سے نیویارک کو اپنا صدر مقام

منتقل کیا اور وہ حسب توقع دشمن کے خلاف اُسکی حفاظت کرتا رہا۔ جنرل ہو کے پاس اب چوبیس ہزار یورپ کی کار آزما فوج

تھی اور روزانہ اُسے اُمید تھی کہ اور فوج آئیگی جس سے کل تعداد پچپن ہزار ہو جائیگی جیسا واشنگٹن کا خیال تھا

اہل برطانیہ کا ارادہ نیویارک پر قبضہ کرنیکا تھا تاکہ وہ دریائے ہڈسن پر بھی قابو رکھ سکیں اور کناڈا سے بھی

مراسلت کر سکیں۔ اور اس طرح شرقی ریاستوں کو درمیانی ریاستوں سے علیحدہ کر دیں اور اندرون ملک جنگ

کر سکیں۔ لانگ آئی لینڈ جو نیویارک کے قریب تھا اور جس میں مویشی اور غلہ بکثرت تھا فوج کیلیے سامان رسد بہم

پہنچا سکتا تھا۔ موسم گرما کے خاتمے تک اہل امریکہ کی فوجیں کناڈا سے نکال دی گئی تھیں اور شمالی سرحد حملہ کیلیے کھلی ہوئی تھی

برطانیہ کی فوج کے ساحل پر اترنے کے بعد فوراً امیر البحر نے ایک چٹھی جارج واشنگٹن کے نام روانہ کی

جس میں اُن سب کے نام معافی درج تھی جو اطاعت اختیار کریں۔ واشنگٹن نے کہا کہ میں کوئی چٹھی اپنے ملک کے دشمنوں سے

نجی طور پر نہیں لے سکتا۔ اسپر چٹھی کے مکتوب الیہ کے نام کی جگہ جارج واشنگٹن وغیرہ وغیرہ وغیرہ لکھکر چٹھی پھر روانہ کی گئی اور

درخواست کی گئی کہ اس معافی کا اعلان مقامات پر کر دیا جاے۔ کانگریس نے حکم دیا کہ "ملک کے ہر اخبار میں یہ خبر

مشتہر کیجائے تاکہ ہر شخص خود دیکھ لے کہ برطانیہ عظمی کس قدر شرارت کے ساتھ انکو دھوکا دینا چاہتی ہے اور اس طرح انکو

غیر مسلح بنانا منظور ہے"۔ اور یہ جواب دیا کہ "چونکہ برطانیہ کے ظلم کی مخالفت جرم نہیں ہے لہذا ہم کسی معافی کے

خواستگار نہیں ہیں"۔ جب اس طرح صلح کرنیکی کوشش ناکام رہی تو اہل برطانیہ نے جنگ کو جاری رکھنے کی طرف

توجہ کی۔ واشنگٹن نے یہ سمجھکر کہ دشمن نیویارک پر لانگ آئی لینڈ کی راہ سے آئیگا ایک خندق کھدوا کر نو ہزار آدمی

بمقام بروکلن چھپا دیے۔ ۲۲ر اگست کو انگریز لانگ آئی لینڈ کے جنوبی ساحل پر اترے اور امریکہ کے لشکر سے

صرف چار میل کے فاصلے تک بڑھے چلے گئے، ۲۷ اگست کو اہل برطانیہ نے کوشش کی جو رات کیوقت تین مختلف سڑکوں سے امریکہ کی فوج کی طرف بڑھے کلنٹن مشرقی سڑک سے چلکر ایک اہم مقام پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا جو غفلت سے غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا تھا اور صبح کی روشنی میں امریکے لشکر کے سامنے آن موجود ہوا جنرل سلی وان جو انسے مقابلہ کیلیے ایک بڑی فوج لیکر چلا تھا۔ اُسکی ڈہ بھیڑ جنرل گرانٹ اور جنرل ہیسٹر سے ہوگئی اور کلنٹن جو میدان میں اسوقت تک تماشا دیکھ رہا تھا آگے بڑھا اور سلی وان کے دستۂ افواج اور امریکی لشکر کے درمیان حائل ہوگیا۔ اہل امریکہ نے واپسی کی کوشش کی مگر اب ہاتھ سے موقع جاتا رہا تھا۔ انگریزوں نے ان کو ہیسٹر کے سپاہیوں کی طرف ہنکایا اور اس طرح وہ دو دشمن افواج میں گھر گئے کچھ لوگ بھاگ کر جان بچا سکے لیکن بیشتر تعداد یا قتل ہوئی یا قیدی بنالی گئی یہ دن نہایت مصیبت کا تھا۔ امریکی مقتولین کی صحیح تعداد آجتک معلوم نہوسکی لیکن ایکہزار کے قریب قید کرلیے گئے انگریزوں کا نقصان صرف چار سو آدمیوں کا ہوا۔ فاتحین جنکی تعداد پندرہ ہزار تھی اہل امریکہ کی لائن کے روبرو خیمہ زن ہوے۔ قیدیوں میں جنرل سلی وان اور جنرل لارڈ اسٹرلنگ بھی تھے۔

اس شکست سے جسقدر جانوں کا نقصان ہوا اس سے بھی زیادہ اُس اثر سے ہوا جو امریکی دماغ پر مرتب ہوا۔ تذبذب اور مایوسی دامنگیر ہوگئی اور اُن رسالوں نے جو مختصر مدت کیلیے فوجی خدمت کو بلائے گئے تھے میعاد ختم ہونے پر ترک خدمت شروع کردی اور بعض صورتوں میں میعاد ختم ہونے سے پہلے ہی فوج سے علٰحدگی اختیار کرلی۔

بیشک یہ واقعہ ہے کہ واشنگٹن نے جسنے نپولین کی طرح برطانیوں کو ایک محفوظ بندرگاہ سے شروع ہی میں نکالدیا تھا نپولین کے برعکس اپنی پہلی معرکہ آرائی میں ایسی شکست کھائی کہ وہ بالکل تباہ ہوگیا اور غالباً گرفتار یا قتل ہونے سے صرف کُہر کے تعجب خیز نمودار ہونیسے بچگیا جسنے سست رفتار دشمن کو اندھا بنا دیا اور وہ تیز رفتار اور چوڑے چکلے دریا کو عبور کرگیا اہل امریکہ فوج کی صرف ناتجربہ کاری سے اپنے دل کو تشفی دیسکتے ہیں جبکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کسقدر جلد انکے آبا و اجداد نے اکثر اس مقولہ کو فراموش کردیا کہ "آزادی یا موت" اور آخر الذکر سے بچنے کو جاگتے تھی اول الذکر کی تلاش پر ترجیح دی جو پیچھے تھی۔ جسقدر ناتجربہ کار بیقاعدہ اور بے ترتیب اور کمزور فوج کا خیال کیاجاتا ہے جو واشنگٹن کی ماتحتی میں تھی اُسیقدر ہمکو یہ احساس ہوتا جاتا ہے کہ وہ کسقدر اول درجے کا فوجی دماغ رکھتا تھا۔

نیو یارک میں سپاہیوں کی ایک خاصی تعداد چھوڑکر واشنگٹن نے ۱۲ ستمبر کو اپنا صدر مقام ہارلم کی چوٹیوں پر منتقل کردیا

جو شہر سے سات میل اوپر تھیں برطانیہ کا بیڑہ منہٹن یا جزیرۂ نیویارک کے ہر طرف گھومنے لگا جسکے اندر نیویارک واقع ہے توپیں نصب کی گئیں لیکن جبکہ امریکیوں کی توجہ جہازوں کی گولہ باری کیطرف مبذول کرائی گئی ایک فوج مقام بلومنگ ڈیل پر جو شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر تھا اور امریکی لشکر صرف دو میل پر تھا اُتار دیگئی اگرچہ اس موقع پر امریکی فوج متعین کیگئی تھی تاکہ برطانوی فوج ساحل پر نہ اتر سکے لیکن انگریزوں کی سرعت اور تیزی ملاحظہ کرکے وہ اسقدر خوفزدہ ہوئی کہ اُسنے ایک گولی بھی نہ چلائی اور راہ فرار اختیار کی۔ اور ایسا ہی انگلستان نو کے دو رسالوں نے کیا جو واشنگٹن کیساتھ تھے اور وہ وہاں موقع کو دیکھنے کیلیئے گیا تھا۔ واشنگٹن کو اسکے چند نوکروں کے سوا اس طرح غیر محفوظ چھوڑ کر جو دشمن سے اسّی قدم کے فاصلے پر تھا یہ لوگ بھاگ گئے تو وہ ان کے اس کمینہ اور بزدلانہ فعل سے اسقدر متاثر ہوا کہ وہ چلا اٹھا "کیا یہی لوگ ہیں جنکے بھروسے پر مجھے امریکہ کی حفاظت کرنی ہے!" اسکے نوکروں نے گھوڑے کی باگ پھیری اور میدان سے اُسے جلد نکال لائے۔ دوسرے دن ایک مختصر سی لڑائی ہارلم پر ہوئی امریکیوں نے ایک حد تک اپنے اس گذشتہ فعل کی تلافی کی اگرچہ اس معرکہ میں دو قابل ذکر افسروں کی جان جاتی رہی۔

نیویارک کے وفاداروں نے فوج برطانیہ کا بیحد خوشی کیساتھ خیر مقدم کیا۔ چند روز کے بعد شہر میں ایک شب کو آگ لگ گئی جس سے سب سے بڑی گرجا اور شہر کا تقریباً ایک تہائی حصہ جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ اس مصیبت کو آزادی کے بچوں کے سر تھوپا گیا جن میں سے چند اشخاص کو برطانوی سپاہیوں نے شبہ میں گرفتار کرکے آگ کے شعلوں کی نذر کردیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ آگ اتفاق سے لگ گئی تھی۔ ہارلم پر امریکہ کے لشکر میں سخت مردنی اور مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ وہاں نا شفاخانے نہ تھے بیمار کھلیاں اور چھپروں کے نیچے پڑے ہوئے تھے بلکہ کھلے میدان میں دیواروں اور احاطوں کے اندر ڈال دیے گئے تھے۔ فوج کی تعداد خدمت کی مقررہ میعاد کے ختم ہونے اور بلا میعاد بھی فرار ہونیسے روز بروز کم ہوتی جارہی تھی بھرتی کیلیے بیس ڈالر اور جاگیروں کے انعام کا وعدہ کیا گیا لیکن نتائج دلشکن ثابت ہوئے۔ ۲۸ اکتوبر کو ایک مختصر لڑائی سفید میدانوں پر واقع ہوئی جسکا نتیجہ امریکیوں کے خلاف ہوا۔ اسکے بعد واشنگٹن نے نارتھ کاسل کی بلندیوں پر جو زیادہ مستحکم مقام تھا جاکر پناہ لی۔

واشنگٹن جرسی کو عبور کرنیکے لیے مجبور کیا گیا

واشنگٹن کا تعاقب چھوڑ کر ہونے اپنی توجہ دریائے ہڈسن کے ان مقامات کیطرف مبذول کی جہاں امریکی فوجیں مقیم تھیں تاکہ وہ نیو جرسی میں داخل ہو۔ اس ارادہ کی خبر پاکر واشنگٹن نے اپنی فوج کیساتھ دریائے ہڈسن کو عبور کیا اور جنرل گرین سے قلعہ لی پر

جا ملا۔ قلعہ واشنگٹن پر ایک مضبوط برطانوی فوج نے سخت حملہ کیا۔ کرنل میگا نے خوب مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کے چند سو آدمی مارے گئے لیکن انھوں نے بیرونی حفاظتی سامان پر قبضہ کر لیا اور جو ہی برطانوی قلعے کے اندر داخل ہوئے تو قلعہ کی فوج جس کی تعداد دو ہزار تھی خوفزدہ ہو کر بے تحاشا بھاگی۔ بہت بڑے سامان توپ و تفنگ برطانویوں کے قبضہ میں آگئے۔ اسکے دوسرے روز لارڈ کارنوالس نے چھ سو آدمیوں کو لیکر دریائے ہڈسن کو قلعہ لی کے سامنے سے عبور کیا جو برطانوی قبضہ میں فوجی ذخائر اور سامان کے ساتھ آگیا تھا

شومیٔ قسمت روزانہ اپنا منہ دکھاتی رہی خوف و بے اطمینانی پھیل گئی۔ واشنگٹن اور اسکی بے سروسامان ہونیوالی فوج ایک جگہ سے دوسری جگہ فرار ہوتی چلی گئی۔ نیویارک کی مجلس اپنی نشست ایک مقام سے دوسرے مقام کو بدلتی رہی۔ ممبران اکثر ہتھیار لیکر بیٹھتے تھے تاکہ دشمن کے چھاپہ مارنے سے محفوظ رہیں۔ اور لطف یہ ہوا کہ قدامت پرست لوگ برطانویوں کی مدد کیلئے کھڑے ہو گئے۔ لہذا بہت سے مشتبہ قدامت پرست اشخاص گرفتار کر لیے گئے۔ انکی جائداد ضبط کی گئیں اور کنکٹی کٹ میں انھیں بند کر دیا گیا۔ جیلخانے پر ہو گئے اور گرجائیں بھی جن سے جیلخانوں کا کام لیا جاتا تھا بھر گئیں۔ بہت سے لوگ پہرے پر لگا دیے گئے۔ ان پختہ تجاویز سے اصل مقصد حاصل ہو گیا۔ قدامت پرست لوگ اس طاقت کے سامنے جسکی مخالفت کے لیے وہ پورے طور پر تیار نہ تھے تسلیم خم کرنے کے لیے مجبور ہو گئے اور ظاہرداری سے عملی موالات کو آئندہ مناسب وقت کیلئے ملتوی کر دیا۔

نومبر کے آخری دن امریکی فوج کی تعداد کل تین ہزار تھی اور موسم سرما کے شروع ہو جانے پر میدانوں کی طرف واپس ہو رہی تھی۔ اسکے پاس خیمے تھے نہ کمبل تھے نہ خندق کھودنے کے اوزار تھے اور کپڑے بھی کافی نہ تھے مستقبل نہایت مایوس کن تھا نیوآرک، نیو برنزوک، پرنسٹن اور ٹرنیٹن یہ تمام شہر جو نیو جرسی میں تھے برطانویوں کے قبضہ میں تھے۔ آخر کار واشنگٹن نے ۸ دسمبر کو دریائے ڈیلاویر سے عبور کیا اور اب یہی صرف ایک روک تھی جو انگریزوں اور فلاڈلفیا کے درمیان حائل تھی۔

اس دوران میں امریکیوں کی مصیبت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ جنرل لی جو حوصلہ مند اور متکبر تھا اور جو اپنے فوجی تجربہ کو سپہ سالار سے زائد سمجھتا تھا بجائے اسکے کہ دریائے ہڈسن کو جلد پار کر کے اصل فوج سے جا کر ملاقی ہوتا جیسا کہ واشنگٹن نے اسے نہایت عاجزی کیساتھ التجا کی تھی اس فکر میں رہا کہ کوئی شاندار اور خود مختارانہ کامیابی حاصل کرے جس سے انگریز اور امریکی دونوں متحیر ہو جائیں اور اسکی شہرت غیر فانی ہو جائے۔ لہذا وہ نیو جرسی کی پہاڑیوں میں ادھر ادھر وقت گذارتا رہا اور جبکہ وہ ایک رات کو ایک مکان میں اپنی فوج سے کچھ فاصلہ پر چند آدمیوں کی حفاظت میں پڑا سو رہا تھا تو ایک برطانوی رسالہ کے چند آدمیوں نے یکایک حملہ کیا اور اسکو گرفتار کر کے نیویارک بھیجدیا۔ اسکی فوج کی سرداری جنرل سلیوان کو ملی اور وہ تاخیر کیے بغیر

فوراً واشنگٹن سے جا ملا جس کی طاقت اب سات ہزار آدمیوں کی ہو گئی تھی۔

اسی روز جس روز کہ واشنگٹن نے دریائے ڈیلاویر کو عبور کیا ایک برطانوی سالہ نیویارک سے سر پیٹر پارکر کی ماتحتی میں نیوپورٹ پر پہنچا اور جزیرہ رہوڈ پر اس طرح قابض ہو گیا۔ یہ مقام انگلستان نوین و سرا بڑا شہر تھا۔ امریکہ کا رسالہ کموڈور ہاپکنس کی ماتحتی میں دریائے پروڈیڈینس میں گھر گیا جہاں یہ بہت عرصے تک بیکار پڑا رہا۔

واشنگٹن کو مختار جزو کل بنا دیا گیا، ٹرینٹن اور پرنسٹن پر فتح

کانگریس جو اس وقت فلاڈلفیا میں تھی بالٹی مور کو منتقل ہو گئی اور واشنگٹن کو چھ ماہ کیواسطے لا محدود اختیارات دیدیے انکو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ اُسکو اپنی فوج کیلیے جس چیز کی ضرورت ہو وہ اپنے نام سے لیلے اور ایسے سب لوگوں کو گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیجدے جو براعظم کے روپے لینے سے انکار کریں۔ کاغذ کے روپے کے بکثرت اجراء سے یہ اور نئی مصیبت پیدا ہو گئی تھی۔ اس طرح واشنگٹن کے ہاتھ میں تمام طاقت دیدی گئی تھی اور وہ اسکا اہل ثابت ہوا۔ بڑا دن قریب تھا اور امریکیونکے دماغ پر مایوسی اور تاریکی مستولی تھی جبکہ واشنگٹن نے مستعد ہو کر اپنا کارنامہ شروع کیا وہ اس بات سے آگاہ تھا کہ لشکر برطانیہ میں موسمی خوشیاں ضرور منائی جائینگی پس اُسنے اس وقت سے فائدہ اٹھا کر غیر متوقع حملہ کرنیکا ارادہ کیا۔ اور اہل ہسیا کو جو ٹرینٹن میں تھے اپنا ہدف بنایا۔ بڑے دن کی شام کو وہ دو ہزار چار سو چیدہ اشخاص اور چھ توپیں لیکر دریائے ڈیلاویر کو ٹرینٹن کے نیچے نو میل کے فاصلہ پر عبور کرنے کو روانہ ہو۔ اور دو فوجیں جنرل کاڈولاڈر اور جنرل آروِنگ کی ماتحتی میں اُسی وقت دوسرے مقامات پر دریا کو پار کرنیکے لیے چھوڑ گیا، دریا برف کے تیرتے ہوئے ٹکڑوں سے پُر تھا اور بڑی دقت اور دشواری سے چار بجے صبح کو دریا کو پار کیا گیا یہاں اور وادی فوج میں تقریباً برہنہ پا افواج امریکہ نے برف پر نقش پا کے رنگین نشانات چھوڑے سخت برف باری میں واشنگٹن کی فوج ٹرینٹن کیطرف بڑھی لیکن دوسری فوجیں جو جنرل کاڈولاڈر اور جنرل آروِنگ کی ماتحتی میں تھیں دریا کو بالکل عبور نہ کر سکیں جب واشنگٹن ٹرینٹن پہنچا تو آٹھ بجے تھے۔ وہاں علیہی کہ اسکو توقع تھی اہل ہسیہ جو رات کی عیاشی کے بعد پڑے سو رہے تھے آسانی کیساتھ فوری حملہ کے شکار ہو گئے۔ اُنکا افسر کرنل رال قتل ہوا اور انکا توپخانہ انکے ہاتھ آگیا اور ۹۱۸ نو سو اٹھارہ قیدی گرفتار ہوئے۔ کل فوج میں بائیس آدمیوں کے سوا جو مر گئے تھے گرفتار ہو گئی اور امریکیوں میں سے صرف دو آدمی مارے گئے۔ ایک آدمی برف باری سے مر گیا اور چند اشخاص زخمی ہوئے جن میں لفٹنٹ جیمس منرو بھی تھا جو بعد ازاں ریاستہائے متحدہ کا صدر بنایا گیا۔ برطانیونکی کسی حرکت کا انتظار کیے بغیر جنکی فوجونکی تعداد امریکیوں سے بہت زیادہ تھی واشنگٹن فلاڈلفیا میں فاتحانہ شان سے اپنے قیدیوں کو لیکر داخل ہوا۔

اس غیر متوقع اور شاندار کامیابی نے ایک نئی روح پیدا کر دیا بہت سے رسا اجنبی سپاہ جنکی میعاد ختم ہونیوالی تھی مزید چھ ہفتے تک فوجی خدمت کیلئے راضی ہوگئے اور رضا کاروں کی فوج قریب جوار کے صوبوں سے کوچ کر کے آن پہنچی - برطانویوں پر بھی اسکا اثر کم تعجب خیز نہوا - جنرل ہو ایسی سردی میں اس دشمن پر جسکو وہ تقریباً مردہ سمجھتا تھا کسی ایسے کارنمایاں کے انجام پانے پر سخت متعجب ہوا اور اسنے لارڈ کارنوالس کو روک لیا جو اسوقت انگلستان روانہ ہونیوالا تھا - اور اسے نئی فوج دیکر نیوجرسی بھیجا تا کہ اس مقام کو جو ہاتھ سے جاتا رہا تھا دوبارہ حاصل کرے - واشنگٹن نے اس اثنا میں جا نکر کہ جو فائدہ اسنے حاصل کر لیا تھا اسکو قایم رکھنے کی کسقدر اہمیت ہے ٹرینٹن میں اپنے آپکو مضبوط بنا لیا - ۲ جنوری ١٧٧٧ء کو لارڈ کارنوالس آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ جو فوج برطانیہ کے نخبے تھے اسکے قریب پہنچا واشنگٹن جانتا تھا کہ اسکی اپنی جگہ بہت خطرناک ہے - لڑائی کیلئے انتظار کرنے میں سخت خطرہ تھا کیونکہ اسکے پاس صرف پانچ ہزار آدمی تھے جن میں سے زیادہ تر رضا کار تھے اور لڑائی کیلئے بالکل نئے تھے - انکا مقابلہ ان لوگوں سے جو منظم اور تعداد میں بھی زیادہ تھے کیا ہو سکتا تھا دریائے ڈیلاویر کو جو اب برف کے اور زیادہ اکٹھا ہونے سے پر ہو گئی تھی دوبارہ عبور کرنا بھی ویسا ہی خطرناک تھا جبکہ دشمن تعاقب میں ہو - لہذا اسنے بڑی دانشمندی اور شجاعت سے ایک بہادرانہ تجویز سوچی جسپر اسنے مساوی جرأت اور فراست کے ساتھ عمل کیا - اسنے سوچا کہ دشمن کے عقب میں بمقام پرنسٹن حملہ کیا جائے اور اگر موقع ہو تو اسکے توپخانے اور ساز و سامان پر قبضہ کر لیا جائے - پس اسنے اپنے لشکر کے الاؤ کو خوب روشن کیا اور اپنے بھاری سامان کو خاموشی کیساتھ برلنگٹن روانہ کر دیا اور ان لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا جو خندقیں کھودنے کے کام میں مصروف تھے اور جنکی آوازیں دشمن کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں لیکن خود اپنی فوج لیکر نصف شب کے وقت پرنسٹن کیطرف روانہ ہو گیا جہاں تین سپاہ لیکے برطانیوں نے رات گزاری تھی جن میں سے دو جو کارنوالس سے ملنے کیلئے کوچ کر رہے تھے امریکیوں سے دوچار ہوئے اور سورج نکلنے کیوقت ان پر حملہ ہو گیا - برطانیوں کا ایک رسالہ نیو برنزوک کو فرار ہو گیا - باقی لوگ مجتمع ہو کر ٹرینٹن کی طرف روانہ ہو گئے - چار سو برطانوی قتل اور زخمی ہوئے - البتہ امریکیوں کا نقصان کسی قدر کم ہوا -

علی الصباح لارڈ کارنوالس امریکیوں کا ویران پڑاؤ دیکھا اور پرنسٹن پر توپوں کے گولوں کی آواز سنی تو واشنگٹن کی عیاری کا پتہ چل گیا اور وہ پرنسٹن پر اسوقت پہنچا جبکہ امریکی وہاں سے چلنے والے تھے - واشنگٹن پھر بڑے خطرہ میں تھا - ہلڈریتھ لکھتا ہے کہ "اسکی فوج تھکی ماندی تھی - سب کے سب ایک رات سے جاگے ہوئے تھے اور بعض نے اس سے بھی زیادہ عرصہ بیداری میں صرف کیا تھا - بعضوں کے پاس کمبل نہ تھا بعض برہنہ پا تھے اور سب کے سب باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے" - ان حالات میں نیو برنزوک پر حملہ کا خیال ترک کر دیا گیا اور واشنگٹن مارسٹاون جو موسم سرما کی مضبوط چھاؤنی تھی واپس چلا گیا - وہ وہاں موسم بہار تک رہا اور نیوجرسی پر نہایت عمدہ طریقے سے دوبارہ قابض ہو گیا

انگریزی مورخ ہنڈکن لکھتا ہے کہ "نیوجرسی کے کاشتکاروں پر دوسرے اسباب کا قوی اثر پڑا۔ برطانیہ کے افسروں نے پروا نہ کی یا کم از کم اُن عیاشیوں کو نہ روکا جو اُنکی فوج میں پیدا ہو گئی۔ اُس ریاست کے باشندے جو فخر کرتے تھے کہ وہ انگلستان سے بغلگیر ہوئے۔ انکے ساتھ شکست خوردہ دشمنوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا گیا بلکہ انکو مفتوح دشمن سمجھا گیا۔ سپاہی ہر قسم کی زیادتی کے مرتکب ہوئے اور یہ بدعنوانی صرف مال ہی لوٹ تک محدود نہ رہی۔ باشندوں کی ہر طرح سے تحقیر کی گئی اور اسمیں وہ حملے بھی شامل ہیں جو عورتوں کی عصمت دری کیلیے کیے گئے اور جنکو پاکباز لوگوں نے نہایت تکلیف کیساتھ برداشت کیا۔ اور شریف لوگوں کو جان جوکھوں میں ڈالکر مقابلے کیلیے آمادہ کر دیا ان حد سے تجاوز بدعنوانیوں نے نیوجرسی کے باشندوں کو اُس فوج کے اخراج کیلیے کھڑا کر دیا جسکی اطاعت انھوں نے اس توقع پر کہ انکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی بخوشی کی تھی۔ امریکی فوج کی کامیابی کی صبح صادق پر انھوں نے بھی چھوٹے چھوٹے جتھے بنائے اور اپنے حملہ آوروں کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے ملک کے ہر حصے میں پھرنا شروع کیا اور جہاں کہیں کوئی سپاہی فوج سے علیحدہ ملا اُسے قتل کر دیا اور اکثر صورتوں میں دشمن کی سامان رسد بہم کرنے والی جماعتوں کو مار کر پیچھے ہٹا دیا"

ہلڈریتھ کہتا ہے کہ "جرسی کی دوبارہ واپسی شکست خوردہ فوج کے ٹکڑوں سے جو ابھی ابھی تباہی کے قریب تھی واشنگٹن کیلیے ایک بڑی شہرت کا باعث ہوئی نہ صرف اُسکے وطن ہی میں بلکہ یورپ میں بھی جہاں لڑائی کی رفتار بہت دلچسپی کیساتھ مطالعہ کیجا رہی تھی اور جہاں نیویارک کے مصیبت زدہ نقصان اور جرسی کی پناہ گزینی سے یہ خیال ہو گیا تھا کہ امریکہ اپنی آزادی برقرار نہ رکھ سکیگا۔ جرسی کی واپسی نے تریاق کا کام کیا۔ امریکی جنرل کو فیبیس سے تشبیہ دیگئی جسکی دوراندیشی اور شجاعت اپنے ملک کے بہت کام آئی"

اگرچہ ہاپکنس اور اُسکا رسالہ پروویڈنس میں قید پڑا تھا لیکن جہازوں کی لوٹ کھسوٹ خصوصاً انگلستان نو کے جہازوں سے ایک بڑی حد تک برابر جاری رہی۔ برطانیہ کے جہازات سے جو غرب الہند سے انگلستان کو روانہ ہوتے تھے بہت مال غنیمت ہاتھ آتا تھا اور جو سال ابھی ختم ہوا تھا اس میں کم از کم تین سو پچاس برطانوی جہازات گرفتار ہو چکے تھے فرانس اسپین اور ہالینڈ سے خصوصاً جزائر غرب الہند کی راہ سے تجارت کھل گئی تھی اور اگرچہ اسمیں بہت خطرہ تھا تاہم یہ امریکہ کی بڑی تجارت کی کامیاب ابتدا تھی اور تیرہ ستاروں اور لائنوں کا قومی جھنڈا جیسا کہ کانگریس نے مقرر کر دیا تھا اب اس بحری خدمت میں پہلی ہی مرتبہ نصب ہوا۔ یورپ کی کوئی قوم اس جنگ کی رفتار کو فرانس سے زیادہ بغور ملاحظہ نہیں کر رہی تھی جو ابتک اپنے امریکہ کے مقبوضات کی گمشدگی پر ماتم کر رہی تھی لہذا مال غنیمت کی فرانس کی بندرگاہوں میں بہت جلد قیمت اُٹھ جاتی تھی اور مسلح فرانسیسی جہازات جو امریکہ کے زیر فرمان تھے پوشیدہ طور پر تیار کیے جاتے تھے بہت سے فرانسیسی جنکا رجحان بیس ڈپلومیسٹ نہایت ممتاز ہے اپنی مال و دولت کو خطرہ میں ڈالکر امریکہ کی آزادی کیلیے

لڑنے کو چلے گئے۔ لافیٹی نے اپنے صرفے سے ایک جہاز تیار کیا اور ۱۷۷۷ء کے موسم بہار میں امریکہ پہنچ گیا۔ وہ فوراً واشنگٹن کی فوج میں ایک رضاکار کی حیثیت سے داخل ہو گیا اور اُسنے اپنی خدمات کیلئے کسی قسم کا معاوضہ لینے سے انکار کر دیا لیکن کانگریس نے جلد اسے میجر جنرل بنا دیا جب ۱۷۷۷ء کا موسم بہار شروع ہوا تو اسوقت تک متعدد چھوٹے حملے اور جوابی حملے وقوع پذیر ہو چکے تھے اگرچہ اصل لشکر اسوقت تک بیکار ہی پڑا تھا۔ ٹرایان جو نیویارک کا سابق گورنر تھا دو ہزار آدمی لیکر کنکٹی کٹ میں اترا اور ڈینبری جو اندرون ملک ایک شہر ہے وہاں پہنچا۔ شہر کو آگ لگا دی اور بہت سے ظالمانہ افعال کیے وہ اسی تیزی سے واپس ہوا جس سرعت سے وہ آیا تھا لیکن آرنلڈ اور ووسٹر نے رضاکاروں کی ایک جماعت کے سردار بنکر جو فوراً جمع کی گئی تھی اسکا تعاقب کیا۔ ٹرائن تقریباً تین سو آدمی قتل زخمی اور گرفتار چھوڑ کر فرار ہو گیا اور کانگریس نے آرنلڈ کی شجاعت کے معاوضہ میں ایک مکمل آراستہ گھوڑا اسکی نذر کیا اور اسے میجر جنرل بنا دیا۔ امریکہ کی ایک مختصر جماعت کرنل میگس کی ماتحتی میں لانگ آئی لینڈ پر اتری جسنے بارہ تجارتی جہازوں کو تباہ کر دیا اور غلہ اور چارہ کی بہت مقدار جو بندرگاہ ساگ پر جمع کیگئی تھی اپنے قبضہ میں کر لی اور نوے آدمی قید کر کے کسی نقصان کے بغیر واپس چلی گئی۔ اہل امریکہ کی ایک اور چھوٹی کامیابی بھی قابل تحریر ہے۔ جنرل پریسکاٹ نیوپورٹ میں متعین تھا جو جزیرہ رہوڈ میں ہے اس نے آرنلڈ کی گرفتاری کیلیے انعام کا اعلان کیا جسپر آرنلڈ نے بھی اُسکے جواب میں پریسکاٹ کی گرفتاری کیلیے اس سے نصف انعام دینے کا وعدہ کیا۔ چالیس آدمیوں کی ایک جماعت کرنل بارٹن کی ماتحتی میں اُسکو غائب کرنیکے ارادہ سے روانہ ہوئی جو بہ سے پہر اسی وقت اتری۔ اسکے مکان میں داخل ہوئی اور جنرل کو بستر سے اٹھا کر چمپت ہو گئی اب تک امریکیوں نے انہیں جنرل لی کا فدیہ نہیں ادا کیا تھا جو قریب قریب اسی طریقہ سے غائب کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں افسروں کو فوراً بدل لیا گیا۔

جنگ سیراٹوگا

بعض لوگ جنگ سیراٹوگا کو دنیا کی پندرہ فیصلہ کن لڑائیوں میں شمار کرتے ہیں جنرل شویلر کو اب عام طور پر اس جنگ کا فاتح سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ اسکے خاتمہ پر وہاں موجود نہ تھا لیکن یہ شویلر ہی تھا جسنے ایک دستہ فوج سے سخت مخالفتوں کے باوجود لڑائی سے باز رہنے کی صحیح حکمت عملی کو برقرار رکھا اور برطانویوں کو اس سڑک پر لاڈالا جسپر اُسنے واقعی اور راہ کی دشواریاں پیدا کر دیں اور انکے ذخائر ختم کرا دیئے فوج کی اخلاقی حالت گر گئی اور جب انکو مدد مل سکتی تھی تو اُسوقت انکو گھیر لیا۔ اس مہم کا تمام نقشہ اسکے ذہن میں تھا اور بعد کی نسلیں اس کو ضرور تعریف کا مستحق سمجھتی ہیں۔

اگرچہ گیٹس نے شولر کے کام کو خاتمے پر پہونچا دینے سے عارضی شہرت حاصل کر لی لیکن بعد ازاں اُسنے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ وہ بڑی مہم کے سرانجام دینے کیلیے کسقدر ناموزوں تھا البتہ پہلے پہل شولر کو پبلک کی بیجا نکتہ چینیوں اور نامہربانیوں کو برداشت کرنا پڑا۔ جبکہ برگیان کی ناقابل تسخیر فوج کی پہلی کامیابیوں سے اسکو سابقہ پڑا۔ وہ اور اُسکے افسران سخت بزدلی کے ملزم قرار دیے گئے۔ اور جان اڈمس نے کہا کہ "تاوقتیکہ ہم کسی جنرل کو گولی نہ مار دیں ہم ہرگز ایک قلعہ کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے"۔ بس گیٹس کو اُسکی جگہ مقرر کیا گیا جہاں وہ اسقدر تاخیر کیساتھ پہنچا کہ اب شولر کی ترکیب کا کوئی جزو باقی نہیں رہا تھا اس جنگ کے واقعات حسب ذیل ہیں۔

برگیان نے اپنی فوج اور اپنے اتحادیوں کو دریائے بوکٹ کے قریب جو جھیل چیمپلین کے جانب غرب ہے جمع کیا پھر اُسنے ۱۰ر جون ۱۷۷۷ء کو اپنے سُرخ اتحادیوں کو ایک جنگ میں شریک ہونیکی دعوت دی ٹکن ڈروگا جھیلوں کے رستے میں واقع تھا اور اس سفر کی گویا کنجی تھا جو برگیان اختیار کرنا چاہتا تھا۔ برگیان نے نہایت ہوشیاری سے اُسکا محاصرہ کیا اور امریکہ کے جنرل سینٹ کلیر نے جسکے پاس صرف تین ہزار آدمیوں کی خراب و خستہ فوج تھی اُسکو ۵ر جولائی کو خالی کر دیا یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اُسکی تمام فوج یا تباہ ہو جاتی یا گرفتار ہو جاتی۔ جب اُسکے ہموطنوں نے ٹکن ڈروگا کو چھوڑ دینیکا الزام اُسپر عائد کیا تو سینٹ کلیر نے کیا خوب جواب دیا کہ "اُسنے ضرور ایک مقام کو کھو دیا لیکن ایک صوبہ کو بچا لیا"

برگیان کی فوج نے بھاگتے ہوے امریکیونکا تعاقب کیا اور انکی توپوں اور فوجی ذخائر کے بڑے حصے کو چھین لیا۔

برطانوی جنوب کی طرف بڑی دقت کیساتھ بڑھے۔ یہ حصہ ملک نالوں اور دلدلوں سے پر تھا اور دشمن نے درخت گرا گرا کر دوسری رکاوٹیں پیدا کر کے قلعہ اڈورڈ کا رستہ جو دریائے ہڈسن پر تھا اور مخدوش کر دیا تھا امریکی فوجیں انکے سامنے برابر پیچھے ہٹتی چلی گئیں۔ ان واقعات نے اہل امریکہ میں قدرتًا نہایت تعجب اور خوف پیدا کیا۔ انگلستانِ نو کی مقامی حکومتوں اور نیز کانگریس نے استقلال اور قوت کیساتھ دشمن کو ہٹانیکی تدبیریں کیں چنانچہ جنرل گیٹس کو سپہ سالار بناکر سیراٹوگا بھیجا گیا اور واشنگٹن نے آرنلڈ کو اُسکی ماتحتی میں بھیجا اور اصل امریکی لشکر سے کچھ افواج بھی بطور امداد بھیجیں۔

جب برگیان نے کناڈا کو خیرباد کہا تو جنرل سینٹ لیجر کو جھیل انٹیریو کے پاس اسٹین وکس کے خلاف جسپر اہل امریکہ قابض تھے متعین کیا۔ سینٹ لیجر اوریسکینی کی لڑائی موقوعہ ۶ر اگست ۱۷۷۷ء کے بعد جس میں امریکی سردار ہرکیمر مہلک طور پر زخمی ہوا، واپسی کیلیے مجبور ہوا اور اپنے خیموں اور ذخائر کی بڑی تعداد قلعہ کی افواج کے قبضہ میں چھوڑ کر چلدیا

اُسوقت جبکہ برگیان کو اس ناکامی کی اطلاع ملی اُسنے اس سے زیادہ وحشت ناک کرنل بام کی شکست کی خبر بمقام بننگٹن سُنی جہاں برگیاں نے انکو بارود وغیرہ لانیکے لیے بھیجا تھا اور جسکی اُسکو ضرورت تھی اہل امریکہ نے جان اسٹارک کی ماتحتی میں بہت سے حملوں کے بعد اس فوج کو شکست دی جو جنگلوں میں اپنے سردار کو ہلاک طور پر زخمی چھوڑ کر بھاگ گئی۔ اسکے بعد انھوں نے لفٹنٹ کرنل بریمن کے پانسو آدمیوں کے خلاف کوچ کیا جو بہادرانہ مقابلہ کرنیکے بعد آخر کار اصل فوج کی طرف کوچ کرنیکے لیے مجبور ہوا۔ برطانیہ کا نقصان ان دونوں لڑائیوں میں تقریبًا چھ سو جانوں کا ہوا اور امریکہ کے شاہی وفاداروں کی ایک جماعت جو برطانوی فوج میں شامل ہونیکے لیے جارہی تھی اور کرنل بام سے جاملی تھی اسکے ساتھ فنا ہو گئی۔ ان شکستوں کے باوجود برگیان اپنے ارادہ سے باز نہ آیا حالانکہ ان سے امریکہ کی افواج کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ حوصلہ مند ہو گئے تھے۔ اُسنے تیس ۳۰ روز تک سخت جانفشانی سے ذخائر جمع کیے اور دریائے ہڈسن کو شہتیروں کے پل سے پار کیا۔ اور اُسکے مغربی کنارہ پر تھوڑی دور چلکر ۱۴ ستمبر کو وہ سیراٹوگا کی بلندیوں پر خیمہ زن ہوا۔ یہ مقام البنی سے سولہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اہل امریکہ اور پیچھے ہٹ گئے تھے اور اب مضبوط مقام یعنی ہیس کی چوٹیوں پر اسٹل واٹر کے قریب سیراٹوگا اور البنی کے تقریبًا وسط میں تھے۔ یہاں انھوں نے اور پیچھے نہ ہٹنے کا مصمم ارادہ ظاہر کیا۔

۱۹ ستمبر کو ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں انگریزوں کا میسرہ خود برگیان کی ماتحتی میں تھا اور دشمن کی قوی جماعت گیٹس اور آرنلڈ کے ماتحت تھی۔ اہل برطانیہ میدان کے مالک بنے رہے لیکن نقصان دونطرف تقریبًا برابر رہا (پانسو سے لیکر چھ سو تک) مگر برگیان نے اپنے ذخائر کا غلط اندازہ کیا تھا اور اکتوبر کے شروع میں اُسکو سخت مصیبت کا سامنا ہوا ہندوستانیوں اور اہل کناڈا نے اُسکو چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اسکے برعکس گیٹس کی فوج رضا کاروں کی نئی جماعتوں سے روزانہ افزوں ہوتی گئی۔

۶ اکتوبر کو کلنٹن نے کامیابی کے ساتھ دو امریکی قلعوں کے خلاف ایک مہم سر کی۔ جو دریائے ہڈسن تک پہنچنے میں اسکے سدّ راہ تھی۔ اُسنے امریکیوں کے سخت مقابلہ کرنے اور نقصان اٹھانیکے باوجود قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اُسنے اُن بیڑہ کو بھی تباہ کر دیا جو اہل امریکہ دریائے ہڈسن پر تعمیر کر رہے تھے۔ اب سب کچھ اس بات پر منحصر تھا کہ برگیان کی ماتحتی میں جو فوج ۷ اکتوبر ۱۷۷۷ء کے قابل یادگار دن کو امریکیوں کے خلاف میدان میں بڑھی تھی اُسکا کیا انجام ہوتا ہے لیکن جونہی برطانیہ کی فوج نے قدم بڑھایا امریکہ کے جنرل نے قابل تعریف فراست سے جنرل پور اور جنرل لیونارڈ کو حکم دیا کہ میسرہ پر

فوری اور سخت حملہ کرو اور اسیوقت کرنل مارگن کو رائفل والوں اور دوسری فوجونکے ساتھ جنکی تعداد پندرہ سو۱۵ تھی انگریزونکے سینہ پر حملہ کرنیکے لیے بھیجا۔ انگریزی توپیں کبھی لے گئیں اور کبھی چھین گئیں۔ آرنلڈ نے خود نہایت خطرناک شجاعت کا اظہار کیا اور انگریزی صفوں میں ایکدفعہ سے زائد دست بدست لڑا۔ برطانیہ کی جانب جنرل فریزر مہلک طریقے پر زخمی ہو کر گر پڑا۔ اب برگیان کی تمام فوج مجبور ہو کر اپنے خیموں کی طرف ہٹی۔ اہل امریکہ نے اپنی کامیابی کو جاری رکھتے ہوئے چند مقامات پر نہایت چابکدستی کیساتھ حملہ کر دیا اور سامان، خیمے، توپیں اور بارود وغیرہ کا ذخیرہ چھین لیا جسکی انکو بیحد ضرورت تھی۔ اب برگیان نے سیراٹوگا کے قریب قیام کیا اور ہر طرف دشمن سے محصور ہو کر جس نے اب مقابلہ کرنا چھوڑ دیا تھا اور صرف اسی کے راہ فرار تلاش کرنیکی کوششوں کو بیکار کر رہا تھا وہ وہاں بند پڑا رہا یہاں تک کہ خورد و نوش کے سامان کی کمی نے اُسے صلح کیلیے مجبور کیا۔ ۷ راکتوبر کو سیراٹوگا کی صلح پر عملدرآمد ہوا پانچہزار سات سو نوے ۵۷۹۰ قید ہوئے برطانوی، جرمنی، اہل کناڈا کی تعداد چار ہزار نو سو نواسی تھی جو مارے گئے یا زخمی ہوئے یا گرفتار ہوئے یا مہم کو چھوڑ کر بھاگ گئے جبکہ برطانوی سیراٹوگا واپس آئے۔

واشنگٹن کو ۲ دو لڑائیوں اور دارالسلطنت کا نقصان متواہی کا نوے سازش

اہل امریکہ خصوصاً شمالی ریاستوں کی مسرت قریب قریب حدود سے متجاوز ہو گئی تھی اور جیسی کہ توقع کیجا سکتی ہے گیٹس کی فوجی شہرت بہت ہو گئی تھی بلکہ کچھ عرصے تک واشنگٹن کی درخشانی شہرت بھی ماند پڑ گئی تھی کیونکہ جب اُسی کے ہاتھ سے فلے ڈلفیا نکل گیا جسکا ذکر ہم آیندہ کرینگے تو اسکا تمام برطانوی لشکر کی اطاعت سے مقابلہ کیا جانے لگا۔ جب برگیان کے لشکر کی اطاعت کا حال معلوم ہو گیا تو برطانوی فوج نے جو ٹکن ڈروگا میں تھی قلعہ کو مسمار کر دیا اور کناڈا کو واپس چلی گئی۔ کلنٹن نے ٹرایان اور اسکی فوج کو یہ خبر پاتے ہی دریائے ہڈسن کے قلعونکو برباد کر دیا۔ اور ہر مکان کو جہاں تک اُس کی رسائی ہوئی جلا دیا اور ہر ممکن نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد وہ نیویارک واپس چلا گیا۔

برطانیہ عظمیٰ کی اصل فوج وہی تھی جس سے واشنگٹن کو نیوجرسی اور اسکے قرب وجوار میں سابقہ پڑا۔ برطانوی جنرل اپنے ارادوں کے بہت کشمکش کے بعد آخرکار نورا خلیج چیساپیک میں ظاہر ہوا اور وہاں اتر کر فلیڈلفیا کے خلاف (۲۵ راگست) اُسنے قدم بڑھایا۔ واشنگٹن نے فوراً اپنی کل فوج سے جو تقریباً گیارہ ہزار تھی دشمن کی رفتار کو روکنا چاہا

زیادہ تعداد کے مقابلے کے باوجود (کیونکہ دشمن سترہ ہزار تھے) واشنگٹن نے فلاڈلفیا کی وجہ سے لڑنا پسند کیا۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد ایک عام لڑائی دریائے برینڈون پہ ہوئی جس میں امریکنوں کو شکست ہوئی (۱۱ ستمبر) اور ایک ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا لیکن وہ اسقدر جوش سے بھرے ہوئے تھے کہ اسکے بعد ہی فوراً دوسری لڑائی کیلیے تیار ہو گئے مگر ایک بڑے طوفان کے آجانیسے یہ لڑائی نہ ہو سکی۔ اسکے بعد واشنگٹن اندرون ملک کی طرف چلا گیا اور ہونے فلاڈلفیا پر ۲۶ ستمبر کو قبضہ کر لیا۔ واشنگٹن ابتک شہر سے دست بردار ہونا نہیں چاہتا تھا لہذا اُسنے جرمن ٹاؤن کے مقام پر برطانیہ کی اصل فوج پر حملہ کیا جبکہ وہ وہاں خیمہ انداز تھی فتح ہونے ہی کو تھی کہ سخت کُہر کی وجہ سے امریکیوں میں خوف پیدا ہو گیا اور وہ ایک ہزار آدمیوں کے نقصان سے پیچھے ہٹ گئے۔ اب فلاڈلفیا کو واپس لینے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی۔ برگیان کی شکست اور فلاڈلفیا کے نقصان کے مقابلہ نے سپہ سالار کی ملامت کے لیے اب سامان بہم پہونچا دیا

اس سال کی ایک اور مہم کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کپتان وکیز جو جہاز ریپرزل کا تھا جزائر غرب الہند میں امتیاز حاصل کرکے ۱۷۷۷ء کے موسم سرما میں فرانس پہنچا۔ خلیج بسکے میں جہازوں کی لوٹ مار سے ہمت افزائی حاصل کر کے وکیز آئرلینڈ کے گرد چکر لگانے کیلیے تیار ہو گیا۔ جہاز لیگزنگٹن اور جہاز ڈالفن کو ہمراہ لیکر جہاز ریپرزل نے آئرلینڈ اور انگلستان کے سمندروں کو انکے تجارتی جہازوں سے خالی کر دیا۔ لیکن امریکہ کی مراجعت پر جہاز لیگزنگٹن گرفتار ہو گیا اور جہاز ریپرزل بہادر وکیز اور اُسکے ہمراہیوں کو لیکر نیوفاؤنڈلینڈ کے ساحل پر غرقاب ہو گیا۔

لافیٹی نے واشنگٹن کو سال کے آخر میں لکھا کہ میں یہ واضح طور پر دیکھتا ہوں کہ امریکہ اپنی مدافعت کر سکتا ہے اگر صحیح تجاویز پر عمل پیرا ہو لیکن مجھکو خوف ہے کہ یہ خود اپنے ہاتھوں اور اپنے باشندوں کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا جبمیں یورپ میں تھا تو مجھے یہ خیال تھا کہ ہر شخص آزادی کا دلدادہ ہے اور موت کو غلام ہونے پر ترجیح دیتا ہے آپ میرے اس تعجب کا اندازہ کر سکتے ہیں جبکہ میں نے یہ دیکھا کہ قدامت پرستی اور روشن خیالی دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں"۔ واشنگٹن نے جواب میں لکھا کہ "ہمکو ایسی بڑی جنگ میں یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ ہمیشہ کامیابیاں ہمارے ہی لیے ہیں" یہ غمگین شکایات اور یہ خوش کن جواب ایک سازش کے متعلق ہے جو واشنگٹن کے خلاف اسکو سپہ سالاری سے معزول کرنیکے بارے میں تھی۔ جنرل گیٹس اور جنرل مفلن جو جنگ کی کمیٹی کے ممبر تھے مع کانوے کے جو آئرلینڈ کا باشندہ تھا اور یہاں جنرل تھا ایک سازش کے سرگروہ تھے جسکو پوشیدہ طور پر کانگریس کے بعض ممبران بھی امداد دے رہے تھے اگر انکی یہ واہیات

سازش کامیاب ہو جاتی اگر انکی گمنام چٹھیاں جو انتظامی افسروں کو بھیجی گئی تھیں اور انکی خفیہ اپلیں جو فوجی آدمیوں سے کیگئی تھیں بار آور ہو جاتیں تو واشنگٹن کی جگہ گیٹس یا لی کو مقرر کیا جاتا۔ یہ معلوم نہیں کسکو؟ کیونکہ دونوں برطانوی پیدائش تھے جن میں خود غرضی شرافت سے بہت زیادہ تھی اور تصنع طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ گیٹس کو جسکا حال ہم آئندہ پڑھینگے تمام شکستوں سے بڑھکر شکست ہوئی۔ لی نے نہایت شرمناک واپسی اختیار کی۔ خدا کا شکر ہے کہ خوش قسمتی سے اس قوم کے وہ سردار نہ بنائے گئے۔ انکی سازش کھلگئی۔ لیکن افسوس ہے کہ انکو کوئی سزا نہ دیگئی وہ واشنگٹن کی طرح اپنے خطابات پر بدستور قائم رہے

وادی فورج اور فرانسیسی اتحاد

گزشتہ بارہ ماہ کے تجربے سے واشنگٹن اپنے سپاہیوں پر زیادہ اعتماد کرنے لگا تھا۔ وہ انکی عمدہ صفات، انکے جوش انکے استقلال اور انکی وفاداری سے آگاہ ہو گیا تھا۔ فلے ڈلفیا کے نقصان کے بعد جو موسم سرما آیا وہ اپنے ساتھ نہایت بیرحمانہ مصیبتیں لایا اور جس طریقے سے ان تکالیف کو برداشت کیا گیا اُسنے سپہ سالار اور اُسکی فوج میں ایک نیا تعلق پیدا کر دیا کانگریس کے حسد و رقابت کے خلاف اسنے اپنی فوج کی تکالیف کو اکثر سے اسطرح پیش کیا۔ "حقیقت سے ذرا بھی نہ ہٹکر اور کسی مبالغہ کے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ تاریخ میں کسی فوج نے مصیبت کو اسطرح برداشت نہیں کیا جسطرح کہ ہماری فوج نے سختیوں کو جھیلا ہے اور اپنے صبر و استقلال کو برقرار رکھا ہے۔ آدمیوں کو کپڑوں کے بغیر اپنی برہنگی چھپاتے ہوئے کمبل کے بغیر بستر جاتے ہوئے جوتوں کے بغیر چلتے ہوئے اور اکثر قریب قریب بھوکوں مرتے ہوئے اور بڑے دن کو اپنے موسم سرما کی چھاؤنی میں کسی مکان یا جھونپڑی کے بغیر رہتے ہوئے اور دشمن سے صرف ایکدن کے فاصلے پر اور شکایت کے بغیر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیکھنا اس صبر اور اطاعت کا ثبوت ہے جسکی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ہے"۔ یہ حال جو بقدر شجاعانہ اور بقدر دردناک ہے وادی فورج سے لکھکر بھیجا گیا تھا

بہرحال انکا یہ فعل کیسا ہی خود غرضانہ کیوں نہو اگر فرانسیسی امریکیوں کی مدد نکرتے انکو روپیہ نہ دیتے اور سپاہی اور جہازات بہم نہ پہنچاتے تو یہ مشکل تھا کہ امریکی اپنی اس عظیم جدوجہد میں کامیاب ہو جاتے جس میں سات سال صرف ہوئے جب نوآبادیوں کی ہمتیں پست ہو رہی تھیں تو ایسی ہی خوشی و محبت کی خبر آئی جیسی برگیان کی شکست سے مسرت ہوئی تھی کہ تمام نوآبادیاں از سر نو زندگی کے آثار محسوس کرنے لگیں۔ بہت گفت و شنید کے بعد فرانس اور ریاستہائے متحدہ کے درمیان (۳۰ جنوری لغایت ۶ فروری ۱۷۷۸ء) ایک صلحنامہ ہوا جس کی تصدیق ۵ مئی کو ہو گئی۔ اس خبر سے انگلستان میں امریکہ کی خوشی کی نسبت زیادہ خوف اور مایوسی طاری ہوئی۔

برطانیہ فلے ڈلفیا خالی کرتا ہے، جنگ منما تھ اور فرانسیسی امداد

تین برس تک برطانیہ کی افواج نے باغیوں کا مقابلہ کیا تھا۔ انکے قبضہ میں نیو یارک نیو پورٹ، فلے ڈلفیا خلیج ڈیلاویر اور خلیج ہڈسن کے جنوبی کنارے تھے اسکے سوا کچھ نہ تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ اسکے سوا کچھ اور ہو بھی نہیں سکتا اندرون ملک اگر نا قابل تسخیر نہ تھا تو اسکا فتح کرنا دشوار ضرور تھا۔ اب نقصان کو دیکھیے بیس ہزار سپاہی سیکڑوں جہازات کروڑوں روپیہ اور اس نوآبادی کی تجارت کا ذکر ہی کیا جو کبھی قیمتی تھی اور اب بیکار تھی وزارت کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ اپنی نوآبادیوں کو جنگ کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دوبارہ حاصل کیا جائے خصوصاً جبکہ فرانسیسی اس میں حصہ لینے والے ہیں لہذا لارڈ نارتھ نے پارلیمنٹ کے روبرو ایک مسودہ قانون پیش کیا جس میں امریکہ پر ٹیکس لگانیکے مقصد سے دست برداری دیگئی اور دوسرا مسودہ قانون یہ پیش کیا کہ کمشنر مقرر کیے جائیں جو آپس میں صلح کرادیں (۱۷ فروری) یہ قوانین پاس ہوگئے اور تین کمشنر مقرر کیے گئے جو فوجی اور بحری افسروں سے مشورہ لیکر ریاستہائے متحدہ کی اطاعت حاصل کریں۔ انکی تجاویز پر کانگریس نے یہ جواب دیا کہ جب تک ہماری قوم کی آزادی تسلیم نہیں کی جائے گی ہم کسی قسم کی صلح نہیں کر سکتے۔

سر ہنری کلنٹن نے جواب برطانوی سپہ سالار افواج تھا فرانسیسیوں کے میدان میں ظاہر ہونیسے پیشتر اپنی فوج کو ایک مرکز پر جمع کرنا چاہا لہذا اُسنے فلے ڈلفیا کو بتاریخ ۱۸ جون خالی کر دیا۔ واشنگٹن فوراً اُسکے تعاقب میں روانہ ہوا اور چند دنوں میں اُسکو جالیا۔ اُسنے جنرل لی کو حکم دیا جو مقدمۃ الجیش کا افسر تھا کہ صبح کو حملہ کرے۔ لی نے بجائے اس کے واپسی شروع کر دی حالانکہ لافیٹی نے بہت کچھ مخالفت کی لیکن واشنگٹن وقت پر آپہونچا اور اُسنے اُس فوج کے پیچھے ہٹنے کو روک دیا جو لی کی ماتحتی میں تھی اور اپنی فوج کی پیشقدمی کو جاری رکھا ورنہ تمام فوج برباد ہوجاتی اُسنے صف آرائی کی اور منمتھ کے میدان میں ۲۸ جون کو برطانویوں کو شکست دی۔ وہ رات کو غائب ہوگئے اور نیو یارک پہنچے۔ جہاں معلوم ہوا کہ انکو اتنا نقصان لڑائی سے نہیں پہنچا تھا جتنا کہ اس بات سے کہ سپاہی ساتھ چھوڑکر بھاگ گئے۔ واشنگٹن نے لی کو بزدلی پر سخت ملامت کی۔ اس پر لی نے واشنگٹن کو ایک خفگی آمیز چٹھی بھیجی چنانچہ فوجی عدالت نے اُس کو بارہ ماہ کیلیے معطل کر دیا بعد ازاں اس نے ایک گستاخانہ چٹھی کانگریس کو بھیجی اور اسپر اس کو موقوف کر دیا گیا

مغرب کی جانب ۱۷۷۸ء تک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں اسکے بعد میجر جارج راجرس کلارک نے باقاعدہ مہمات شروع کر دیں۔ ۴ جولائی کو اُسنے کاس کیسیا پر قبضہ کر لیا۔ پھر چوکیا گاؤں جو دریا سے ساٹھ میل پر تھا انکے قبضہ میں آگیا

دن سینیز جہاں انگریزوں کی بڑی چھاؤنی تھی وہ بھی فتح ہوگئی لیکن جنوری ۱۷۷۹ء میں ایک انگریزی افسر نے اسے دوبارہ فتح کرلیا۔ کلارک اُس طرف روانہ ہوا اور ۱۸ فروری ۱۷۷۹ء کو وہاں پہنچا اور ۲۰ فروری دن سینیز پر پھر قابض ہو گیا

تیسرا اور آخری زمانۂ جنگ جولائی ۱۷۷۸ء سے جنوری ۱۷۸۴ء تک ساڑھے پانچ برس کا تھا اسکی خصوصیات فرانسیسیوں اور امریکیوں کا اتحاد اور جنوبی ریاستوں کا زیادہ اہم مہمات کا مرکز بننا تھا۔ فرانس کا پہلا سفیر جو ریاستہائے متحدہ میں موسیو گرارڈ آیا تو اپنے ساتھ جہازات کا بیڑہ اور جہازات بھی لایا لیکن جہاز بڑے تھے اور وہ چھوٹے دریاؤں کے اندر جاکر امریکیوں کو مدد نہیں دیسکتے تھے اور فرانسیسی فوج اُسوقت پہنچی جبکہ برطانوی فوج نیویارک میں سب طرف سے آکر جمع ہو چکی تھی

واشنگٹن کی ہمت پست ہو جاتی ہے

واشنگٹن ۱۷۷۸ء کے آخر میں لکھتا ہے کہ "امریکہ کے مفاد عامہ راکھ کے ڈھیر کے تلے دبے ہوئے ہیں اور ناقابل تلافی طریقے پر برباد ہونیوالے ہیں۔ اگر مجھسے کہا جاتا کہ موجودہ حالت کا نقشہ کھینچو تو میں مختصر طور پر اسطرح بیان کرتا کہ سستی عدم توجہی اور ظلم و زیادتی نے ہم سب پر قابو پالیا ہے اور قمار بازی خیالی پلاؤ اور دولت کی ہوس نے ہر ایک دوسرے خیال پر قبضہ کرلیا ہے اور ہر قسم کے آدمی ان باتوں میں مبتلا ہیں فرقہ بندی اور ذاتی مناقشات نے رواج پالیا ہے اور ایک سلطنت کے اہم معاملات ایک بڑا قرضہ جو روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور آمدنی کی حالت خراب ہو رہی اور ساکھ جاتی رہی ہے جسکی وجہ سے ہر چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے ان باتوں کو دوسرے درجے پر رکھا جاتا ہے اور ایک دن سے دوسرے دن کو اور ایک ہفتے سے دوسرے ہفتے کو ملتوی کیا جاتا ہے گویا ہمارے معاملات نہایت عمدہ حالت میں ہیں یہ ظاہر کرنیکے بعد اسکے کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ بالکل صحیح نقشہ ہے اور مجھکو بیحد فکر دامنگیر ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرے ہموطن جلد اس موقع کے لیے تیار ہو جائیں"

بحری طاقت

اہل برطانیہ کو جانب جنوب اور جانب شمال کچھ کامیابیاں ضرور حاصل ہوئیں جنکا تفصیل سے ذکر کرنا ضروری نہیں ہے البتہ یہ کہنا مناسب ہے کہ فرانسیسی بیڑے کی امداد سے اہل امریکہ نے برطانوی جہازات کو سخت نقصانات پہنچائے یہ واقعہ ہے کہ ستر ہزار آدمیوں سے زائد اہل امریکہ اپنے دشمن سے سمندر پر لڑے برخلاف اسکے جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ایکوقت میں کبھی امریکہ کے ستر ہزار آدمی بری فوج میں شامل نہیں ہوئے۔ انگریزی تجارت کو جو نقصان ان جہازوں نے پہونچایا

اُسکا اندازہ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا ۱۷۷۶ء میں انگریزوں کی بحری طاقت یعنی افسروں اور سپاہیوں کی تعداد ستاسی ہزار تھی امریکہ کے آدمیوں کی بھی اسیقدر تعداد تھی بلکہ بحر ظلمات میں اہل امریکہ انگریزوں سے زائد معلوم ہوتے تھے ۱۷۷۸ء کے بحری معرکہ میں جو فرانسیسیوں سے ہوا انگریزوں کے بیس جہاز غارت ہو گئے تھے دسمبر ۱۷۷۵ء میں کانگریس نے ایزیکیل ہاپکنس کو پہلا امیر البحر مقرر کیا تھا۔ اُسکے ماتحت افسران نے اور خود اُسنے بہت سے بحری معرکوں میں جوہر مردانگی دکھائے۔ انھوں نے انگلستان کے شمالی مغربی کنارونکو اور اسکاٹلینڈ کے جنوبی کنارہ کو متواتر خوفزدہ رکھا۔ اور بہت سے جنگی جہازات سے لڑکر اُن کو ڈبو دیا۔

مالی مشکلات

کاغذکے روپیہ کی بیوقعتی ایک دوسرا مصیبت کا سبب بنگئی ۱۷۷۸ء کے آخر میں ایک نقد ڈالر چالیس ڈالر کے نوٹ کے معاوضہ میں مشکل سے ملسکتا تھا لیکن نوٹ کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ لہذا کچھ ایسے آدمیوں کی جماعت پیدا ہوگئی جنھوں نے اس کاغذکے روپیہ پر سٹا کھیلنا شروع کیا اور بیحد دولت جمع کرلی۔ قوم اور ایماندار آدمی مفلس ہوگئے لیکن یہ حالت اور بھی بدتر ہوجاتی اگر فلے ڈلفیا کا رابرٹ مارس نہوتا مثلاً اُسنے ایکبار پانسو پچیس ڈالر روزانہ بچائے اور اُنسے تین ہزار دو سو ستر سپاہیوں کی خوراک مہیا کی۔ اگرچہ وہ دنیا کی تاریخ میں بہترین افسران مال میں سے تھا لیکن واشنگٹن کیطرح اُسکی بھی مخالفت کیگئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جنگ کے بعد وہ اپنے ذاتی معاملات کو درست نکرسکا اور دیوالیہ ہوگیا افسوس ہے کہ وہ بہت غریب ہوکر مرا۔

جنوب میں ناکامیاں، گیٹس کیمڈن پر

جون ۱۷۷۹ء میں اسپین بھی جنگ میں شامل ہوگیا۔ اُسنے فرانس اور انگلستان میں مصالحت کرانی چاہی لیکن جب اُسے ناکامی ہوئی تو وہ بھی فرانس کے شامل حال ہوگیا۔ اگرچہ اُسکو ریاستہائے متحدہ سے کوئی ہمدردی نتھی لیکن برطانیہ کے خلاف اُسکا کھڑا ہوجانا ہی ریاستہائے متحدہ کیلئے ایک بڑی مدد تھی ۱۷۸۰ء میں کلنٹن نے جو سپہ سالار افواج برطانیہ تھا چارلسٹن پر حملہ کیا حالانکہ پہلے دو مرتبہ وہاں ناکامی ہوچکی تھی لیکن ۱۲ مئی کو یہ قلعہ فتح ہوگیا اور تین مہمات لارڈ کارنوالس کی ماتحتی میں بقیہ حصہ ملک کو محکوم و مفتوح بنانیکے لیے روانہ کیگئیں۔ جنوبی کیرولینا اسقدر تباہ حال ہوگیا تھا کہ اب کلنٹن خود نیویارک واپس آگیا اور لارڈ کارنوالس کو فتوحات جاری رکھنے کیلیے چھوڑ آیا۔ لیکن جنوبی کیرولینا کی باقاعدہ فوج کبھی کبھی انگریزی چھاؤنی پر چھاپے مارتی رہتی تھی گیٹس اس امید پر جنوبی کیرولینا میں داخل ہوا کہ شاید وہ اسکو دشمن سے دوبارہ حاصل کرلے اور اتفاق سے کیمڈن کے مقام پر لارڈ کارنوالس سے

اسکی مدھ بھیڑ ہوگئی اور اگرچہ اُسکے آدمیوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن اسکو شکست ہوئی۔ گیٹس کی شہرت جو شولر کے عمدہ کام سے فائدہ اٹھاکر حاصل ہوئی تھی اب ہمیشہ کیلیے کیمڈن کے مقام پر شکست کھاکر فنا ہوگئی۔ اُسپر بزدلی اور نالائقی کا الزام لگایا گیا لیکن اُسکے جانشین نتھنیل گرین نے اس کی حمایت کی اور اس کی کوئی مزید تحقیقات نہیں کی گئی۔

آرنلڈ کی دغابازی ویسٹ پوائنٹ پر ۱۷۸۰ء

جانب شمال امریکہ کے معاملات پر نہایت مایوسی چھائی ہوئی تھی دغابازی کی ایک تجویز جو خود امریکی لشکر میں نشوونما پارہی تھی ظاہر ہوگئی اور ملک پر یہ بجلی کی طرح گری۔ ستمبر میں ایک سازش لگیئی تھی کہ ویسٹ پوائنٹ کا اہم قلعہ اور ہائی لینڈس کے دیگر مقامات دشمن کے قبضہ میں دیدیے جائیں۔ دغاباز بھی آرنلڈ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وہ نہایت شاندار افسر اور امریکہ کی فوج میں نہایت معزز تھا۔ آرنلڈ اگرچہ سپاہیانہ حیثیت سے عمدہ صفات کا حصہ دار تھا لیکن اُس نے اکثر موقعوں پر دیانت کی کمی اور دوسروں کے حقوق سے بے پروائی ظاہر کی تھی۔ باوجود اس کے اُسکی شجاعت اور اس کی شاندار کامیابیاں اُسکے عیوب پر پردہ ڈالتی رہتی تھیں اور وہ فلے ڈلفیا میں فوج کا بڑا افسر ہوگیا تھا وہاں اس کے طرز عمل سے بہت کچھ بے اطمینانی پیدا ہوگئی تھی وہ فضول خرچی کا عادی تھا اور اسی وجہ سے کانگریس نے بھی مداخلت کی۔ اور واشنگٹن سے کہا کہ وہ اُسکو ہدایت کردے۔ اُسکے قرضوں اور مالی مشکلات نے اسے اسپر بھی آمادہ کیا کہ فرانس کے سفیر سے قرضہ حاصل کرے لیکن وہ ناکام رہا۔ انہیں وجوہات سے اُسنے سر ہنری کلنٹن سے خط وکتابت شروع کی۔ ویسٹ پوائنٹ کی نہایت اہم اور مضبوط چھاؤنی مع اپنی قرب وجوار کی چھاؤنیوں کے اب جنرل آرنلڈ کے قبضہ میں تھی اور امریکہ کے کل لشکر کا ایک بازو اُسکے ہمراہ تھا کسی برطانوی معتمد گماشتے سے ملاقات ضروری تھی پس میجر آنیڈری اس کام کیلیے مقرر ہوا۔ اس تجویز کا خاکہ یہ تھا کہ آرنلڈ اپنی فوج کو اس طرح تقسیم کردے کہ سر ہنری کلنٹن چھاپہ مار کر مضبوط مقامات اور توپوں پر قبضہ کرلے اور آرنلڈ اپنی فوج کو اسطرح اُسکے ہاتھ میں دیدے کہ یا تو وہ ہتھیار ڈالدیں یا وہ قتل کردیے جائیں۔ چنانچہ یہ خیال کیا گیا تھا کہ یہ فعل ناقابل علاج ثابت ہوگا۔ برطانیہ کا چھوٹا جنگی جہاز ولچر نامی میجر اینڈری کو لیکر دریائے ہڈسن پہنچا۔ آرنلڈ نے شام ہوتے ہی ایک کشتی بھیجی جو اینڈری کو کنارے پر لے آئی اور دریا کے مغربی کنارے پر اسکو اُتار دیا جو امریکہ کی فوج کے قریب تھا اور جہاں آرنلڈ اسکا منتظر تھا اس دوران میں ولچر پر امریکہ کے گولہ اندازوں کی نظر پڑگئی لہٰذا اُسنے اپنی جگہ کو بدل دیا۔ دوسرے دن اینڈری عمولی لباس پہنکر اور آرنلڈ سے جان اینڈرسن کے نام سے پاس لیکر گھوڑے پر سوار ہوگیا اور اسمتھ کو رہنما بناکر ساتھ لیگیا بہت سے محافظوں

اور چوکیوں کے باوجود وہ لشکر سے صحیح بخیر گذر گیا۔ وہ اب ایک ضلع سے جو جزیرہ یارک سے تیس میل کے فاصلے پر تھا گذرنیوالا تھا جب وہ ٹیری ٹاؤن میں پہنچا تو اسکو تین نوجوانوں نے روک لیا جو مویشی اور مسافروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اینڈری اس قسم کی روک ٹوک کیلیے تیار نہ تھا اور اسنے اپنے گرفتار کرنیوالوں کو بہت سے روپے کا لالچ دیا۔ ایک قیمتی گھڑی دینے کا وعدہ کیا یا جو چیز وہ طلب کریں بشرطیکہ وہ اسے نیویارک جانے دیں انھوں نے ان باتوں کو نامنظور کیا اور اسکی تلاشی لی۔ اسکے جوتوں میں مشتبہ کاغذات پائے گئے لہذا اسکو کرنل جیمی سن کے روبرو لیگئے جو اسوقت وہاں کا فوجی افسر تھا۔ اگرچہ یہ کاغذات آرنلڈ کے لکھے ہوے تھے تاہم جیمی سن نے باور نہ کیا کہ اسکا افسر دغاباز ہے بس اسنے ڈاک کے ذریعہ سے ان کاغذات کو واشنگٹن کے پاس بھیجدیا جو ہارٹ فورڈ میں تھا اور آرنلڈ کو اطلاع دیدی کہ اس طرح ایک شخص قید کیا گیا اور اسکے پروانہ راہداری اور دیگر کاغذات کو جو نہایت مشتبہ ہیں اور اسکے قبضہ میں پائے گئے حاصل کر لیا گیا۔ واشنگٹن کے ایڈیکانگ آرنلڈ کیساتھ کھانا کھا رہے تھے جب جیمی سن کی چٹھی پہنچی آرنلڈ یہ بہانہ کرکے کہ دریا کے دوسری جانب قلعہ کو دیکھنے کی فوری ضرورت ہے دسترخوان سے اٹھا اپنی بیوی کو بالاخانے پر بلایا اور اس سے اتنا کانی حال کہدیا کہ وہ غش کھا کر گر پڑی اور وہ ایک زین کسے ہوے گھوڑے پر سوار ہوکر دریا کی جانب چلا گیا۔ وہاں ایک کشتی پر سوار ہوا اور قلعوں سے رومال ہلاتا ہوا گویا یہ جھنڈی کا اشارہ تھا گذر گیا اور اپنے کشتیبان سے کہا کہ وہ کشتی کو دشمن کے جہاز کی طرف لیچلے۔ اینڈری سن سے افسروں کی ایک جماعت نے سوالات کیے اور اسکے خود اظہار پر اسکو جاسوس قرار دیا گیا اور اسکو فوری موت کی سزا دیگئی۔ سر ہنری کلنٹن نے بے انتہا کوشش کی کہ اسکو موت کے پنجے سے چھڑا لیا جائے لیکن ناکامی ہوئی۔ اسکو ۲ اکتوبر کو پھانسی دیدیگئی۔ آرنلڈ کو دس ہزار پونڈ انعام ملا اور برطانیہ کی فوج میں بریگیڈیر جنرل مقرر کیا گیا۔

جنرل گرین کی طباعی

امریکہ کی تاریخ میں گیٹس بے وقر اور آرنلڈ ہمیشہ کیلیے بدنام ہو چکا تھا اس لیے یہ ضروری تھا کہ کوئی نیا ذہین شخص واشنگٹن کی امداد کیلیے کھڑا ہو۔ اگر سب سے اہم کام جو واشنگٹن نے اپنے سر پر لے رکھا تھا اور جو تکمیل کو پہنچانا تھا۔ ضرورت اور آدمی دونوں ساتھ ساتھ پیدا ہوے۔ جنرل نتھینیل گرین جو گیٹس سے کام لینے کیلیے بھیجا گیا تھا وہ شخص تھا جسکی ملک کو ضرورت تھی۔ اسنے دیکھا کہ ملک اور لوگوں کے حالات پر نظر کرکے کیا کام ہونا ضروری ہے اسنے محسوس کیا کہ تنظیم ہونی چاہیے اور فوج کو بھی طریقے سے رکھنا چاہیے کہ وہ برطانیہ کی فوج کو محض مشغول رکھے بجز اسکے کہ موقع نہایت مناسب

اور مفید ہو اور وہ بسی نقصان کے بغیر ہو سکے حملہ کرنا گویا دوسرے کیمڈن کے خطرے کو مول لینا تھا۔ پس جنرل گرین کو
واشنگٹن کی طرح تاریخ میں فیبیس ثانی کہا جاتا ہے۔ اُس کی واپسیاں آجکل کے مغرور امریکی کیلیے غیر دلچسپ معلوم ہوتی ہیں
لیکن اسوقت کے محب وطن کے لیے یہ سخت آزمائش کی چیز تھی۔ اور اسی نے برطانیہ کی افواج کو آخرکار بیکار کر دیا

یارک ٹاؤن کی حوالگی اور خاتمہ جنگ

(یکم اگست لغایت ۲۲ اگست ۱۷۸۱ء) برطانوی فوج کارنوالس کی ماتحتی میں یارک ٹاؤن اور گلوسسٹر کی محفوظ چھاؤنیوں میں
تھی وہ لوگ نیویارک کے سپہ سالار کے حکم سے وہاں واپس چلے گئے تھے خیال یہ تھا کہ وہ مقام اور ورجینیا کی فتوحات امریکیوں اور
خصوصاً فرانسیسیوں کی روزافزوں چستی و چالاکی کی وجہ سے خطرے میں ہے۔ کارنوالس نے میدان میں کوئی کام انجام نہیں دیا تھا
لافیٹی نہایت بہادری سے اُسکے حرکات و سکنات کو دیکھتا رہا تھا بلکہ کبھی کبھی اُسکا تعاقب بھی کرتا تھا۔ واشنگٹن اور فرانسیسی جنرل
روشیمبو لافیٹی سے ولیمزبرگ پر ملے (۱۴ ستمبر) ایک بڑا بیڑہ کاؤنٹ ڈی گراسی کی ماتحتی میں پہلے ہی سے خلیج چیساپیک میں
موجود تھا جب بری فوجیں پہنچ گئیں یارک ٹاؤن کا محاصرہ شروع کیا گیا (۲۸ ستمبر) نتیجہ یقینی تھا۔ واشنگٹن نے یہ چال چلی کہ
سر ہینری کلنٹن کو اس خیال میں رکھا کہ نیویارک پر اب بھی حملہ کرنا مقصود ہے۔ پس سر ہینری نے کارنوالس کو
مدد پہنچانیکا خیال بھی نہ کیا۔ یہانتک کہ پھر اُسکو مدد دینا نہایت مشکل ہوگیا۔ دراصل کلنٹن کا یہ خیال تھا کہ وہ ایک مہم سے
کنکٹی کٹ کے مشرقی حصے کو تباہ و برباد کرے۔ اُسنے وفاداروں اور اہل ہیسیا کو اس مقصد کیلیے دغاباز آرنلڈ کی
ماتحتی میں رکھ چھوڑا تھا جسنے نیولنڈن کو ستمبر میں تباہ و برباد بھی کر دیا تھا لہذا سات ہزار پانسو برطانوی یارک ٹاؤن
میں تھے جنکے مقابلے میں نو ہزار امریکی اور سات ہزار فرانسیسی تھے۔ اسکے علاوہ جہازات کا بیڑہ تھا تین ہفتوں کے اندر
کارنوالس نے ۱۷ اکتوبر کو شرائط صلح طلب کیں اور دو روز بعد اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا۔
یہ حملہ فیصلہ کن تھا۔ ریاستہائے متحدہ کی حالت بدل گئی حکومت، فوج اور سب لوگ متحد ہو گئے اور انمیں
وہ شریفانہ جذبات پیدا ہو گئے جنھوں نے واشنگٹن کی طرح قوم کو فتح کی صورت دکھلائی۔ لافیٹی نے لکھا کہ تماشہ ختم ہو گیا
اور پانچواں پردہ بھی اُٹھ گیا۔ لارڈ نارتھ جو برطانوی وزیر اعظم تھا یہ خبر سُنکر چلا اُٹھا "خدایا! سب ختم ہو گیا سب ختم"۔
۷ فروری ۱۷۸۲ء کو پارلیمنٹ نے یہ رائے دی کہ بادشاہ سے درخواست کیجائے کہ لڑائی کو ختم کر دیا جائے
اس سے وزارت تبدیل ہو گئی۔ ریاستہائے متحدہ کی آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے اور یورپی طاقتوں کے خلاف

نبرد آزما ہوتے ہوئے نئی وزارت نے سر گی کارلٹن کو بحیثیت سپہ سالار افواج روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ نیویارک چارلسٹن اور سوانا مختصر یہ کہ تمام سواحل کو خالی کر دیا جائے۔ ابتدائی صلح کے شرائط پہلے پہل امریکہ سے ۳۰ نومبر ۱۷۸۲ء کو اور بعد ازاں یورپ کی طاقتوں سے ۲۰ رجنوری ۱۷۸۳ء کو برطانیہ عظمیٰ یورپ اور امریکہ کے عام اطمینان کے مطابق طے ہو گئے جو صلح برطانیہ عظمیٰ اور ریاستہائے متحدہ میں ہوئی تھی اسکی تصدیق باضابطہ کانگریس نے کی جسکا اجلاس ۱۴ رجنوری ۱۷۸۴ء کو ہوا کچھ عرصے تک انگریزوں کی فوجیں امریکہ میں رہیں اور رفتہ رفتہ وہ وہاں سے واپس چلی آئیں اور چند مغربی مقامات کو چھوڑ کر ریاستہائے متحدہ کا ملک آزاد ہو گیا :

امریکہ کی فوج میں بغاوتیں

امریکہ کی فوج کو برخاست کرنا ایک اہم سوال تھا۔ ایک سال پہلے فوج نے کانگریس کو تنخواہ کے بارے میں (دسمبر ۱۷۸۲ء) عرضداشت بھیجی تھی جسکی مہینوں بہانتک کہ برسوں کی تنخواہیں واجب الادا تھیں۔ کانگریس لاچار اور مجبور تھی اب فوج بگڑ گئی لیکن واشنگٹن ہی صرف ایسا شخص تھا جس نے اس نازک معاملہ کو سنبھالا۔ اسنے ایک سال پیشتر (مئی ۱۷۸۲ء) کچھ افراد کے اس ہدیہ کو کہ وہ تاج پہن لے حقارت سے رد کر دیا تھا۔ اسنے اس قسم کے جوش کی برائی کی اور جو لوگ اس سے گرد تھے انکے بھڑکتے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کیا۔ اور اسکے ساتھ ہی فوج کے حقوق کی بھی نگہداشت کی چونکہ اُسنے ازابتدا تا انتہا اپنی ملکی خدمات کا کوئی معاوضہ نہیں لیا تھا لہذا اسکی وقعت کانگریس اور فوج میں بے حد تھی۔ اُسکی بات کو لوگوں نے کان دھر کر سنا۔ فوج سے وعدہ کیا گیا کہ تنخواہ ضرور دیجائیگی۔ ۳ رنومبر کو اعلان کیا گیا کہ تھوڑی سی فوج رکھکر باقیماندہ کو علیحدہ کر دیا جائے چنانچہ رفتہ رفتہ یہ کارروائی عمل میں آئی ۴ ر دسمبر کو سپہ سالار افواج نے اپنے افسروں سے رخصت لی اسکے بعد وہ اناپولس پہنچا جہاں کانگریس اپنا اجلاس کر رہی تھی اور ۲۳ ر دسمبر کو اپنا استعفا پیش کیا۔ اُسنے سلطنت کے گورنروں کو اپنی فوج علیحدہ کرتے ہوئے تحریر کیا تھا۔

اگر ریاستہائے متحدہ کو آزادی برقرار رکھنا ہے تو چار باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے :-

(۱) جملہ ریاستوں کا ایک سردار کے ماتحت ناقابل شکست اتحاد ہونا چاہیے۔

(۲) عدل و انصاف کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

(۳) صلح کے زمانے میں مناسب طاقت قائم رکھنے چاہییں۔

اور (۴) ریاستہائے متحدہ کے لوگوں میں وہ دوستانہ تعلقات ہونے چاہییں جن سے وہ مقامی حکمت عملیوں اور تعصبات کو فراموش کر دیں اور عام مرفہ الحالی کیلیے جن باہمی مراعات کی ضرورت ہو اُس پر عمل کریں اور جہاں ضرورت ہو اپنے انفرادی فوائد کو قومی مفاد پر قربان کر دیں۔

باب دہم

قیامِ اتحاد

مسٹر ہارٹ لکھتے ہیں کہ انقلاب کی کامیابی سے ایک بڑے سیاسی اصول کو تقویت پہنچی جمہوری سلطنت ایسے طریقہ پر عمل پیرا ہو گئی جو قدیم زمانے سے مفقود تھا۔ ورجینیا کی مملکت برطانیہ عظمیٰ سے زیادہ وسیع تھی۔ ریاستہائے متحدہ کا رقبہ فرانس کے رقبے سے بچو گنا تھا۔ ابتک صرف مالکان اراضی کو رائے دینے کا حق حاصل تھا لیکن انقلاب کی روح نے تمام قانونی امتیازات مٹا دیے جو انسان اور انسان کے درمیان تھے اور اس طرح آیندہ جمہوریت کی بنیاد رکھدی جو تمام باشندوں کو رائے دینے کے حق پر مبنی تھی۔ جمہوریت کی روح کا اثر بقیہ دنیا پر ابتک کچھ ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن ریاستہائے متحدہ نے اپنے دو اصول قائم کر لیے تھے جنکا اثر دوسری قوموں پر بھی بہت ہوا۔ چالیس برس بعد اسپین کی نو آبادیاں بھی اپنے آبائی ملک سے آزاد ہو گئیں۔ دوسرا اصول انسانی حقوق کا تھا۔ انقلاب کی کامیابی اُن فوائد اور مستثنیات کیلیے مہلک ثابت ہوئی جو عام لوگوں کے خلاف ممتاز درجے کے لوگ حاصل کر لیا کرتے تھے اور یہ رواج فیوڈل زمانے سے ابتک چلا آتا تھا۔ فرانسیسی انقلاب ۱۷۸۹ء بھی انقلاب امریکہ کے اصول کو ایک غیر ملک میں استعمال کرنے کی کوشش کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

جان فسکی لکھتا ہے کہ ۱۷۸۳ء کی صلح کے بعد جو پانچ برس گذرے وہ اہل امریکہ کی تمام تاریخ میں نہایت نازک تھے۔ جو خطرات ۱۸۶۱ء میں رونما ہوے وہ اُن خطرات سے کہیں بڑھکر تھے جن سے امریکیوں کو ۱۸۶۵ء میں نجات ملی ۱۷۸۳ء میں اتحاد کی محبت کا جذبہ جسکے لیے آدمی اپنی جان پر کھیل جاتے پیدا ہی نہوا تھا۔ اگر کوئی ایسی حکومت ہوتی جو تیرہ نوآبادیوں کی رہنمائی ایک آبادی کی طرح فرزانگی اور قوت کیساتھ کرتی تو اہل برطانیہ جس نقصان کیساتھ لڑ رہے تھے ایک سال کے اندر اندر اپنے جہازوں پر واپس آنے کیلیے مجبور ہوتے۔ جنگ کی طویل مدت اور اُسکی نہایت سخت تباہیاں عدم تنظیم کا نتیجہ تھیں۔ کانگریس کی عزت اور طاقت بتدریج گھٹتی چلی گئی چنانچہ جنگ کے آخر میں اپنی ابتدا کی نسبت یہ بہت کمزور ہو گئی تھی اور یہ خوف کرنیکی وجہ تھی کہ مشترک دباؤ کم ہوتے ہی اجتماع کی ضرورت بالکل محسوس نہوگی اور جو اتحاد مشکل سے پیدا کیا گیا تھا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔

تاوقتیکہ نہایت فرزانہ اور عاجلانہ تدبر سے کام نہ لیا جائے اس امر کا بیحد خوف تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کی مشترک وفاداری سے

نجات پاتے ہی کہیں تیرہ چھوٹی چھوٹی جمہوری سلطنتیں قایم ہوجائیں اور انکا انجام یونان یا زمانہ وسطی کی اٹلی کی جمہوری ریاستوں کا سا نہ ہو۔
نوآبادیوں میں اعلان آزادی کے وقت تین قسم کی حکومتیں تھیں کنکٹی کٹ اور جزیرہ رہوڈ ہمیشہ سے صحیح معنوں میں
جمہوری سلطنتیں تھیں۔ پین سلوانیا، ڈیلاویر اور میری لینڈ متوارث محدود شاہی حکومتیں تھیں باقی آٹھ نوآبادیاں صوبجات تھیں
جن کے صوبیدار بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے تھے لیکن قانون ساز مجلسوں کا انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔
کسی ایک حکومت کی تنظیم کا خیال اصولاً برا نا تھا اور اسکو ہر شخص خوب سمجھتا تھا بلکہ اسکے وہ اصول جن پر ریاستوں کے باہمی
مختلف تعلقات طے پائیں اچھی طرح ذہن میں نہ تھے۔ ان مضمون پر شدید اختلاف تھا اور اختلافی مسائل کا تصفیہ اول اول نہ ہو سکا جیسا ہم آئندہ
دیکھینگے کہ مرکزی حکومت آسانی اور خاموشی کیساتھ ان معاملات کا انتظام کر سکی جنکا تعلق ریاستہائے متحدہ سے بحیثیت ایک قوم تھا۔

انقلاب کے بعد گڑبڑ (۱۷۸۳ء)

کوئی سیاسی اصول ایسا نہ تھا جس پر تمام ملک متفق ہوجاتا۔ کوئی سیاسی طاقت ایسی نہ تھی جو سب پر حکمراں ہوتی متعاصد مقاصد کے
خلاف تھے فرقے فرقوں کے مخالف تھے بلکہ آدمیوں کی ایک جماعت دوسری جماعت سے اختلاف رکھتی تھی۔ ریاستیں اپنی اپنی مشکلات میں مبتلا تھیں
اتحادی قرضوں کا بار اپنے ذاتی قرضوں کے علاوہ اور بھی گراں تھا شہری بھوکے ننگے تھے۔ ان اختلاف کے علاوہ جو
شمال اور جنوب میں اور چھوٹی بڑی ریاستوں میں تھے ہر ریاست کی سرحد کے مسائل بھی رونما ہو گئے تھے۔
لافیٹی لکھتا ہے کہ "یورپ کا خیال امریکہ کی نسبت روز بروز بعد رکم ہوتا جا رہا ہے جو درحقیقت تکلیف دہ ہے اور انقلاب سے
جو کچھ حاصل ہو گیا ہے رفتہ رفتہ اسکے ضائع ہوجانیکا احتمال ہے"۔ لیکن ان سب بربادیوں کے باوجود پرانی بنیادیں قایم رہیں۔ وہ
قوانین جنھوں نے گذشتہ زمانے میں سیاسی اور معاشی اداروں کی بنیاد رکھی تھی موجودہ مشکلات کو آسان کرنے میں مدد دیتی رہیں
اس جد وجہد کرنیوالی قوم کی ترقی اور اطاعت کا باعث اسکے آبائی ملک کا مضبوط اصول اور نوآبادیوں کی ہر ایک وسیع اصلاح ہوئی
سب سے بڑے لڑکے کا یہ دعوی کہ وہ اپنے باپ کے متروکہ میں دگنا حصہ پانیکا مستحق ہے بتدریج ممنوع قرار دیا گیا۔ اول اول جیورجیا نے
ایسا کیا بعض ریاستوں میں رائے دینے کا حق بھی ذاتی اور ناقابل انتقال جائداد کے مالکان سے لیکر آزاد ٹیکس ادا کرنیوالے تک
وسیع کر دیا گیا۔ ذاتی آزادی کو وسعت اور تحفظ حاصل ہوا میعادی معینہ تک خدمت کرنیوالے ملازم کا فرد کم ہو گیا۔ بعض
ریاستوں میں غلاموں کا وجود بالکل ناپید ہو گیا۔ میساچوسٹس نے آدمیوں کو آزاد اور ان کے حقوق کو مساوی کر دینے سے
غلامی کا سدباب کر دیا۔ (۱۷۸۰ء سے ۱۷۸۳ء) پین سلوانیا، نیو ہمپشائر، جزیرہ رہوڈ اور کنکٹی کٹ نے غلاموں کے داخلہ کو

ممنوع کردیا بعض ریاستوں نے ایک ریاست سے دوسری ریاست کو غلاموں کا لیجانا بند کردیا اور بعض ریاستوں نے بیرونی ممالک کے ساتھ غلاموں کی تجارت کو موقوف کردیا۔ ان کوششوں کے ہوتے ہوے اور ایسے اصول قائم رکھتے ہوے قوم اپنی آزادی برقرار رکھنے کی ضرور مستحق تھی۔

سب سے بڑھکر مذہبی فوائد تھے جن پر ریاستیں متفق ہوگئیں۔ جزیرہ رہوڈ نے رومن کیتھولک صاحبان کے خلاف قانون کو منسوخ کردیا (۱۷۸۳ء) لیکن اس بارے میں جزیرہ رہوڈ ہی منفرد نہ تھا۔ بالکثرت سے ریاستوں نے اپنے اپنے مشروطہ میں کلی مذہبی آزادی دے دی۔ البتہ بعض بعض ریاستوں میں مجسٹریٹوں سے ان کے مذہب کی تفتیش کی جاتی تھی اور رومن کیتھولک اصحاب کو ان عہدوں سے محروم رکھا جاتا تھا۔

ایک جلسہ مشروطہ تیار کرتا ہے (۱۷۸۷ء)

فروری ۱۷۸۷ء میں جبکہ اکثر ریاستوں نے ایک ایسے جلسہ کی ضرورت کو اپنی اپنی قانون ساز مجلسوں میں ظاہر کردیا تھا جو مشروطہ تیار کرے۔ کانگریس نے بھی بڑے تذبذب کے بعد ایسے جلسہ کو طلب کیا جو اتحاد کی دفعات پر نظر ثانی کرے۔ فلاڈلفیا کی سرکاری عمارت اس کام کیلیے پسند کیگئی۔ اول اول صرف دو ریاستیں شریک ہوئیں لیکن تاریخ مقررہ کے گیارہ روز بعد سات ریاستیں شامل ہوگئی تھیں اور اس طرح ریاستوں کی تقریبی کثرت کیساتھ کام شروع کیا گیا۔ ۲۵ رمئی کو جارج واشنگٹن صدر منتخب ہوا۔ ریاستہائے متحدہ کا یہ جلسہ نہایت شاندار تھا۔ رفتہ رفتہ تمام ریاستوں کے ڈیلیگیٹ بجز جزیرہ رہوڈ شامل ہوگئے۔ ہر بات پر بحث و مباحثہ ہوا اور اکثر اوقات جلسہ کے منتشر ہوجانیکا بھی اندیشہ ہوا۔ بعض لوگوں نے التوا بھی چاہا لیکن آخر کار تقریباً چار ماہ کے استقلال کے بعد اس جلسہ نے ۱۵ رستمبر کو ایک مشروطہ پر رضامندی دیدی میساچوسٹس کے مسٹر گیری کے سوا تمام ڈیلیگیٹوں نے اپنے اپنے دستخط کردیے۔ جبوقت آخری ممبران دستخط کررہے تھے تو فرینکلن نے اس سورج کی طرف اشارہ کیا جو صدر کی کرسی کے پیچھے ایک تصویر پر منقش تھا اور کہا "میں نے بار بار اجلاس کے درمیان میں نتیجہ کے متعلق بیم و رجا کی حالت میں اس خورشید پر جو صدر کی پشت پر ہے نگاہ ڈالی ہے اور مجھے یہ نہ معلوم ہوا کہ آفتاب طلوع ہورہا ہے یا غروب ہورہا ہے لیکن اب مجھے اس بات کے ظاہر کرنے میں مسرت ہے کہ یہ سورج طلوع ہونیوالا ہے غروب ہونیوالا نہیں"۔

یہ سعی جو مردانہ کیگئی تھی بیکار نہ رہی۔ ایک ریاست نے دوسری ریاست کے بعد مشروطہ کو منظور کرلیا۔ ڈیلاویر نے ابتدا کی تھی (۷ر دسمبر ۱۷۸۷ء) کسی ریاست نے بہت کثرت کیساتھ اور کسی نے معمولی کثرت سے اس کا خیر مقدم کیا صرف شمالی

کیرولینا اور جزیرہ رہوڈ علٰحدہ رہے۔ اول الذکر ریاست تو جزواً علٰحدہ رہی جو کام ہو گیا وہ صرف قوم ہی نے نہیں انجام دیا بلکہ چند ایسی فیاض طبیعتیں بھی تھیں جنکی بدولت یہ ظہور پذیر ہوا اور جنھوں نے اس کام پر محض اپنے ملک ہی کے اغراض پیش نظر رکھکر نگاہ نہیں ڈالی بلکہ انکی نظر نہایت وسیع تھی واشنگٹن کہتا ہے "ایک طاقتور حکومت کی ماتحتی میں ایسے قواعد بنائے جا سکتے ہیں اور ایسی تجاویز پر عمل کیا جا سکتا ہے جو اس ملک کو جفاکش اور صلح پسند لوگوں کیلیے خواہ وہ یورپ سے آئیں یا کہیں اور سے، ان کا ملجا و ماویٰ بنا دے"

واشنگٹن کا پہلا انتظام اور ہیملٹن کی مالیات

واشنگٹن کا نام تقریباً بجز و شروطہ تھا۔ ایڈمنڈ رینڈولف نے اسکو ایک مرتبہ لکھا کہ "شروطہ کبھی نہ منظور کیا جاتا لیکن محض اس واقفیت کی بنا پر کہ آپ اسکو پسند کرتے ہیں اور اس توقع پر کہ آپ اسپر عملدرآمد کرینگے"۔ صدر کے انتخاب کنندگان نے کسی ایک استثنا کے بغیر واشنگٹن کی موافقت میں رائے دی اور وہ اس کام کیلیے جسکو وہ آخری بڑی قربانی کہتا تھا رضامند ہو گیا۔

نیویارک میں کانگریس کے دونوں درجوں (بالا و زیریں) کی تنظیم ۶ راپریل ۱۷۸۹ء تک ہو گئی۔ واشنگٹن کی آمد سے ایک یا دو روز قبل جان ایڈمس نے بحیثیت نائب صدر کام کیا۔ بعد ازاں ۳۰ راپریل ۱۷۸۹ء کو کانگریس کا افتتاح ہوا۔ شروطہ بنانے میں جو دشواری پیش آئی اُس سے کہیں زیادہ دقت شروطہ کو عملی جامہ پہنانے میں محسوس ہوئی۔ اُسوقت امریکیونکی تعداد تقریباً چالیس لاکھ تھی ۱۷۹۰ء میں جو مردم شماری ہوئی اُس کے اعداد حسب ذیل ہیں۔

گورے آدمی ۳۱۷۲۴۶۴ + آزاد و کالے آدمی ۵۹۴۶۶ + غلام ۶۹۷۸۹۷

میزان ۳۹۲۹۸۲۷ (یہ آبادی جملہ تیرہ ریاستوں کی تھی)

واشنگٹن کی حکومت کے پہلے برسوں کا کام درحقیقت کانگریس کا کام تھا۔ یعنی وہ جماعت جسکے قوانین پر حکومت کا انحصار تھا محکمونکی تنظیم کیگئی۔ ایک محکمہ انتظامی قائم ہوا دوسرا مالیات کا اور تیسرا جنگ کا اور یہ سب ایک ایک سکرٹری کے ماتحت کیے گئے۔ تین سکرٹری مع ایک اٹرنی جنرل صدر کی کابینہ میں شامل تھے۔ پوسٹ ماسٹر جنرل کو عرصے تک کابینہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ واشنگٹن نے ٹامس جیفرسن کو پہلا سکرٹری صیغہ حکومت (انتظامیہ) الیگزانڈر ہیملٹن کو پہلا سکرٹری صیغہ مال ہینری ناکس کو پہلا سکرٹری صیغہ جنگ ایڈمنڈ رینڈولف کو پہلا اٹرنی جنرل اور سیموئیل آسگڈ کو پہلا پوسٹ ماسٹر جنرل ستمبر ۱۷۸۹ء مقرر کیا۔ اُسیوقت اُسنے عدالتی عہدوں کو بھی پُر کر دیا۔ کانگریس نے عدالت العالیہ ضلع اور حلقہ کی عدالتوں کے ساتھ

مقرر کی تھی۔ جان جے ریاستہائے متحدہ کا پہلا چیف جسٹس تھا۔

سب سے زیادہ اہم معاملہ مالگذاری کا تھا۔ کانگریس نے سب سے پہلے اس طرف توجہ کی اور بہت بحث و مباحثہ کے بعد مال تجارت پر شرح محاصل کی فہرست تیار کی جس سے مالگذاری کے علاوہ ملکی مفاد کی حفاظت بھی مقصود تھی جہازوں کے وزن کے لحاظ سے بھی محصول لگایا گیا جس سے امریکہ کے تجارتی جہازوں کو فائدہ پہنچا۔ محصول آبکاری بھی کچھ عرصہ کے بعد خانہ ساز شراب پر لگایا گیا۔ ان محاصل میں وقتاً فوقتاً تبدیلی بھی ہوتی رہی لیکن ان سب میں یہ اصول کارفرما تھا کہ محصول درآمد سے مالگذاری کی شکل میں حکومت کو نفع پہنچے۔ اور قوم کو تحفظ کی شکل میں فائدہ ہو

یہ کام بھی پہلی کانگریس کے ذمہ تھا کہ وہ حکومت کی ساکھ قائم کرے۔ اتحادی قرضہ کی تعداد پانچ کروڑ چالیس لاکھ تھی یا آٹھ کروڑ ڈالر تھی۔ اگر ریاستوں کے قرضہ جات جو عام فوائد کی غرض سے لیے گئے تھے شامل کر لیے جائیں۔

ہیملٹن صیغہ مال کی یہ تجویز تھی کہ یہ تمام قرضہ جات ایک قرضے کی شکل میں تبدیل کر دیے جائیں جن کی ادائگی نئی حکومت کے ذمے ہو۔ یہ سوال بھی معرض بحث میں رہا کہ کس شہر کو دارالسلطنت قرار دیا جائے آخر کار فلے ڈلفیا کو ۱۸۰۰ء تک دارالسلطنت بنانا قرار پایا۔ ۱۷۹۱ء میں ایک قومی بنک کی بنا ڈالی گئی جس سے حکومت کے مالی کاموں کو مدد ملسکے چنانچہ چندہ کی کتابیں کھلنے پر اس اعتماد کا پتہ چلتا ہے کہ جو حکومت پر لوگوں کو تھا کہ تمام حصص صرف دو گھنٹے میں فروخت ہو گئے۔

واشنگٹن کا دوسری بار تقرر۔ شراب کی بغاوت

اب دیگر نئی ریاستیں بھی ان تیرہ ریاستوں کے شریک حال ہونا چاہتی تھیں نیویارک کی منظوری سے ورمانٹ کو بھی داخل کر لیا گیا ۴ مارچ ۱۷۹۱ء کو کینٹکی کو بھی یکم جون ۱۷۹۲ء کو داخلہ کا فخر حاصل ہوا۔ دریائے اوہو کے جنوب کی مملکت بھی ریاست ٹینیسی کے نام سے یکم جون ۱۷۹۶ء کو شامل کر لی گئی۔ تمام حکومت واشنگٹن میں مجتمع تھی۔ جیفرسن نے جو ایک فرقہ کا سرگروہ تھا اکثر یہ اُسے لکھا "تمام اتحاد کا اعتماد آپ کی ذات پر ہے۔ جب تک آپ معاملات کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں آپکی موجودگی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ شمال اور جنوب گلے میں پھانسی ڈال لیں گے بشرطیکہ آپ انھیں پھانسی دیں"۔ ہیملٹن نے بھی جو دوسرے فرقے کا سرگروہ تھا اسی قسم کے خیالات ظاہر کیے۔ ان حالات میں واشنگٹن کو دوبارہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینی پڑی۔ ایڈمس بھی دوبارہ نائب صدر منتخب کیا گیا (۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء)

لیکن ایک امر نے واشنگٹن کے اثر کو مطلق قبول نہ کیا فرقہ وارانہ مخاصمت نے اگرچہ اُسے اپنے سے علیحدہ رکھا مگر وہ

اس سے رک نہ سکی۔ اُس نے آپس میں صلح رکھنے کی بیکار کوشش کی یہانتک کہ خود اُسکی کابینہ میں بھی صلح و آشتی نہ رہی
جیفرسن اور ہیملٹن دونوں برابر لڑتے رہے اور عاقبت جیفرسن نے ۱۷۹۳ء میں علیحدگی اختیار کی۔ یہ جنگ و جدل برابر
جاری رہی۔ کانگریس میں بھی برابر شور و شغب رہا۔ ذرا سا معاملہ بھی اہل شمال کو اہل جنوب سے اور مرکزی حکومت کے موافقین کو
ریاستی حکومت کے موافقین سے لڑنیکے لیے کافی ہوتا تھا۔ کانگریس کے باہر یہ مجادلہ اور بھی تیز ہوتا تھا۔ زیادہ تر ریاستی
طرفداروں کے زمرے میں سے ایک نیا گروہ جمہوریت پسند اشخاص کا پیدا ہو گیا اور انھوں نے ایسی سوسائٹیاں
بیرونی ممالک کی تقلید میں بنالیں جن سے واشنگٹن کو بھی حکومت کی بنیاد ہل جانیکا اندیشہ ہو چلا تھا۔ اُسوقت کا خوفناک جذبہ
آخر کار ایک بغاوت میں پھوٹ نکلا۔ محکمہ آبکاری سے جو ملک کی ساختہ شراب کیلیے قائم کیا گیا تھا اور زیر نگرانی جہاں
جہاں گدام بنائے گئے تھے اُنسے وہاں کے لوگ بیحد غیر مطمئن تھے۔ شمالی کیرولینا اور پنسلوانیا بلکہ ان ریاستوں کے
اندرونی اضلاع اسقدر برافروختہ ہو گئے کہ صدر کو یہ اعلان شائع کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی کہ شہریوں کو چاہیے کہ
وہ قوانین کی حمایت کریں (۱۷۹۲ء)۔ رفتہ رفتہ یہ بےچینی کم ہو گئی لیکن پنسلوانیا میں سات ہزار آدمی میدان بریڈک میں
اگست ۱۷۹۴ء کو جمع ہوئے۔ اس مجمع کا صدر کرنل کوک تھا سکرٹری البرٹ گیلاٹن اور فوج کا افسر ایک وکیل بریڈفورڈ تھا
صدر نے فوراً اعلان کیا کہ وہ پندرہ ہزار فوج لیکر روانہ ہونیوالا ہے۔ چنانچہ صدر نے چند روز تک خود میدان میں فوج کی
سپہ سالاری کی لیکن یہ معلوم کرکے کہ باغی اشخاص اُسکی فوج کی آمد سے قبل ہی غائب ہو گئے تھے اُسنے اپنے افسران کو وہاں
چھوڑ دیا اور خود چلا آیا۔ قیدیوں کی ایک کثیر تعداد نومبر میں گرفتار ہوئی لیکن کسی کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔

واشنگٹن کا کوئی انتظام اس سے بہتر نہ تھا جو اس نے ریاستہائے متحدہ کے ہندوستانیوں کی بہتری کو مدنظر رکھ کر کیا
انکو سوداگروں کے فریب سے بچانیکے لیے اُسنے تجارت کا ایک قومی طریقہ اختیار کیا۔ سرحدیوں کی دست درازیوں سے
محفوظ رکھنے اور جو حقوق انکو صلحناموں کے ذریعے دیے گئے تھے انکو بحال رکھنے کیلیے اُسنے بہت سے قوانین مرتب کیے
اسکے بعد الجیریا کے لٹیرے ریاستہائے متحدہ کے تجارتی جہازوں کو گرفتار کر لینے اور لوٹ کھسوٹ لیتے تھے۔ واشنگٹن نے
اُنسے بھی صلح کر لی اور جس طرح یورپ کی سلطنتیں اُن کو خراج دیتی تھیں ریاستہائے متحدہ بھی اپنے جہازوں کی
حفاظت کے لیے خراج دینے لگیں۔ طرابلس اور ٹیونس سے بھی اسی قسم کے معاہدات ہو گئے۔

فرانس اب جمہوری سلطنت بن چکا تھا۔ اُسکا ایک سفیر جینیٹ جو نہایت پرجوش تھا امریکہ میں آیا۔ اہل امریکہ نے

اُس کی خوب خاطر اور مدارات کی۔ اُسنے لوگوں کو انگلستان کے خلاف بھڑکایا چنانچہ لوگ اُسکے بڑے حمایتی اور طرفدار ہوگئے یہانتک نوبت پہنچی کہ ایکمرتبہ لوگوں کے کثیر مجمع نے واشنگٹن کے مکان کو جا گھیرا اور اس سے کہا کہ انگلستان سے خلاف جنگ کا اعلان کرو۔ واشنگٹن کو اس قدر پریشان کیا گیا کہ وہ موت کو اپنے عہدے پر ترجیح دینے لگا۔

اسکے بعد انگلستان نے تمام جہازوں کو دیکھنے بھالنے کا کام شروع کردیا اور امریکہ کے جہازات کی بھی تلاشی لی اہل امریکہ اس فعل سے بیحد ناراض ہوے۔ اب یہ طے پایا کہ برطانیہ عظمی کو ایک خاص سفارت روانہ کیجائے چنانچہ اپریل ۱۷۹۴ء کو واشنگٹن نے اس کام کیلیے چیف جسٹس جے کو منتخب کیا۔ وہ اس کام کیلیے نہایت موزوں تھا پس وہ انگلستان گیا اور چند ماہ کی گفتگو کے بعد نومبر میں ایک صلحنامہ ہوگیا۔ اگرچہ صلح پہلی حالت سے بہتر تھی لیکن قابل اطمینان نہیں تھی۔ یہی خیال واشنگٹن کا تھا اور یہی جے کا تھا لیکن جنگ سے بہرحال بہتر تھی اور انہیں دلائل پر سینیٹ نے جون ۱۷۹۵ء میں اسکی تصدیق کردی مگر قوم اس سے مطمئن نہوئی۔ ہر جگہ جلسے کیے گئے، الزامات لگائے گئے جے کی مورت کو پھانسی دیگئی۔ اخبارات میں واشنگٹن کے خلاف سخت الفاظ لکھے گئے۔ ان حملوں سے متاثر ہوکر واشنگٹن نے ۷ ار ستمبر ۱۷۹۶ء کو اپنا رخصتی خطبہ دیا اور رخصت ہوگیا واشنگٹن جس نے فوجی خدمات سے زیادہ انتظامی امور انجام دیے تھے ۱۴ ار دسمبر ۱۷۹۹ء کو فوت ہوگیا۔

واشنگٹن کی نسبت مختلف آراء

واشنگٹن کے متعلق اہل امریکہ کی راے بیان کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ وہ اسکو اپنے ملک کا باپ سمجھتے ہیں اور اُسکو ایک معیار بنا رکھا ہے جس سے وہ تمام مدبرین اور محبان وطن کو جانچتے ہیں اور سب میں نقص پاتے ہیں۔ ہم یہاں صرف غیر ملکی اشخاص کی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ وہ محب وطن، سپاہی، مدبر اور انسان کی حیثیت سے تاریخ کی اگلی صف میں نظر آتا ہے اور اپنی عمر بھر کی حب الوطنی میں وہ غالباً عدیم المثال ہے۔

لارڈ بروگہم اُسکو اپنے زمانے کا سب سے بڑا آدمی کہتا ہے بلکہ یہانتک سمجھتا ہے کہ وہ ہر زمانہ کا سب سے بڑا آدمی تھا

ارل اسٹین ہوپ لکھتا ہے کہ واشنگٹن کے دماغ میں وقت کی پابندی تھی اور کسی کام کو بالکل ٹھیک طور پر کرنا کبھی خودغرضی کیلیے نہیں تھا۔ اسکی عادات کی متواتر باقاعدگی کسی بیجا تصنع کے ساتھ نہیں تھی۔ صورت شکل میں واشنگٹن نہایت مضبوط اور قدآور آدمی تھا۔ وہ چھ فیٹ سے زائد طویل تھا۔ اُسکا چہرہ متین اور جوش کے بغیر فیصر ساں تھا۔ اُسکے برتاؤ سے دوست و دشمن سب خوش تھے اور کبھی اسکی تحقیر کیلیے آمادہ نہ تھے۔ اُس میں تصنع اور چالاکی قطعاً نہ تھی طلیطلہ کے قدیم

باشندے اپنی تلوار پر یہ الفاظ کندہ کراتے تھے "بلا وجہ مجھے نہ نکالو اور کارِ نمایاں کے بغیر میان میں نہ رکھو۔" سچ یہ ہے کہ واشنگٹن کی تلوار اس مقولہ کی مصداق تھی۔ ڈاکٹر جانسن نے جو اکثر بہ امریکیوں کی نسبت کہا تھا کہ "حبشیوں کے ہانکنے والے کس طرح آزادی کے مستحق ہیں" کم از کم اسکا یہ قول واشنگٹن پر چسپاں نہیں ہے کیونکہ اُسنے ایک وصیت اسی بنا پر تیار کی تھی کہ وہ انکے غلاموں کو آزاد کردے"۔ اس پر اپنے اوپر قابو رکھنے کا بھی خاص ملکہ تھا۔ صداقت اور دیانت کے صفات ہمیشہ اسکے ساتھ ہے

جان رچرڈ گرین کی رائے میں اسکی خاموش مزاجی سے اُسکی مکمل نفس کشی کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ وہ اُسکی ظاہری وضع سے اسکی روحانی عظمت کا قائل نہیں تاہم یہ بالکل صحیح ہے کہ نوآبادوں نے اپنے بڑے سردار کی عظمت کا اُسوقت پتہ لگایا جب وہ خطروں اور شکستوں میں سالہا سال تک اس کی آزمائش کر چکے۔ بے شک انھوں نے پھر اس سے وہ عقیدت ظاہر کی اور اس کو ایسا معتمد سمجھا کہ دوسرے لوگوں کو یہ بات کبھی حاصل نہ ہوئی۔

سر آرچی بالڈ ایلی سن کا قول ہے کہ عہد حاضر میں کوئی شخص بے داغ چال چلن کا نہیں گذرا۔ وہ مضبوط ارادہ پختہ دستور العمل ناقابل شکست دیانت رکھتا تھا۔ وہ دیہاتی زندگی کی پاکیزگی اور سادگی کو لیکر ایک فاتح جمہوریت کا سردار بنا۔ اسکو واقعات نے مجبور کیا کہ وہ بڑے درجے پر پہنچے۔ یہ نہیں کہ اُسکا خود ایسا رجحان تھا۔ اُسنے اپنے دشمنوں پر اپنی ترکیبوں کی فراست اور اپنے ذاتی استقلال سے فتح حاصل کی نہ کہ فن جنگ میں اُسکو کسی غیر معمولی ذہانت سے یہ بات حاصل ہوئی۔ وہ کرامویل تھا لیکن اسکی ہمات کے شوق کے بغیر۔ وہ سلاّ تھا لیکن اس کے عیوب کے بغیر۔

فریڈرک فان رومر دنیا کی تاریخ میں واشنگٹن کو ایسے صفات کا مجموعہ سمجھتا ہے جو اور لوگوں میں نہیں پائے جاتے اسکی روح فرقہ بندی تعصب، خودغرضی اور چھوٹے چھوٹے مقاصد سے بالا تھی۔ اُسنے ایک پاک قلب کی ہدایات اور راس فہم و فراست کے مطابق کام کیا جو ہر معاملہ پر غیر جانبدارانہ غور و تعمق کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ واشنگٹن نے جو امریکی جمہوری سلطنت کا بانی ہے یہ صاف طور پر ظاہر کردیا کہ جو شہرت اُسنے تلوار کے ذریعے سے مظالم برپا کیے بغیر اور ہمات کا شوق ظاہر کیے بغیر حاصل کی وہ نجی زندگی میں طاقت یا ظاہری شان و شوکت بغیر قائم رکھی جاسکتی ہے۔

ایڈمس کی صدارت، فرانس وغیرہ سے جنگ

واشنگٹن کے بعد مرکزی حکومت کے موافقین اور ریاستی حکومت کے طرفداروں میں سخت ہنگامہ برپا ہوا۔ اول الذکر نے جان ایڈمس کو نامزد کیا اور آخر الذکر نے ٹامس جیفرسن کو۔ ایڈمس صدر منتخب کیا گیا اور جیفرسن نائب صدر۔ واشنگٹن

اور دوسرے لوگوں کے انتظام مملکت میں یہ بڑا فرق ہے کہ وہ محض قوم کا سردار تھا اور یہ لوگ صرف ایک فریق کے اور بعدازاں قوم کے سردار ہوئے۔ واشنگٹن کے پندرہ سال بعد تک (۱۷۹۷ء سے ۱۸۱۲ء) یہ حکمت عملی رہی کہ دیگر سلطنتیں کیا کر رہی ہیں نہ یہ کہ ریاستہائے متحدہ کو کیا کرنا چاہیے۔ یورپ میں امریکہ کے خلاف دو سلطنتیں تھیں ایک انگلستان اور دوسری فرانس۔ اس موقع پر فرانس سے تعلقات کشیدہ ہوگئے تھے چارلس پنکینے جو فرانس میں سفیر تھا اسے واپس چلے جانیکا حکم دیا گیا حالانکہ امریکی جہازات اور انکے مسافرین کے خلاف سخت احکام صادر ہو رہے تھے تاہم فرانس کو ایک سفارت بھیجی گئی لیکن بیکار ثابت ہوئی اور جنگ چھڑ گئی۔ بجز اسکے کہ سمندروں پر جہازات کی لوٹ کھسوٹ ہوئی اور کوئی لڑائی نہوئی۔ اس جنگ کا یہ نتیجہ بھی اچھا ہوا جسنے مغرور فرانس کو خاکسار بنادیا اور ۱۸۰۰ء میں صلح ہوگئی اس عرصہ میں کچھ غیرملکی اور بغاوت کے قوانین بھی پاس کیے گئے۔ غلامی کے سوال پر بھی مباحثہ ہوا لیکن کانگریس نے جہاں کہیں غلامی موقوف ہوگئی تھی اُسکے دوبارہ رواج کو قطعاً ممنوع قرار دیا۔

جیفرسن کی صدارت

دوبارہ انتخاب کے موقع پر جیفرسن صدر بنایا گیا۔ اسنے حکومت کے تمام عہدے اپنے فریق سے بھر لیے ۱۸۰۱ء میں دوبارہ مردم شماری ہوئی کل تعداد ۵۳۱۹۷۶۲ تھی یعنی دس سال میں چودہ لاکھ کا اضافہ ہوا۔ طرابلس سے جنگ ہوئی جو اس طرح واقع ہوئی کہ ایک جہاز ۱۸۰۳ء میں بحیرہ روم میں پھنس گیا جس [illegible] نے اسکو دق کیا۔ بعدازاں وہ جہاز طرابلس کے کنارے پر غرق ہوگیا اور اہل جہاز گرفتار کرلیے گئے انکو غلام بنایا گیا لیکن پھر امریکہ کا ایک جنگی جہاز پہنچا کچھ لڑائی کے بعد صلح ہوگئی اور امریکیوں کو فدیہ دیکر آزاد کردیا اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہوگیا جیفرسن کے زمانے میں فارغ البالی روز افزوں ہوتی گئی۔ قومی قرضہ بھی بہت کم ہوگیا۔ ریاستہائے متحدہ کا رقبہ بھی تقریباً دوگنا ہوگیا جیفرسن دوبارہ بھی منتخب ہوا لیکن ۱۸۰۹ء میں اُس نے صدارت اپنے جانشین میڈی سن کے حوالے کی۔

میڈی سن کی صدارت

میڈی سن کی صدارت کے زمانے میں آخرکار انگلستان سے جنگ چھڑ گئی جسکو امریکی دوسری جنگ آزادی کہتے ہیں اور انگریز اس جنگ کو نپولین کی موافقت کا نتیجہ بتاتے ہیں امریکیوں نے انگریزوں کے جنگی جہازات کے ایک بیڑہ کو سخت نقصان پہنچایا اور ریاستہائے متحدہ اور کناڈا کی سرحدوں پر جو لڑائیاں ہوئیں اس میں اگرچہ امریکینو شکستیں ہوئیں

لیکن نتیجہ ریاستہائے متحدہ کے موافق نکلا۔ یہ جنگ ۱۸۱۲ء کے نام سے موسوم ہے اور یہ جہازوں کی تلاشی کی بنا پر ہوئی تھی ۱۸۱۴ء میں اس جنگ کا خاتمہ ہوا اور انگلستان نے اپنے حق دوبارہ تلاشی جہازات سے دست برداری دیدی۔

باب یازدہم

جمہوریت کی ترقی (۱۸۱۴ء سے ۱۸۴۸ء)

جان بیک میک ماسٹر لکھتا ہے کہ آخر کار پچیس برس کے بعد باشندگان ریاستہائے متحدہ اپنے معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق غیر اقوام کے دخل کیے بغیر طے کرنے کیلیے آزاد ہو گئے ۱۷۹۳ء سے ۱۸۱۵ء تک جن سوالات نے پبلک کے دماغ کو مشغول رکھا وہ ذیل میں درج ہیں۔ غیر جانبدارانہ حقوق کونسل کے احکامات، فرانسیسی فرمان، تلاشی جہازات، مال تجارت پر بندشیں، صلحنامے، عدم ارتباط کے قوانین، بحری فیصلہ جات، بندرگاہوں کا بند کر دینا، انگلستان کا طرز عمل فرانس کی روش، فرانسیسی ڈائرکٹری کی گستاخی، نپولین کی فتوحات، عہد شکنی اور دغا بازی، پس آئندہ بہت عرصے تک مسائل حاضرہ حسب ذیل رہے۔ روپے کی قیمت، قومی بنک، مصنوعات، مال تجارت پر محاصل، اندرونی ترقیاں۔ بین الاقوامی تجارت، اراضی نزول، مغرب کی حیرت انگیز نشوونما، ریاستوں کے حقوق، غلامی کی وسعت اور طرز حکومت میں عدالت العالیہ کی صحیح جگہ۔

منرو کی صدارت

روپے کی قیمت قائم رکھنے کیلیے اور عام طور پر مالی حالت درست کرنے کیلیے مارچ ۱۸۱۶ء میں ریاستہائے متحدہ کے نئے بنک کو سند عطا کی گئی۔ یہ تمام امور ایک دن میں انجام کو نہیں پہنچے اور نہ تجارت وصنعت فوراً پیدا ہو گئیں اسکے برعکس ناکامی اور مایوسی کا طویل زمانہ گذرا جس میں انفرادی ثروت غائب ہو گئی اور قومی ذخائر ناکام رہے۔ لیکن گذشتہ جنگ سے ملک میں جو بدامنی ہو گئی تھی عام رجحان اس سے جلد نجات پانے کی طرف تھا۔ میڈی سن کا پر مصائب زمانہ ختم ہو گیا اور جیمس منرو آئندہ آٹھ سال تک (۱۸۱۷ء سے ۱۸۲۵ء) تک صدر رہا۔ منرو ابتدا میں غیر معتدل خیالات کا آدمی تھا لیکن بعد ازاں وہ معتدل خیالات کو پسند کرنے لگا اور تمام فرقے اُس سے اس قدر خوش ہو گئے کہ انتخاب کے موقع پر صرف ایک شخص نے اُسکے خلاف رائے دی تھی۔ پرانی فرقہ بندیاں ختم ہو گئی تھیں۔

جنگ سیمینول اور فلوریڈا کا حاصل ہونا

نیا عہد شروع بھی نہ ہونے پایا تھا کہ جورجیا اور فلوریڈا کے اہل کریک سے جنگ سیمینول شروع ہو گئی سرحدیوں اور ہندوستانیوں میں جو ابتک کہیں کہیں اس مملکت میں پائے جاتے تھے کئی سال تک جھگڑے رہے اور آخر کار نومبر ۱۸۱۷ء میں ریاستہائے متحدہ نے اپنے فیصلہ سے ہندوستانیوں کو مملکت باہر کر دیا۔ دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ ابتدا میں دونوں جانب سے قتل عام کیے گئے لوٹ مار، آگ لگانا اور قتل کرنیکی مہمات کی گئیں، پھر اس بہانے سے کہ اہل اسپین نے ہندوستانیوں کو امریکیوں کے خلاف بھڑکا دیا ہے انھوں نے جنرل اینڈریو جیکسن کی ماتحتی میں جو اہل کریک کے فاتح کے نام سے موسوم تھا اہل اسپین کے خلاف کوچ کیا۔ اگرچہ اس جنگ کا نام سیمینول ہے مگر اس کو جنگ فلوریڈا بھی کہہ سکتے ہیں سفیر اسپین نے مملکت فلوریڈا کے حملے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لہذا فوراً فلوریڈا کو واپس کر دیا گیا۔

فلوریڈا کئی لحاظ سے امریکیوں کی نگاہ میں کھٹک رہا تھا۔ سرحدوں کے جھگڑے تو چلے ہی جا رہے تھے لیکن بعد ازاں یہ اور مصیبتیں نازل ہوئیں کہ مجرمین وہاں جا کر پناہ گزین ہو جاتے تھے۔ غلام بھی وہاں بھاگ جاتے تھے۔ ممنوع مال تجارت فروخت کرنیوالے وہاں چلے جاتے تھے جہازی لٹیرے وہاں رہتے تھے اور ہندوستانی وہاں تھے جنکو فلوریڈا نے نہ صرف جائے پناہ دے رکھی تھی بلکہ جیسا کہ گذشتہ لڑائی میں ظاہر ہوا انکو لڑنے کے لیے شہ بھی دی تھی۔

اسپین کے حکام جو ریاستہائے متحدہ کے لوگوں کی وقعت کرنیکی طرف مائل نہ تھے دوسرے لوگوں پر بھی کوئی قابو نہ رکھتے تھے تاکہ وہ انسے اہل امریکہ کا لحاظ یا پاس کرائیں۔ لہذا ریاستہائے متحدہ نے اپنا یہ خیال کہ فلوریڈا کو خرید لیا جائے از سر نو ظاہر کیا، چنانچہ ایک صلحنامہ تحریر ہوا پچاس لاکھ ڈالر کی ادائگی پر جو اسپین کو وہاں کے شہریوں کو ادا کرنا تھا اس طاقت نے مشرقی اور مغربی دونوں فلوریڈا سے ۲۲ فروری ۱۸۱۹ء کو دست برداری دے دی۔ لیکن تقریباً دو برس کے بعد اسپین نے اس عہدنامہ کی تصدیق کی اور پورے دو برس کے بعد ۱۸۲۱ء میں مملکت فلوریڈا ریاستہائے متحدہ کا جزو بن گئی۔

غلامی کا سوال | اس سوال پر بیحد مباحثہ ہوا بعض لوگ اسکی مخالفت میں تھے اور بعض لوگ اسکی موافقت میں

عرصے تک یہ سوال اہل امریکہ کو پریشان کرتا رہا آخرکار یہ ظاہر ہوا کہ اہل امریکہ بحیثیت ایک قوم غلاموں کی خرابیوں سے ناواقف نہ تھے اندرون ملک غلامی کی تجارت کی اجازت دیگئی اور اسکی توسیع کی گئی لیکن بیرونی تجارت غلامان مسدود کر دی گئی اور ۱۸۱۶ء میں چودہ ہزار غلام جو باہر سے آگئے تھے انکی واپسی کیلیے بھی سلطنت نے کچھ ذرائع بہم پہنچائے لیکن بہت عرصے تک وہ لوگ اپنے وطن کو واپس نہ جاسکے جبکہ قوم اس سوال پر بیحد لڑ جھگڑ رہی تھی تو لافیٹی فرانس سے آیا اُسکا ضرورت سے زیادہ عزت کیساتھ استقبال کیا گیا اور وہ ایک سال تک ریاستہائے متحدہ میں رہا اسکی بیحد خاطر تواضع کی گئی اور اسکو ریاستہائے متحدہ کا شہری قرار دیا گیا۔ نیز اُس کو دو لاکھ ڈالر بھی اسکی گذشتہ خدمات کے صلہ میں عطا کیے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کو جو کچھ بھی دے دیا جاتا وہ سب کا اہل تھا۔

اصول منرو

اب ریاستہائے متحدہ خود مختار ریاستوں کی ایک مجموعہ تھیں جو کناڈا سے لیکر پٹیاگونیا تک پھیلی ہوئی تھیں دوسری ریاستیں وسطی اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیاں تھیں جنکو ہسپین نے قائم کیا تھا ان ریاستوں نے عرصہ تک بغاوت میں کیں اور یہ بہت دنوں تک لڑتی رہیں قبل اسکے کہ انکے شمالی ہمسایہ نے ۱۸۲۲ء میں انکی خود مختاری کو تسلیم کیا تو شرائط صلح کے وزرا ایک ہی وقت میں میکسیکو، کولمبیا، بینوز آئرس اور چلی کیلیے مقرر کیے گئے۔ ریاستہائے متحدہ نے جنوبی ریاستوں اور یورپ کی خطرناک طاقتوں کے درمیان ایک حفاظتی اور دفعیتی پہلو اختیار کیا یورپ کے اتحادیوں یعنی فرانس آسٹریا، پرشیا اور روس کا مقصد ظاہر تھا کہ وہ اسپین کی امداد اس بارے میں کرنا چاہتے تھے کہ اسکی نئی دنیا کی باغی ریاستیں اُسکے ماتحت رہیں لیکن منرو نے ۲ دسمبر ۱۸۲۳ء کو اپنے ساتویں سالانہ پیغام میں یہ اعلان کیا کہ "اسکی حکومت نے روس سے گفتگوئے صلح کے ذریعے بطور ایک اصول یہ طے کر لیا ہے (جس میں ریاستہائے متحدہ کے مفاد بھی پنہاں ہیں) کہ امریکہ کا براعظم اس آزادانہ اور خود مختارانہ حیثیت کی بنا پر جو اُسنے اختیار کر لی ہے اور جسکو وہ برقرار رکھے ہوئے ہے آیندہ نوآبادی کیلیے کوئی یورپی طاقت استعمال نہ کریگی" صدر نے یہ بھی کہا کہ "ہم ان سلطنتوں سے چونکہ دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں لہذا صاف صاف ہم کہے دیتے ہیں کہ اگر وہ اس نصف کرے میں اس طریقے کو کہیں وسعت دینگے تو یہ بات ہمارے تحفظ اور امن وامان کے سخت منافی ہوگی کسی یورپی طاقت کی موجودہ نوآبادیوں اور محکوم صوبوں سے ہمیں کوئی تعرض نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا لیکن جن ریاستوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور اُسے

برقرار رکھا ہے اور جنکی خود مختاری بہت غور و خوض کے بعد ہم نے عمدہ اصول کی بنا پر تسلیم کر لی ہے ہم کسی ایسی مداخلت کو
جو اُنپر مظالم کرنیکے لیے ہو یا کسی دوسرے طریقے سے انکی قسمت پر دسترس رکھنے والی ہو خواہ کوئی یورپی طاقت کسی طریقے
کے ساتھ اختیار کرے وہ ریاستہائے متحدہ سے دشمنی کا اظہار سمجھی جائیگی" لیکن کانگریس نے اس اصول کو جو اصول منرو کے
نام سے موسوم ہے ضابطہ میں لانا پسند نہیں کیا۔ اسکا اصل مقصد صرف یہی تھا کہ دیگر ہمسایہ ریاستوں کی
خود مختاری کی حمایت کی جائے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قابل وقعت کارنامہ تھا۔

جے۔ کیو۔ ایڈمس کی صدارت

جان کوائینسی ایڈمس جو دوسرے صدر کا خلف الرشید تھا ۱۸۲۵ء میں منرو کے بعد صدر منتخب کیا گیا
تجارتی محاصل کا سوال جنوبی باشندگان کو سخت ناگوار تھا۔ انہوں نے اسکو ظالمانہ اور خلاف آئین قرار دیا
۱۸۲۸ء میں صدر کا انتخاب ہوا جس میں مسٹر ایڈمس کو شکست ہوئی اور جنرل جیکسن منتخب کیا گیا۔ ایڈمس
۴ر مارچ ۱۸۲۹ء کو صدارت سے علیحدہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے جانشین کیلیے بے نظیر قومی مرفہ الحالی چھوڑی
تمام دنیا سے عمدہ تعلقات برقرار رکھے قومی قرضہ بہت کم ہو گیا اور پچاس لاکھ ڈالر خزانہ عامرہ میں جمع ہو گئے۔

جیکسن کی صدارت

اینڈریو جیکسن نے صدر ہوتے ہی سیکڑوں آدمیوں کو جو حکومت کے انتظام میں ملازم تھے برطرف کر دیے۔ پچھلے
چالیس سال کے اندر صرف ساٹھ آدمی علیحدہ کیے گئے تھے جیکسن کے اِس فعل کے خلاف کثرت سے لوگ تھے اور وہ
فرقے بندی کی حکومت پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر بعض لوگ یہ رائے بھی رکھتے تھے کہ ماتحتوں کی بھی وہی رائے
ہونی چاہیے جو اُنکے افسران کی ہے ورنہ انتظام مملکت ناممکن ہے اور اس بنا پر جیکسن کے فعل کی تائید کرتے تھے
جیکسن نے بینک اور مالی گڑبڑ کو بھی درست کیا۔ اسکے دوران حکومت میں ہندوستانیوں سے بھی اکثر جھگڑے
ہوتے رہے۔ ہندوستانیوں کو دریائے مسیسپی کے مغرب میں آباد کرنیکی کارروائی جاری رہی اور اس سے بدامنی
پھیلتی تھی۔ اہل کریک اور دیگر ہندوستانی فرقوں کو ریاستہائے متحدہ کی فوجوں نے آخر کار مطیع بنا لیا۔ بیرونی
ممالک سے بھی تعلقات کشیدہ رہے لیکن آخر کار ان سے بھی معاملات دوستانہ طریقے پر طے پا گئے۔ ارکناس اور
مچگن دو نئی ریاستیں اتحاد میں شامل ہو گئیں۔ ۴ر مارچ ۱۸۳۷ء کو وہ اپنے عہدے سے نیکنامی کیساتھ رخصت ہوا

فان برن کی صدارت

مارٹن فان برن ریاستہائے متحدہ کا آٹھواں صدر تھا۔ اسکے زمانے سے یعنی ۴ مارچ ۱۸۳۷ء سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے جسقدر صدر منتخب کیے گئے وہ سب برطانوی اصل تھے اور یہ ڈچ نسل سے تھا یہ اسوقت پیدا ہوا تھا جب آزادی کی عظیم جدوجہد ختم ہوگئی تھی اور قوم کی پیدایش عمل میں آگئی تھی۔

جسوقت ایک ربع صدی پیشتر میکسیکو کے جھگڑے میں ۱۸۱۳ء میں اسپین کے خلاف ریاستہائے متحدہ نے شرکت کی تھی تو اسوقت یہ طے نہیں تھا کہ ٹیکساس کی ملکت لوزیانہ کا جزو تھی یا میکسیکو کا۔ اور اسکی سرحد بھی صلح فلوریڈا کے وقت (۱۸۱۹ء) ۱۸۳۱ء تک طے نہ ہوئی تھی۔ اُسوقت ٹیکساس کو صاف طور پر اسپین کے حوالے کر دیا گیا تھا اور اسکے قبضے سے یہ باغی میکسیکو کے اختیار میں چلا گیا تھا۔ بعد ازاں اُس نے اپنی خودمختاری کا مطالبہ میکسیکو سے کیا لیکن میکسیکو نے اسکی التجا پر کوئی توجہ نہ کی۔ بلکہ اسکی کلی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے ایک فوج روانہ کی اہل ٹیکساس نے اُسکا مقابلہ کیا اور ۲ مارچ ۱۸۳۶ء کو وہ خودمختار ریاست قرار دیدی گئی۔ اُس کا صدر بھی جداگانہ منتخب کیا گیا لیکن کچھ عرصے کے بعد اُسنے ریاستہائے متحدہ میں شامل ہونیکی درخواست کی جو اس وقت منظور نہ ہو سکی۔

ہیری سن اور جان ٹائلر کی صدارت

جسوقت ہیری سن کا انتخاب ہوا تو جمہوری سلطنت کو پچاس برس گذر چکے تھے ۳۰ تیس لاکھ آبادی سے ایک کروڑ ستر لاکھ آبادی ہوگئی تھی لیکن صدر کی عمر اڑسٹھ سال ایک ماہ کی تھی چنانچہ اپنی صدارت کے ایکماہ بعد وہ ۴ اپریل ۱۸۴۱ء کو انتقال کر گیا۔ جان ٹائلر جو نائب صدر تھا شرطہ کے قاعدے کے مطابق صدر ہو گیا۔ اُس کے عہد میں خزانے کا قانون منسوخ کیا گیا۔ اور عام قانون دیوالیے کا نفاذ کیا گیا۔ بہت سے ایماندار آدمی جو قرضہ کے بار کے نیچے دبے ہوے تھے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے اس قانون سے بیحد مستفید ہوے۔ صلحنامہ واشنگٹن سے جسکی تصدیق ۲۰ اگست ۱۸۴۲ء کو ہوئی تمام معاملات جو حکومت برطانیہ سے غیر معین چلے آتے تھے طے ہوگئے اور یہ صلح اہل امریکہ کے لیے نہایت موافق ثابت ہوئی۔

ریاست ارکنساس کے شمول کے بعد مچیگن ۲۶ جنوری ۱۸۳۷ء کو داخل ہوئی تھی ریاست آئیووا ۳ مارچ ۱۸۴۵ء کو اور فلوریڈا ۱۸۴۵ء میں اتحاد کی ارکان بنگئیں۔ یکم مارچ ۱۸۴۵ء کو ریاست ٹیکساس کو بھی اتحاد میں سخت اختلاف کے باوجود داخل کر دیا گیا

جنگ میکسیکو

میکسیکو اس ریاست ٹیکساس کے داخلے پر ناخوش ہوا اور اُسنے ۲۳ مئی ۱۸۴۶ء کو جنگ کا اعلان کر دیا

تین ہزار فوج ریاستہائے متحدہ نے میکسیکو کے خلاف روانہ کی اور ٹیکساس نے خود پچاس ہزار رضاکار فراہم کیے، اور ریاستہائے متحدہ نے بھی اور فوجیں بھیجیں، ٹائلر صدر خود بھی نبرد آزما ہوا سخت معرکے اور لڑائیاں ہوئیں، آخرکار ۲ فروری ۱۸۴۸ء کو ایک صلح کی رو سے میکسیکو نے تمام صوبۂ ٹیکساس نیو میکسیکو اور بالائے کیلیفورنیا سے دست برداری دے دی۔

باہمی نااتفاقی ۱۸۴۸ء سے ۱۸۶۵ء

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امریکیوں میں دو فرقے ہو گئے تھے، اس زمانے میں (یعنی ۱۸۴۸ء لغایت ۱۸۶۵ء) ان دونوں فرقوں کے باہمی عناد و مخاصمت کا بہت زور رہا زیادہ تر غلامی کے سوال کو نہایت اہمیت حاصل ہوئی اور یہی دونوں فرقوں کی جنگ و جدل کا باعث ہوا۔ شمال کی ریاستیں غلامی کے رواج کی سخت مخالف تھیں اور جنوب کی ریاستیں اُسی قدر موافق تھیں۔ جب معاملہ اسقدر خطرناک ہو گیا کہ اتحاد کے علیحدہ ہو جانیکا اندیشہ ہو گیا تو ہنری کلے نے ۲۹ جنوری ۱۸۵۰ء کو ایسی مصالحت آمیز تجاویز پیش کیں کہ دونوں فریق راضی ہو جائیں۔ ڈینیل ویبسٹر صدر تھا اُسکے عہد میں اُن تجاویز پر خوب مباحثہ ہوا۔ بعد ازاں ٹیلر صدر نے خود ان تجاویز کے خلاف تھا کسی طرح اپنی رضامندی نہیں دی مگر حسن اتفاق سے ٹیلر کا انتقال ہو گیا اور دونوں فریقوں نے تصفیہ تسلیم کر لیا، کچھ دنوں تک ملک میں خاموشی اور امن و امان رہا۔ اس کے بعد ردعمل شروع ہوا۔ چچا ٹام کی کوٹھری کے نام سے مسز اسٹو نے ایک ناول لکھا جس میں غلاموں کی حالت زار دکھلائی، یہ ناول اسقدر مقبول ہوا کہ نہایت قلیل عرصے میں اسکی تین لاکھ کاپیاں فروخت ہو گئیں اسکا تماشہ بھی دکھایا گیا اور بیشمار تماشائی اسکو دیکھنے کیلیے آئے اب تک ایسا کامیاب تماشا کوئی نہیں ہوا تھا۔ لطف یہ ہے کہ جنوب کی ریاستیں بھی جو غلامی کی حامی تھیں اس کتاب کو پسند کرتی تھیں اور وہاں بھی اسکی خوب بکری ہوئی۔ اس مقبولیت کی یہ وجہ تھی کہ روزانہ زندگی میں جو غلاموں کی حالت تھی وہی بجنسہ دکھائی گئی تھی اور چونکہ ہر شخص اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کتاب میں ہی پڑھکر متاثر ہوتا تھا اسکے بعد پناہ گزیں غلام کے قانون سے لوگوں میں بےچینی کے آثار ظاہر ہونے لگے بڑے بڑے آدمیوں اور حکومت نے سخت کوشش کی کہ بدامنی پھیلنے نہ پائے مگر سب کچھ بیکار ثابت ہوا ہر طرف مخالفت اور غلط فہمی پھیل گئی کوئی عدد اس بڑھتی ہوئی آگ کو دبا نہ سکا جان براؤن نے غلاموں کی حمایت میں حکومت کے خلاف بغاوت شروع کر دی اسکے کچھ ساتھی مارے گئے اور کچھ گرفتار کر لیے گئے خود اسکو پھانسی کی سزا دی گئی۔ اب اسکو اسکی بےغرضی کی وجہ سے ایک قومی سورما خیال کیا جاتا ہے چونکہ شمالی اور جنوبی ریاستوں کی آبادی میں بھی روز بروز فرق ہوتا جا رہا تھا دولت اور ذرائع بھی

روز افزوں تھے شمالی ریاستوں کا سیاسی غلبہ بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ جو جانسن صدر منتخب کیا گیا۔ اسکے انتخاب کے بعد جنوبی کیرولینا نے اتحاد سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ اور ریاستوں نے بھی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اسکے شریک حال ہو جائینگی اس ریاست نے ہتھیار اور بارود وغیرہ خریدنے شروع کر دیے اور چار اور ریاستیں اس سے جا ملیں ۴ رمارچ ۱۸۶۱ء کو نامور صدر ابراہیم لنکن کا انتخاب ہوا۔ اُسوقت تک سات ریاستیں اتحاد سے علیحدہ ہو گئی تھیں حکومت نے بحری اور بری فوج درست کر کے پہلے ریاست سوری میں اپنی مہمات شروع کیں اور بہت جدال و قتال ہوا۔ ۱۸۶۲ء کی لڑائی، جزیرہ نما کی مہم اور چانڈ کے سامنے سات دن کی لڑائی پوپ کی مہم ورجینیا کینٹکی اور ٹینی سی کی مہم ۱۸۶۳ء گیٹس برگ کی لڑائی وکربرگ کی مہم، اٹلانٹا کی مہم، بیابان کی مہم وغیرہ وغیرہ مشہور ہیں۔ آخر کار یہ طے پا گیا کہ کوئی ریاست اتحاد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اور اسکو کثرت آرا کا پابند ہونا پڑیگا۔ ان لڑائیوں کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ پرانی غلام بندی کا سوال جاتا رہا۔ لنکن دوبارہ صدر منتخب کیا گیا لیکن ۱۴ اپریل ۱۸۶۵ء کو ایک قاتل نے اسے اپنی گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اُسکے مرنیکا تمام قوم کو بیحد رنج ہوا اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت تک قوم نے کسی کے مرنے پر اسقدر رنج نہ کیا تھا۔ اسکو واشنگٹن کے ساتھ ساتھ قوم کا باپ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ واشنگٹن نے آزادی حاصل کی اور لنکن نے آزادی کو برقرار رکھا۔

اپنے پہلے ابتدائی خطبے میں لنکن صدر نے حسب ذیل بیان دیا تھا:

"ان خیالات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ کوئی ریاست صرف اپنی مرضی سے اتحاد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی نیز ریزولیوشن اور احکام جو اس بارے میں صادر کیے جائیں وہ قانوناً کالعدم اور بے اثر ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کے خلاف خواہ کسی ریاست کے اندر زیادتی کیجائے یا ایک ریاست دوسری ریاست کے خلاف جبر و تعدی سے کام لے تو یہ بات اسوقت کے حالات کی بنا پر بغاوت یا انقلاب پر محمول کیجائیگی پس شروط اور قوانین کے نقطۂ نظر سے میرے نزدیک اتحاد ناقابل شکست ہے۔" اس فقرے سے لنکن صدر کے خیالات ظاہر ہیں یہ بات نہیں کہ وہ شروع ہی میں ایسے خیالات رکھتا تھا نہیں زندگی کی آخری سانس تک وہ ان خیالات پر عمل پیرا رہا۔ جب کانگریس اور صدر کے خیالات بھی بیحد متباین تھے اور جب ملک جنگ و جدل میں مصروف تھا لنکن صدر اپنے اصول سے ایک انچ نہ ہٹا۔ ۱۸۶۵ء کا آغاز ایسے واقعات سے ہوا جن سے جنگ کے خاتمے کا نشان ملتا تھا۔ مشروط کی تیرھویں ترمیم جو ہمیشہ کیلیے غلامی کے انسداد کی نسبت تھی کانگریس نے منظور کر لی تھی اور ریاستوں میں سے تین چوتھائی اسکے موافق ہو گئی تھیں ۴ رمارچ ۱۸۶۵ء کو لنکن نے اپنے دوسرے

خطبۂ صدارت میں ذاتی نہایت عمدہ بات کہی "بلا کسی حسد کے سب سے خوشی کیساتھ ملتے جلتے ہوئے صراط مستقیم کو جیسا کچھ خدا نے ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا کی ہے مضبوطی کیساتھ پکڑتے ہوئے ہمکو جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ جو کام درپیش ہے اُسے ختم کریں، قوم کے زخموں پر مرہم پٹی باندھیں، اسکی خبرگیری کریں جو لڑائی میں ہمارے لیے جان دیتا ہے اور اسکی بیوہ اور یتیم بچے کی پرورش کریں مختصر یہ کہ ہم وہ سب کچھ کریں جس سے آپس میں اور تمام دوسری قوموں سے ابدی صلح قائم رہے"

صدر لنکن کے بعد اینڈرو جانسن صدارت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوا، اسکا زمانہ نہایت شور وشغب کا تھا کانگریس اور صدر میں بعید اختلاف رہا، کانگریس کے ریزولیوشن کو صدا کثر مسترد کرتا رہا آخر کار صدر پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا لیکن دو تہائی آرا میں صرف ایک رائے کی کمی رہی اور اسلیے اُسکو الزام سے بری کیا گیا، اسکے زمانہ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ جزیرہ نما الاسکا روس سے خرید لیا گیا، اسکے بعد گرانٹ صدر منتخب کیا گیا، اسکے زمانہ میں برطانیہ سے ۸ رمئی کو صلحنامۂ واشنگٹن کے نام سے ایک صلح ہوئی جسکی رو سے شمال ومغرب کی حدود قائم ہوگئیں، کناڈا کی ماہی شکارگاہوں کے قضیہ کا تصفیہ ہوگیا اور جہاز الاباما کے نقصانات کا معاوضہ برطانیہ نے دینا تسلیم کرلیا، ۱۸۷۶ء میں ایک صدسالہ نمائش فلے ڈلفیا میں ہوئی اب مرکزی حکومت بہت زیادہ طاقتور ہوگئی تھی، جن ریاستوں نے بغاوت کی تھی وہ سب مرکزی حکومت کے تابع فرمان ہوگئیں، ریاستہائے متحدہ میں اور بھی نئی ریاستیں شامل ہوتی رہیں یہاں تک کہ ان کی تعداد پینتالیس ۴۵ ہوگئی۔

گرانٹ کے بعد ہیز، گارفیلڈ، آرتھر، کلیولینڈ، ہیریسن، میک کنلی اور روزولٹ وغیرہ صدر ہوے ان کے زمانے میں ریاست ہائے متحدہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہیں۔

باب دوازدہم (۱۲)

ریاستہائے متحدہ ۱۸۶۵ء کے بعد

خانہ جنگی مابین شمال وجنوب، ریاستوں کے اتحاد کو فاتح بناکر ختم ہوئی لیکن اکثر مسائل لاینحل رہے جنکے حل پر تعمیری کام کے اختتام کا انحصار تھا، جنوب کے باشندوں کی حالت زار جنھوں نے جنگ میں سب کچھ لگا دیا تھا اور رکھو دیا تھا چالیس لاکھ حبشیوں کا مستقبل جو حال ہی میں آزاد ہوے تھے، مرکزی حکومت کا باقاعدہ طور وطریق یہ اہم سوالات تھے مرکزی حکومت کے شرائط میں کوئی دفعہ کسی ریاست کے علحدہ ہونے یا دوبارہ شمول کی نہ تھی اور مفتوحہ فرقوں کے اوپر

مرکزی حکومت کو کیا کیا اختیارات ہیں یہ بھی تحریر نہ تھا، یہ اختیارات بلحاظ ضرورت وسیع ترین ہونے چاہیے تھے صرف چند دُھندلی دفعات ایسی تھیں جن سے یہ باتیں اخذ کی جاسکتی تھیں لیکن انکے مختلف معانی بھی ہو سکتے تھے علاوہ ازیں مالی اشکالات کا سامنا تھا جو جنگ کے تباہ کن صرفہ اور اسکو پورا کرنے کے لیے ٹیکس لگانیکی وجہ سے رونما تھیں،

پہلے صدر لنکن اور اُسکے جانشین جانسن کو شمال کے متقدر سیاسی رہناؤں سے اختلاف رہا اور چھ برس تک اسی حیص وبیص میں یہ معاملہ لٹکا رہا، چنانچہ جنوب کی دوبارہ تعمیر کے کام پر عمل درآمد نہو سکا۔ لنکن اور جانسن جنوب کی ریاستوں سے ملائمت اور ملاطفت کا برتاؤ کرنا چاہتے تھے تاکہ جنوب اپنے زخموں اور صدموں کو جلد بھول جائے اُنکا یہ خیال تھا کہ جنوبی ریاستوں نے اپنی علیحدگی سے لازماً اپنا آئینی درجہ نہیں کھو دیا ہے اور اسلیے عام معافی اور فیاضی کا برتاؤ اُنکو اُنکے حقوق واپس دلادیگا۔ برخلاف اسکے شمال کے غیر معتدل اصحاب جیسے کہ سمز اور اسٹیونس تھے یہ رائے رکھتے تھے کہ انھوں نے اپنے افعال سے شرطیہ کو توڑ ڈالا ہے اور ریاستوں کے اتحاد کی حکومت جس طرح اُنسے چاہے برتاؤ کرسکتی ہے۔ جانسن میں لنکن جیسا نہ سلیقہ تھا اور نہ رحم۔ اگرچہ جانسن کا صدارتی خطبہ اشتعال انگیز تھا لیکن اُسنے لنکن کی فرزانہ حکمت عملی کو اختیار کیا اور جن ریاستوں کے شہریوں نے حلف وفاداری اُٹھا لیا تھا ان میں باقاعدہ حکومتیں قائم کرنیکا کام شروع کردیا۔ ان تدابیر سے لنکن کی وفات سے قبل ہی ورجینیا، ٹینی سی، لوزیانا اور آرکنساس میں حکومتیں قائم ہوگئیں، لہذا جانسن نے اس کام کو جاری رکھتے ہوئے تمام اتحادی ریاستوں میں بجز ٹیکساس آئینی حکومت قائم کردی، اور دسمبر ۱۸۶۵ء کی منعقدہ کانگریس سے قبل یہ کام اختتام کو پہونچگیا، دوبارہ تعمیر کا کام شروع ہوچکا تھا، جنوب کی حکومتیں اپنی تمام گڑبڑ خصوصاً حبشیوں کے سوال کو درست کرنیکی کوشش کر رہی تھیں بدقسمتی سے جانسن صدر کے دوبارہ تعمیری کام دربارہ حکومت کو اہل شمال نے شبہ کی بلکہ مخاصمت کی نظر سے دیکھا گورے اور کالے آدمیوں میں جو امتیازات تھے اور جنکی وجہ سے صرف گورے رضاکاروں کی فوج بھرتی کیجاتی تھی اُسنے اتحادی رہناؤں کے خوف کو اور بڑھا دیا، انکو اندیشہ ہوا کہ شاید جنوبی ریاستیں بھی غیر مطمئن رہیں اور حبشیوں کو مزید تکالیف پہنچیں، چنانچہ کانگریس میں دوبارہ تعمیری کام کے متعلق صدر سے سوالات کیے گئے صدر نے اُلموں کو باغی کہا۔ کانگریس نے آزاد شدہ آدمیوں کا ایک محکمہ بنانیکا قانون پاس کیا لیکن صدر نے اُسے مسترد کردیا۔ اسپر کانگریس نے انسانی حقوق کا مسودہ پاس کیا جس سے آزاد شدہ آدمی (خواہ حبشی ہوں یا پہلے غلام رہچکے ہوں)

کو وہی حقوق دیے گئے جو گورے آدمیوں کو حاصل تھے، کانگریس نے جون ۱۸۶۶ء میں تعمیری کام کی کمیٹی مقرر کی۔ جسنے اپنی رپورٹ اور ترمیمات پیش کیں اور اعلان کیا کہ جنوبی ریاستوں کے حقوق زائل ہو گئے ہیں اور جانسن نے جو حکومتیں قائم کی ہیں وہ خلاف قانون ہیں۔ لیکن ایک اور مسودۂ قانون پاس کیا گیا جس سے ہر ریاست کو نیابت کا حق اس شرط پر عطا کیا گیا کہ وہ ترمیمات کی تصدیق کرے۔

کانگریس کے انتخابات بڑی جد وجہد کیساتھ عمل میں آئے لیکن فتح اسی فریق کی رہی جو کانگریس کی طرفدار تھی۔ جنوبی ریاستوں نے اسکے جواب میں چودھویں ترمیم اور کانگریس کے عطیہ کو رد کر دیا، تمام کارروائی بند ہو گئی۔ غیر معتدل احرار نے فوراً دوبارہ تعمیر کے قوانین کانگریس میں پاس کر دیے جن سے جنوبی ریاستوں کے پانچ اضلاع کو فوجی حکومت کے تابع بنا دیا اور دیگر موجودہ حکومتوں کو صرف عارضی ظاہر کیا، اور حبشیوں کو رائے دینے کا حق عطا کر دیا، اسکے بعد کانگریس نے ایک قانون بنایا جس سے صدر کے انتظامی اختیارات محدود کر دیئے۔ کانگریس کی تقریریں اب عالمانہ ہونیکے بجائے غضب آمیز ہونے لگیں، مارچ ۱۸۶۸ء میں جانسن صدر کو خلاف قانون جنرل اسٹینٹن کے علیحدہ کر دینے پر ملزم قرار دیا گیا لیکن صرف ایک رائے کی کمی سے اسکو سزا نہ دیگئی، جنوبی ریاستوں کا دوبارہ تعمیری کام فوجی نگرانی میں جاری رہا، ۱۸۶۸ء میں صدر کا انتخاب ہوا اور گرانٹ منتخب ہو گیا، ۳۰ مارچ ۱۸۷۰ء کو بڑی دقت سے پندرھویں ترمیم بھی جو حبشیوں کی حفاظت کیلیے تھی منظور ہو گئی اور دوبارہ تعمیری کام ختم ہو گیا۔ اسکے بعد کاغذ کے روپے کا سوال پیدا ہوا اور وہ بھی ریاستہائے متحدہ کے اس اقرار پر کہ جلد سے جلد روپیہ ادا کیا جائیگا طے ہو گیا، اسکے بعد اندرون ملک کے ٹیکس کو کم کیا گیا اور جنوبی ریاستوں کے سرکاری قرضہ کو قائم رکھا گیا، ۱۸۷۱ء میں سرکاری ملازمتوں کے دروازے کو مقابلہ کے امتحان سے سب لوگوں کے لیے کھول دیا گیا، بہت سے اہم بیرونی معاملات جو ابتک غیر منفصل چلے آتے تھے طے ہو گئے۔ جرمنی اور چین سے صلحنامے ہو گئے لیکن زیادہ اہم سوالات فرانس اور برطانیہ عظمیٰ سے طے ہونے باقی تھے، میکسیکو کے معاملات میں نپولین سوم کی مداخلت سے جس سے ان کے اصل اصول منرو پر ضرب پڑتی تھی ریاستہائے متحدہ میں بہت بےچینی پھیل گئی کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ خانہ جنگی سے اتحاد کی بیرونی حکمت عملی کمزور ہو گئی تھی لہذا نپولین کا یہ فعل اشتعال انگیز ہے لیکن بیرونی معاملات کے وزیر نے اپنے ہوش وحواس قائم رکھے اور فرانسیسی افواج کو یورپ واپس بلانیکی ضرورت نے جو پروشیا کی فتح

مقام سیڈ واپر ہونے سے پیدا ہوگئی تھی اس واقعہ کو ہر نہج سے ختم کر دیا جیسا کہ ہم بیشتر ذکر کر چکے ہیں برطانیہ سے بھی صلح ہوگئی اور تمام معاملات طے ہوگئے۔

ہیز صدر کے زمانے میں ملازمت کی خرابیوں کی اصلاح کیگئی اور جنوب کے سفید رہنماؤں کو خوش کرنے کیلیے وہاں سے فوجیں ہٹائی گئیں جو خانہ جنگی کے زمانے سے ابتک چلی آتی تھیں آرتھر صدر کے زمانے میں دو بیویوں کو حدود مملکت سے باہر رکھنے کا قانون بھی پاس ہوا ۱۸۸۲ء میں شرح محاصل کا مسودہ قانون بھی پاس ہوا جس نے بعض اشیاء پر کم محصول کر دیا اور بعض اشیاء پر بڑھا دیا اور اس طرح مصنوعات ملکی کی حفاظت کی گئی۔

کلیولینڈ صدر کے زمانے میں کارخانوں کا قانون پاس ہوا جسکی وجہ سے چند اشیاء پر محصول معاف کیا گیا جب وہ دوبارہ صدر منتخب ہوا تو برطانیہ عظمیٰ سے وینیزویلا کی سرحد کے سوال کا تصفیہ ہوا، اور جزیرہ ہوائی کو ریاستہائے متحدہ میں شامل کر لیا گیا، میک کلنے صدر کے زمانے میں چاندی کے سکے کی بجائے سونے کا سکہ تسلیم کیا گیا اور ڈالر کو جاری کیا گیا، نیز اسکے زمانے میں بیرونی حکمت عملی کا رجحان توسیع کی طرف رہا، اسپین سے جزیرہ کیوبا کے معاملہ میں جنگ شروع ہوئی اور صلحنامہ پیرس سے ۱۰ دسمبر ۱۸۹۸ء کو ختم ہوئی، اسپین نے اپنے امریکی مقبوضات سے دستبرداری دیدی اور کیوبا عارضی طور پر ریاستہائے متحدہ کے قبضے میں آگیا تاکہ بعد ازاں وہ بالکل آزاد ہوجائے۔ اور پورٹوریکو، گام اور جزیرہ فلپائن تاوان جنگ کی ادائیگی میں ریاستہائے متحدہ کے حوالے کیے گئے۔ اب امریکہ دنیا کی طاقت شمار ہونے لگا اور شہنشاہیت کی حکمت عملی شروع ہوئی چنانچہ بہت جلد امریکہ نے چین میں بکسر کی بغاوت کے معاملے میں دخل دینا شروع کیا، جزیرہ فلپائن میں امریکی حکومت کے خلاف اگی نالڈو نے بغاوت کی جو ۱۹۰۲ء میں جاکر فرو ہوئی، میک کلنے دوبارہ صدر منتخب ہوا لیکن اسکے دوبارہ صدر ہونیکے کچھ دنوں بعد جبکہ وہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء کو نمائش بیش گاہ دیکھنے گیا تھا ایک شخص نے اسے گولی سے مار ڈالا مسٹر روزولٹ جو نائب صدر تھا امریکہ کے رواج کے مطابق صدر بنا دیا گیا یہ شخص نہایت مدبر اور زبردست حکمراں تھا، اسنے بغاوت بکسر کے معاملے میں روسیوں کے دعاوی کے خلاف اعتراضات کیے، جنگ روس و جاپان کے خاتمے پر صلحنامہ پورٹسمتھ اسی کی تحریک سے ہوا ۱۹۰۳ء میں نہر پناما کے بنانیکا حق امریکہ کو عطا ہوا، اسکو ۱۹۰۴ء میں دوبارہ منتخب کیا گیا ۱۹۰۷ء میں قانون جلاوطنی پاس کیا گیا جس سے امریکہ میں آباد ہونیوالے کیلیے انگریزی زبان کا علم ضروری اور مناسب مالی حالت لازمی قرار دیگئی

سنہ ۱۹۰۹ء میں مسٹر ولیم۔ ایچ ٹیفٹ صدر بنایا گیا اُسنے ڈاکخانے کے سیونگس بنیک کا طریقہ رائج کیا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹر ووڈرو ولسن کا انتخاب ہوا۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ یورپ میں جرمنی کے خلاف اور انگریزوں کی موافقت میں امریکہ بھی لڑائی میں شریک ہوا۔ جب سنہ ۱۹۱۸ء میں ابتدائی صلح ہوگئی تو ولسن کے چودہ اصول تمام دنیا میں مشتہر کیے گئے اگرچہ اُنپر عملدرآمد نہوا یعنی کسی نہ کسی بہانے سے دوسری چھوٹی اور کمزور قوموں کو آزادی نہیں دی گئی ڈاکٹر ولسن کے بعد مسٹر ہارڈنج اور ان کے بعد مسٹر ہوور صدر منتخب کیے گئے۔ مسٹر ہوور موجودہ صدر ہیں۔

نقشہ صدور امریکہ ذیل میں درج ہے

نمبر	نام	سنہ	سنہ	کیفیت
(۱)	جارج واشنگٹن	سنہ ۱۷۸۹ء	سنہ ۱۷۹۶ء	(دو بار)
(۲)	جان ایڈمس	سنہ ۱۷۹۷ء	سنہ ۱۸۰۰ء	
(۳)	تھامس جیفرسن	سنہ ۱۸۰۱ء	سنہ ۱۸۰۸ء	(دو بار)
(۴)	جیمس میڈی سن	سنہ ۱۸۰۹ء	سنہ ۱۸۱۶ء	(دو بار)
(۵)	جیمس منرو	سنہ ۱۸۱۷ء	سنہ ۱۸۲۴ء	(دو بار)
(۶)	جان کوانسی ایڈمس	سنہ ۱۸۲۵ء	سنہ ۱۸۲۸ء	
(۷)	اینڈرو جیکسن	سنہ ۱۸۲۹ء	سنہ ۱۸۳۶ء	
(۸)	مارٹن فان برن	سنہ ۱۸۳۷ء	سنہ ۱۸۴۰ء	
(۹)	ولیم ہنری ہیری سن	سنہ ۱۸۴۱ء		(۴ اپریل سنہ ۱۸۴۱ء کو وفات پائی)
(۱۰)	جان ٹائی لر	سنہ ۱۸۴۱ء	سنہ ۱۸۴۴ء	
(۱۱)	جیمس کے۔ پوک	سنہ ۱۸۴۵ء	سنہ ۱۸۴۸ء	
(۱۲)	زیچری ٹیلر	سنہ ۱۸۴۹ء	سنہ ۱۸۵۰ء	(جولائی سنہ ۱۸۵۰ء میں وفات پائی)
(۱۳)	ملرڈ فلمور	سنہ ۱۸۵۰ء	سنہ ۱۸۵۳ء	
(۱۴)	فرینکلن پیرس	سنہ ۱۸۵۳ء	سنہ ۱۸۵۶ء	
(۱۵)	جیمس بوچانن	سنہ ۱۸۵۷ء	سنہ ۱۸۶۰ء	
(۱۶)	ابراہیم لنکن	سنہ ۱۸۶۱ء	سنہ ۱۸۶۵ء	(دو بار) (۱۴ اپریل سنہ ۱۸۶۵ء کو قتل کیا گیا)
(۱۷)	اینڈرو جانسن	سنہ ۱۸۶۵ء	سنہ ۱۸۶۸ء	
(۱۸)	یولی سیس ایس گرانٹ	۱۸۶۹	سنہ ۱۸۷۶ء	
(۱۹)	رتھر فورڈ بی۔ ہیز	سنہ ۱۸۷۷ء	سنہ ۱۸۸۰ء	
(۲۰)	جیمس اے۔ گارفیلڈ	سنہ ۱۸۸۱ء		(قتل کیا گیا)
(۲۱)	چیسٹر اے۔ آرتھر	سنہ ۱۸۸۱ء	سنہ ۱۸۸۴ء	
(۲۲)	گروور کلولینڈ	سنہ ۱۸۸۵ء	سنہ ۱۸۸۸ء	

(۲۳) بنیجمن ہیری سن سنہ ۱۸۸۹ء تا سنہ ۱۸۹۲ء
(۲۴) گروور کلیولینڈ سنہ ۱۸۹۳ء تا سنہ ۱۸۹۶ء (دوبارہ)
(۲۵) ولیم میک کلنے سنہ ۱۸۹۷ء تا سنہ ۱۹۰۰ء (دو بار منتخب ہوا مگر سنہ ۱۹۰۱ء میں قتل ہو گیا)
(۲۶) تھیوڈور روزولٹ سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۰۸ء (دوبار)
(۲۷) ولیم۔ایچ ٹیفٹ سنہ ۱۹۰۹ء تا سنہ ۱۹۱۲ء
(۲۸) ڈاکٹر ووڈرو ولسن سنہ ۱۹۱۲ء تا سنہ ۱۹۲۱ء
(۲۹) ہارڈنج سنہ ۱۹۲۱ تا سنہ ۱۹۲۳ء
(۳۰) مسٹر کالون کولج سنہ ۱۹۲۳ء تا سنہ ۱۹۲۸ء
(۳۱) ہوور (موجودہ صدر ہیں)

باب سیزدہم (۱۳)

کناڈا اور درجۂ مستعمرات

باب ہشتم میں صلحنامۂ پیرس (۱۰ فروری سنہ ۱۷۶۳ء) کا ذکر کیا جا چکا ہے جس کی رو سے نوا کوشیا، کناڈا کیپ برٹن قطعات مسیسپی اور دیگر جزائر فرانس کو انگلستان کے حوالہ کرنے پڑے تھے۔ برطانیہ عظمیٰ نے کناڈا کے اہلِ کیتھولک کی جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا تھا اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ فرانسیسیوں کے حقوق ماہی گیری ساحل نیوفاؤنڈلینڈ پر بدستور جاری رہیں گے۔ اسی صلحنامہ کی رو سے اسپین نے بھی فلوریڈا کو برطانیۂ عظمیٰ کے حوالہ کر دیا تھا۔

فوجی حکومت

سنہ ۱۷۶۳ء سے سنہ ۱۷۶۶ء تک اس صوبہ کی حکومت زیادہ تر وہاں کے باشندوں کے منشا کے مطابق کام کرتی رہی اگرچہ یہ حکومت فوجی حکومت تھی لیکن منصف مزاج اور عادل تھی۔ نیز وہاں کے باشندوں کے مزاج کے مطابق تھی کیونکہ اس زمانہ میں وہ زیادہ تر خود بھی بہادر اور فوجی تھے۔ بادشاہ جارج سوم کے شاہی اعلان سنہ ۱۷۶۳ء نے حکومت میں ایک قسم کی تبدیلی ضرور پیدا کر دی تھی جو زیادہ تر برطانوی احساسات اور رسوم کے مناسب حال تھی۔ اس زمانہ سے نئی رعایا کے تمام تنازعات جو حقوق اراضی یا جائداد غیر منقولہ کے بارہ میں مثل وراثت اور تقسیم ان میں در پیش پیدا ہوتے تھے ان کا تصفیہ جیسا کہ فتح سے پیشتر رواج تھا اب بھی خود اُنکے ہم وطن ججوں ہی کے فیصلوں سے ہوتا تھا۔ لیکن عدالتوں کے نظام کو انگلستان کے طرز پر ترتیب دینے کی

ہدایت کی گئی تھی۔ اس اعلان سے جارج سوم نے شمالی امریکہ میں چار نئی حکومتیں قائم کی تھیں یعنی کوئی بیک
مشرقی و غربی فلوریڈا اور گرانڈا۔ گورنروں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ قانون ساز مجلسیں طلب کریں اور ان کی
مرضی کے مطابق قانون وضع کریں اور عدالتیں قائم کریں۔ لیکن کوبی بیک یعنی کناڈا میں اس کے شاہی
اعلان کے مطابق کوئی قانون ساز مجلس قائم نہ ہوئی کیونکہ فرانسیسی اہل کناڈا آزمائشی حلف اٹھانے کے لیے
تیار نہ تھے جو عشاء ربانی کے عقیدے کے خلاف تھا۔ لہذا ۱۷۶۳ء سے ۱۷۷۴ء تک صوبہ کی حکومت صرف گورنر جنرل
کے اختیار میں رہی جس کی امداد کے لیے ایک انتظامی کونسل بنائی گئی تھی اور جس میں زیادہ تر سرکاری عہدہ دار
شامل تھے لیکن چند سربرآوردہ نوآبادی بھی تھے۔ مگر یہ زمانہ حکومت زیادہ تر مطلق العنانی کا تھا۔ ایک طرف
فرانسیسی اہل کناڈا نے اپنے قدیم رسوم و رواج کو قائم رکھنے کے لیے جھگڑنا شروع کیا اور دوسری طرف
انگریزی رعایا نے ایسی عدالتوں کے قیام کی خواہش کی جس میں صرف انگریزی قانون دیوانی پر عمل درآمد
کیا جائے۔ فرانسیسی نوآبادوں نے گورنر مرے اور گورنر کارلٹن دونوں پر اپنا اعتماد ظاہر کیا اور اپنی قسمت پر
شاکر رہے لیکن برطانوی نوآبادوں میں بے چینی پھیل گئی۔

کوئی بیک ایکٹ اور انقلاب امریکہ

آخر کار ۱۷۷۴ء میں پارلیمنٹ نے کوئی بیک ایکٹ پاس کیا۔ برطانوی نوآبادی جو تبدیلی کی خواہشمند تھی
اس کے سخت مخالف ہو گئی کیونکہ فرانسیسی اہل کناڈا کے قدیم قوانین اور رواجات کو انگریزی قانون دیوانی میں
مدغم کر دیا گیا تھا۔ امریکی نوآبادیوں نے اس قانون کی اس وجہ سے مخالفت کی کہ بڑی جھیل کے حصہ ملک کو بھی
اس نئے قانون کی حدود سماعت میں داخل کر لیا گیا تھا۔ اس قانون نے خلاف شاہی اعلان ۱۷۶۳ء
کوئی بیک کے صوبہ کی حدود کو بھی واضح کر دیا تھا۔ فتح کے وقت باشندوں کی تعداد پینسٹھ ہزار تھی جو کیتھولک
مذہب کے پیرو تھے اور عرصہ دراز سے ایسے قوانین اور آئین سیاسی کے پابند تھے جن سے ان کے جان و مال
کی حفاظت متصور تھی۔ یہاں مذہب کیتھولک کے رواج کی عام اجازت تھی حالانکہ سلطنت کے دیگر حصص
میں اس کی قطعاً ممانعت تھی اور اس کے متبعین سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ قانون فوجداری بھی جو
انگلستان میں رائج تھا اور جس کے نفاذ سے باشندوں کو کوئی نقصان نو سال کے عرصہ میں نہیں پہونچا تھا

بدستور قائم رکھا گیا۔

بادشاہ نے اس صوبہ کے معاملات طے کرنے کے لیے ایک کونسل مقرر کی جس میں تئیس سے زائد اور سترہ سے کم ممبر نہیں ہو سکتے تھے اور جو گورنر یا کمانڈر انچیف کی مرضی سے جیسا موقع ہو صوبہ کے معاملات طے کر سکتی تھی۔ اس کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ وہ صوبہ کی عمدہ حکومت کے لیے عارضی قوانین بنائے۔ اُس کو ٹیکس لگانے کا اختیار نہیں دیا گیا تھا سوائے ان عمومی ٹیکسوں کے جو سڑکوں یا دیگر رفاہ عام کے کاموں کے لیے لوگوں کی مرضی کے مطابق لگائے جاتے تھے۔

اس اہم قانون نے کناڈا کے مفتوحہ اشخاص کو تقریباً ایک قومی جماعت تسلیم کر لیا تھا اور جب تک شمالی اور جنوبی حصوں میں اس کو ۱۷۹۱ء میں تقسیم نہ کر دیا یہی قانون نافذ رہا۔ چونکہ امریکی انقلاب رونما ہو گیا تھا اس لیے اُس کے دوران میں یہی قانون جاری رہا۔

وفا شعاران برطانیہ

۱۷۸۳ء میں ریاستہائے متحدہ سے صلح ہو گئی جس کی وجہ سے کناڈا کو نفع بھی ہوا اور نقصان بھی دریائے اوہیو کی زرخیز وادی اور بڑی جھیلوں کے ارد گرد کا کل جنوبی اور مغربی حصۂ ملک جو براعظم شمالی امریکہ کے نہایت زرخیز خطوں میں شمار ہوتا ہے ہمیشہ کے لیے کناڈا سے لے کر ریاستہائے متحدہ کے حوالہ کر دیا گیا لیکن اس نقصان کے مقابل اس کو یہ فائدہ بھی ہوا کہ امریکی وفا شعاران جن کو ریاستہائے متحدہ میں عام طور پر قدامت پرست کہا جاتا تھا یہاں آکر آباد ہو گئے جن کی وجہ سے کناڈا کی ترقی اور مرفہ الحالی میں بیحد امداد ملی کناڈا کے ایک نامور مورخ نے ان کی بابت لکھا ہے کہ "یہ ایک حقیقت ہے کہ وفا شعاران برطانیہ ہی کناڈا کے بنانے والے تھے، وہ رہنماؤں کی ایک جماعت تھے۔ نہایت بااثر ججان، نہایت ممتاز وکلاء، نہایت قابل اور سربرآوردہ اطبا، جماعت پادریان کے نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ، مختلف نوآبادیوں کی کونسل کے ارکان، شاہی افسران، شائستہ اور دولت مند اشخاص یہ تمام وفا شعاران تھے۔ کناڈا اپنے جنوبی بھائیوں کا بیحد ممنون ہے۔ جنھوں نے مین سے لے کر جورجیا تک اپنی نہایت عمدہ قابلیتوں کا اظہار کیا اور اُن کو ہمارے شمالی وحشیوں تک پہنچایا"۔ یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۱۷۸۶ء تک پچاس ہزار سے زائد اشخاص برطانوی شمالی

امریکہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ہزاروں نواسکوشیا میں اور ہزاروں سینٹ جان کی وادی میں چلے گئے جہاں انھوں نے صوبۂ نیوبرنزوک آباد کیا۔ دوسری بڑی جماعت مغرب کو روانہ ہو گئی اور شمالی کناڈا کی بنیادوں کو قائم کر دیا جو آئندہ اونٹریو ہونے والا تھا۔

صوبۂ کوئی بیک کے باشندے ۱۷۷۴ء کے قانون سے ہرگز مطمئن نہ تھے اور نہ ہوئے اور نئے بسنے والوں کی جماعت کو فرانسیسی قانون کی ماتحتی میں رہنا سخت ناگوار تھا۔ پھر اُن میں موروثی جذبہ نیابتی حکومت بھی کارفرما تھا۔ لہٰذا ایسی تبدیلی کے مطالبات جن میں حکومت خود اختیاری کے اصول جاگزیں ہوں زور شور کے ساتھ پیدا ہو گئے۔ لارڈ ڈارشیسٹر جو اس وقت کناڈا پر حکمراں تھا قائل ہو گیا کہ نئے حالات کیلئے نئے قوانین ہونے چاہییں۔ چنانچہ اس نے دیوانی کے مقدمات میں بھی جج کے ساتھ جوری کو اختیار سماعت دے دیا۔ اس کے بعد اس نے صوبہ کی ضروریات کا مطالعہ کیا جن کو اس نے وزیر نوآبادی ہا کے سامنے اپنی عمدہ رپورٹ میں پیش کیا۔

آئینِ سیاسی

لارڈ ڈارشیسٹر کی تحریک پر ارل گرنیول نے برطانوی پارلیمنٹ میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جو آئین سیاسی کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ ملک کو ۲ صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے جو علٰحدہ علٰحدہ حکومتوں کے ماتحت ہوں ہر صوبہ کے لیے ایک قانون ساز مجلس کا انعقاد کیا گیا جو ایکٹ کونسل اور دارالنمائندین پر مشتمل تھی۔ برطانوی پارلیمنٹ میں مسٹر فاکس نے اس کی سخت مخالفت کی کہ کناڈا کو ۲ صوبوں میں تقسیم کیا جائے لیکن مسٹر پٹ کے اثر سے مجوزہ مسودہ قانون پاس ہو گیا۔ اس وقت زیرین کناڈا کی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار تھی اور بالائی کناڈا کی آبادی بیس ہزار سے بھی کم تھی۔ یہ آئین سیاسی جس پر ۱۷۹۲ء سے عمل درآمد کیا گیا ۱۸۱۲ء تک جب کہ انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں جنگ ہوئی کسی اہم واقعہ کے بغیر جاری رہا۔ فرانسیسی اہل کناڈا اس کے سخت خلاف تھے۔ جب ۱۸۱۵ء میں انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں صلح ہو گئی تو پچیس سال کے نزاعی اور شور و شغب کے زمانہ کا آغاز ہوا۔ دونوں صوبوں میں یہ جھگڑا شروع ہوا کہ ارکان حکومت پر قانون ساز مجلسوں کو تفوق حاصل ہو۔ زیرین کناڈا میں

یہ قضیہ اور بھی اس وجہ سے اہم ہو گیا تھا کہ انگریزی زبان بولنے والی اقلیت ارکان حکومت اور قانون ساز کونسلوں پر قابو رکھتی تھی اور قانون ساز مجلس پر فرانسیسی اہل کناڈا چھائے ہوئے تھے۔ لہٰذا تمام جھگڑے کی بنیاد نسلی مخاصمت پر تھی۔ لارڈ ڈرہم نے ۱۸۳۹ء میں فرمایا تھا کہ میں نے دونوں قوموں کو ایک ہی سلطنت کے اندر جنگ کرتے ہوئے پایا۔ میں نے یہ جنگ کسی اصول پر مبنی نہ دیکھی بلکہ یہ لڑائی صرف نسلی تھی"۔ قانون ساز مجلس نے یہ مطالبہ کیا کہ افسران حکومت اس کے جواب دہ رہیں اور پارلیمنٹ کی ذمہ داری کے نظریہ کو تسلیم کرلیں اور جس وقت عوام ان سے ناراض ہوجائیں تو وہ اپنے عہدوں سے دست بردار ہوجایا کریں آخر کار برطانوی پارلیمنٹ نے ایک کمیٹی ۱۸۲۸ء میں مقرر کی جو تمام امور نزاعی کی تحقیقات کرے۔ چنانچہ اس نے تحقیقات کے بعد چند اصلاحات پیش کیں جن کا نفاذ دونوں صوبوں میں کیا گیا۔ لارڈ ڈلہوزی کو جو سخت گورنر تھا اور وہاں کے باشندے اس سے سخت ناراض تھے وہاں سے ہٹا کر ہندوستان بھیج دیا گیا اور پپنی یو کو مجلس ملی کا صدر منظور کرلیا گیا جس کو عوام منتخب کرچکے تھے لیکن ڈلہوزی نے مجلس ملی کو اسی بنا پر منتشر کر دیا۔

کناڈا میں بغاوت

کچھ عرصہ تک دونوں فرقے خاموش رہے لیکن بعد ازاں پھر بے چینی کے آثار نمایاں ہو چلے چنانچہ ۱۸۳۵ء میں ایک شاہی کمیشن مقرر کیا گیا کہ وہ صوبے کے معاملات کی تحقیقات کرے اس نے اپنی رپورٹ برطانوی پارلیمنٹ میں ۱۸۳۷ء میں پیش کی۔ یہ رپورٹ مصلحان قوم کے انتہائی مطالبات کے خلاف تھی، لارڈ رسل نے اس رپورٹ کے مطابق ایک مسودہ قانون بنایا لیکن یہاں کے لوگ اس کے سخت خلاف ہوگئے۔ ماہ اکتوبر میں ایک باقاعدہ بغاوت کا آغاز ہوا۔ پہلا بلوہ مانٹریال میں نومبر کے شروع میں ہوا لفٹنٹ ویر کو باغیوں نے رستے میں گرفتار کرلیا اور اس کو گولی سے مار دیا۔ کرنل گور نے ایک توپ اور پانسو آدمیوں سے ۲۳ نومبر کو قصبے میں باغیوں پر حملہ کیا لیکن اسے شکست فاش ہوئی اور سخت نقصان کے بعد وہ واپس ہو گیا۔ وہ اپنی توپ بھی نہایت ذلت کے ساتھ کیچڑ میں ڈال کر فرار ہو گیا۔ بعد ازاں کرنل ویدرال نے باغیوں کو شکست دی اور پپنی یو جو کہ بغاوت میں خود شریک نہیں ہوا تھا اگرچہ اسی نے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا اِس شکست کی خبر سن کر بھاگ گیا۔ ۵ دسمبر کو مانٹریال کے ضلع میں مارشل لا

(فوجی قانون) کا نفاذ ہو گیا۔ ۱۳ر دسمبر کو سر جان کالبورن تیرہ سو آدمیوں کی باقاعدہ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا اس حملہ میں بہت سے باغی ہلاک ہوئے اور آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈالدیے اور اس طرح پہلی بغاوت کا خاتمہ ہو گیا

بالائی کناڈا میں بغاوت

کناڈا کے بالائی صوبہ میں میکینزی نے جبکہ زیرین کناڈا میں بغاوت ہو رہی تھی اعلان کیا کہ عارضی حکومت قائم کر دی گئی ہے اور تمام محبان وطن کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں باغیوں کا اجتماع ہونا شروع ہو گیا اور اگر وہ فوراً حملہ کر دیتے تو ٹورونٹو انکے قبضہ میں آجاتا لیکن انہوں نے گورنر سے گفت وشنید شروع کر دی جس نے ان کے مطالبات میں سے ایک کو بھی تسلیم نہ کیا اس عرصہ میں کافی فوج وہاں جمع ہو گئی جس نے باغیوں پر حملہ کر دیا۔ ایک مختصر لیکن سخت لڑائی کے بعد باغیوں نے شکست کھائی اور میکینزی فرار ہو کر ریاستہائے متحدہ میں چلا گیا۔ عارضی حکومت اپنے صدر مقام دریائے نیاگرا کے بحری جزیرہ میں قائم رہی اور اپنا جھنڈا جس پر "آزادی اور مساوات" الفاظ تحریر تھے قائم کیا لیکن یہ حکومت زیادہ دنوں تک نہ چل سکی اور باغیوں کو سزائیں دی گئیں، البتہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ حکومت کناڈا کو بہتر طریقے پر چلانے کا قانون بنایا گیا۔

لارڈ ڈرہم کناڈا میں

زیرین کناڈا کی بغاوت کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی ارباب حل وعقد نے صوبہ کے آئین سیاسی کو موقوف کر دیا اور عارضی حکومت چلانے کے لیے ایک خاص کونسل بنائی لارڈ ڈرہم کو گورنر جنرل مقرر کیا گیا اُس نے ملکہ وکٹوریہ کی تاجپوشی کے دن سے فائدہ اٹھا کر تمام باغیوں کو معافی دیدی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ان پر مقدمات چلائے گئے تو جوری ان کو کبھی مجرم نہیں قرار دے گی تا وقتیکہ ان کے دشمنوں کو جوری میں مقرر نہ کیا جائے۔ البتہ اس نے چند سرغنہ لوگوں کو عبور دریائے شور کا حکم تحقیقات کے بغیر دے دیا جس پر لارڈ ڈرہم کے مخالفین پارلیمنٹ نے بیحد اعتراضات کیے اور اس نے اپنے عہدہ سے سبکدوشی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ڈرہم کی پالیسی کو عام طور پر اہل کناڈا نے پسند کیا۔ ڈرہم کے بعد کالبورن گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اس نے سختی کیساتھ بغاوت کو فرو کیا۔ چنانچہ باغیوں کے بارہ سرغنہ سولی پر چڑھائے گئے

۱۸۴۰ء کا قانون اتحاد

مسٹر تھامپسن جو فہیم اور بڑی ترکیب کا آدمی تھا کالبورن کے بعد دونوں صوبوں کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اُسنے دونوں صوبوں کی قانون ساز مجلسوں کو آمادہ کیا کہ جو مسودہ قانون برطانوی پارلیمنٹ تجویز کر رہی ہے اس کو منظور اور قبول کرلیں۔ چنانچہ ۲۳ جولائی ۱۸۴۰ء کو ایک قانون نافذ کیا گیا جس سے زیرین و بالائی کناڈا متحد کر دیے گئے۔ قانون ساز مجلس میں دونوں کناڈوں کے ممبروں کی تعداد مساوی رکھی گئی۔ بالائی کناڈا کی باغی جماعت نے اس قانون کو ادھورا اور ناقص سمجھا لیکن زیریں کناڈا کے محبان وطن نے اس کو اہل کناڈا کی جمہوری سلطنت کی ابتدا قرار دیا۔ بہرحال مسٹر تھامپسن کے حسن انتظام سے برطانوی پارلیمنٹ بیحد خوش ہوئی اور اس کو لارڈ سڈنہم بنا دیا۔ نیز اس کو کناڈا کا گورنر جنرل بھی بدستور رکھا۔

ذمہ دار حکومت کا قیام

قانون اتحاد میں سب سے بڑی بات یہ بھی کہ سہیں اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا تھا کہ گورنر کے وزرا باشندوں کے دارالمندوبین کے اعتماد پر کام کریں گے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ حکومت خود اختیاری کی بنیاد ۱۸۴۸ء تک نہ صرف کناڈا میں پڑگئی بلکہ نیو برنزوک اور نوا سکوشیا بھی اسی اصول کے ماتحت ہوگئے اور ۱۸۵۱ء تک شہزادہ ایڈورڈ کا جزیرہ بھی اسی طرز حکومت سے سرفراز ہوگیا۔ لوگوں میں بھی یہ احساس ہوگیا کہ نسلی اور مذہبی فریق بندی کو خیرباد کہا جائے اور زبان کے اختلاف کو بالائے طاق رکھا جائے۔ سب کو چاہیے کہ ملک کی بہتری کے لیے کوشش کریں اور یہی ان کا اعلیٰ فرض ہے۔

بغاوت کے نقصان کا مسودہ قانون

لارڈ ایلگن کے زمانہ میں جو اس وقت وہاں کا گورنر جنرل تھا دو وزیر بالڈون اور لیفانٹین مقرر ہوے انھوں نے ایک مسودہ قانون پیش کیا کہ ایک لاکھ پونڈ ان نقصانات کا معاوضہ دیا جائے جو لوگوں نے ۱۸۳۷ء کی بغاوت میں اٹھائے تھے۔ فوراً برطانوی یا قدامت پرست فریق نے آواز بلند کی کہ "باغیوں کو کوئی تنخواہ نہ ملنی چاہیے"۔ اور نسلی اور فرقہ وارانہ احساس غالب آگیا لیکن سخت مخالفت کے باوجود یہ قانون پاس ہوگیا اس قانون کے مخالفین نے لارڈ ایلگن کو ترغیب دی کہ وہ اپنے حکم سے اس کو مسترد کر دے لیکن اس نے

یہ سمجھ کر کہ باشندگان کی یہی خواہش تھی جیسا کہ ان کے وزراء نے مطالبہ کیا تھا اپنی منظوری دیدی اور ذمہ دار حکومت کو یہ پہلی فتح حاصل ہوئی۔ جب لارڈ ایلگن پارلیمنٹ کے کمرے سے قانون منظور کرنے کے بعد روانہ ہوا تو عوام نے جن میں نہایت تعلیم یافتہ اور روشن خیال اصحاب بھی شریک تھے نعرہائے خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور پارلیمنٹ کے مکان میں زبردستی گھس کر آگ لگادی اور ممبران کو نکال باہر کیا۔ برطانوی حکومت نے لارڈ ایلگن کو تو اپنی جگہ پر رہنے دیا لیکن مونٹریل کو یہ سزا دی کہ وہاں سے دارالسلطنت منتقل کر دیا۔ اور ۱۸۵۸ء میں آخر کار اٹاوا کو دارالحکومت بنا دیا۔

کچھ دنوں بعد یہ تجویز کی گئی کہ نوا سکوشیا اور نیو برنز وک کو بھی کناڈا سے ملحق کر دیا جائے۔ نیوفاؤنڈلینڈ اور شہزادہ ایڈورڈ کا جزیرہ کچھ عرصہ تک اس الحاق سے علیحدہ رہے لیکن آخر کار ۲۹ مارچ ۱۸۶۷ء میں برطانوی شمالی امریکہ ایکٹ پاس ہوگیا اور یہ سب ایک آئین سیاسی کے ماتحت ہوگئے۔ کناڈا کا شمالی مغربی حصہ جو سمور کی تجارت کے لیے مشہور تھا اور صوبہ مینی ٹوبا سے موسوم تھا ۱۸۷۰ء میں کناڈا ہی سے ملحق کر دیا گیا۔ اب وہاں برطانوی پارلیمنٹ کی طرح لوگوں کے نائبین کام کرتے ہیں جن کا افسر اعلیٰ وزیر اعظم ہوتا ہے اور وہ تنہا تمام امور سلطنت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ انگلستان اپنی طرف سے صرف گورنر جنرل مقرر کرتا ہے جو بادشاہ کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ اس کو ملکی انتظام اور امور سلطنت میں صرف اتنا ہی دخل ہے جتنا شاہ انگلستان کو اپنے ملک کی پارلیمنٹ میں دخل ہے

باب چہار دہم (۱۴)

فتح میکسیکو
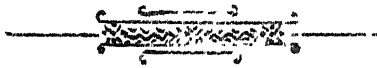
میکسیکو قدرتی طور پر تین خطوں میں منقسم ہے خلیج میکسیکو سے جانب غرب گرم خطہ ہے جہاں کثرت سے نباتات ہیں بعض مقامات پر ریگستان بھی ہیں، آب وہوا بعض موسموں میں خراب ہو جاتی ہی، اس گرم خطہ سے ساٹھ میل بعد معتدل خطہ شروع ہوتا ہے، اس خطہ کی پیداوار اکثر وہی اشیاء ہیں جو یورپ کے نہایت زرخیز ممالک میں پائی جاتی ہیں اس دوسرے خطے سے گذر کر سرد خطہ آتا ہے جہاں کوہ انڈس ساڑھے آٹھ ہزار فیٹ سطح سمندر سے بلند ہے، صنوبر کے جنگلات ہیں اور آب وہوا خوشگوار ہے، اس سطح مرتفع کے اندر پانچ جھیلیں واقع ہیں، ان جھیلوں کے کناروں پر بہت سے شہر آباد تھے جنکے نشانات ابتک پائے جاتے ہیں اور سب سے بڑی جھیل کے بیچ میں ایک ٹاپو تھا جس پر شہر میکسیکو آباد تھا۔ چنانچہ شہنشاہ مونٹی زوما کا یہی دار السلطنت تھا اور وہ یہیں رہتا تھا، اہل اسپین کی آمد کے وقت مونٹی زوما جسکے معنی غگیں اور تیمن ہیں، تمام وسطی امریکہ پر جو خلیج میکسیکو اور بحر الکاہل کے درمیان واقع ہے فرمانروائی کر رہا تھا۔ ۱۵۰۸ء میں ایک ہسپانوی جسکا نام کورٹیز تھا ویلاسکینز کی مہم میں اسکے ہمراہ کیوبا کو روانہ ہوا، اُسنے اس جزیرہ کی فتح میں کارنمایاں انجام دیے بعد ازاں وہ ۱۰ / نومبر ۱۵۱۸ء کو ایک مہم لیکر وہاں سے چلدیا، اُسکا بیڑہ گیارہ چھوٹے جہاز اور کشتیوں کا تھا، پانسو آٹھ سپاہی ۵۰۸ ایکسو نو ملاح ۱۰۹ یعنی کل چھ سو سترہ ۶۱۷ آدمی تھے، چند اشخاص کے پاس بندوقیں تھیں ورنہ زیادہ تر کمانیں تلواریں اور نیزے تھے صرف سولہ ۱۶ گھوڑے تھے اور دس چھوٹی توپیں تھیں، اس طاقت کیساتھ کورٹیز اس قوم سے لڑائی شروع کرنیوالا تھا

جسکے پاس کل اسپین اور اسکی باجگذار ریاستوں سے زیادہ وسیع رقبہ تھا اور جس میں ایک حد تک تہذیب بھی موجود تھی۔

کورٹیز بھی اُن مقامات پر جہاں گریجالوا جا چکا تھا پہنچا، اُسنے اپنا رُخ مغرب کی طرف رکھا یہانتک کہ وہ سان جوان ڈی الوا پہنچا، یہاں ایک بڑی ناؤ دو آدمیوں سے بھری ہوئی دوستانہ علامات کیساتھ بیڑے کے پاس آئی اُنمیں سے دو آدمی معزز معلوم ہوتے تھے اور جہاز کے تختہ پر کسی اور خوف کے بغیر چلے گئے، ایک ہندوستانی عورت کے ذریعے سے جسکو پہلے سے جہاز پر بٹھا لیا تھا معلوم ہوا کہ وہ دو شخص صوبہ کے گورنروں نے بطور نائب بھیجے تھے اور وہ ایک بڑے بادشاہ مونٹی زوما کے جو اُس ملک کا فرمانروا تھا ملازم تھے، ان لوگوں کے وہاں آنیکا یہ مقصد تھا کہ وہ کورٹیز سے دریافت کریں کہ وہ کیوں اس ملک میں آیا ہے تاکہ وہ اسکے سفر میں اسکی امداد کریں، کورٹیز نے جواب میں کہا کہ ہمارے یہاں آنے سے بجز دوستی اور کوئی مقصد نہیں اور ہم آپکے بادشاہ اور ملک کیلیے اپنے بادشاہ کی طرف سے نہایت ضروری پیغام لائے ہیں،

دوسرے روز جواب کا انتظار کیے بغیر اہل اسپین خشکی پر اتر پڑے اور ہندوستانیوں نے اس آدمی کیطرح جسنے جاڑے سے ٹھٹھرے ہوے سانپ کو گرم کیا تھا اور اُسنے گرمی پاکر اسکے بچے کو کاٹ کھایا تھا بڑی فراخدلی سے انکی امداد کی اور انکو مطلق یہ شبہ نہوا کہ وہ اپنے ملک کی پر امن وسکون سرحدوں کے اندر خود اپنے ملک کے حملہ آوروں اور برباد کنندوں کو داخل کر رہے ہیں۔ اسی روز دونوں گورنر بھی کورٹیز کے خیمے میں داخل ہوے جنکے ہمرکاب بہت سے ہندوستانی تھے، بظاہر انکی خوب عزت کیگئی کورٹیز نے اُنسے کہا کہ میں شاہ اسپین کا سفیر ہوں جو مشرق میں نہایت طاقتور بادشاہ ہے اور مجھکو شہنشاہ کو ایک پیغام پہنچانا ہے جو اسکے سوا میں کسی اور سے نہیں کہہ سکتا لہذا مجھکو اُسکے دربار تک جانا ضرور ہے، اسی اثناء میں اُسنے دیکھا کہ بعض ہندوستانی، سفید سوتی کپڑے پر اُس کے جہازوں گھوڑوں، توپخانے، سپاہیوں، بندوقوں اور دیگر اشیا کی تصاویر بڑے غور سے کھینچ رہے ہیں تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ لوگ ایسا کیوں کر رہے ہیں، ہندوستانیوں نے کہا کہ ہم یہ نقشہ شہنشاہ کی خدمت میں بھیجیں گے کورٹیز نے یہ سنکر فوراً اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ میدان جنگ کیلیے تیار ہو جاے اور اُسنے بہت سے جنگی معرکے دکھلائے گھوڑوں سے بھی نہایت چستی اور چالاکی سے کام لیا گیا اور توپیں جنگل کی طرف چھوڑی گئیں جنکے گولوں سے جنگلات صاف ہو گئے، ہندوستانیوں نے یہ سب باتیں تعجب کی نظر سے دیکھیں لیکن جب توپونکے گولوں کی آواز کانوں میں آئی تو بعض فرار ہو گئے، بعض گر پڑے اور بعض خوفزدہ ہو کر رہ گئے، پس انھوں نے اہل اسپین کو بلاے بیدرماں سمجھا

پیغامبر فوراً مونٹی زوما کے پاس روانہ کیے گئے جو چند روز میں واپس آ گئے، وہ بہت سے تحائف کورٹیز کیلیے
لائے اور اپنے بادشاہ کی طرف سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے، لیکن اہل اسپین اُن ہدایا کو دیکھکر بیحد
خوش ہوئے اور اُنسے اُنھوں نے اندازہ کیا کہ ملک نہایت خوشحال اور مالدار ہے، ایسے ملک کو فتح کیے بغیر چھوڑنا
دانشمندی کے خلاف ہے، مونٹی زوما کو جب کورٹیز کا ارادہ معلوم ہوا تو اور بھی قیمتی تحائف روانہ کیے اور ساتھ ساتھ
یہ بھی پیغام بھیجا کہ وہ ملک سے اپنی فوج لیکر باہر چلا جائے، لیکن ہسپانوی مونٹی زوما کے اس عمل سے میکسیکو کے فتح کرنے پر
اور زیادہ تل گئے۔ اسی دوران میں بعض ہمراہیوں نے جو کورٹیز کے خلاف تھے واپسی کیلیے اصرار کیا، کورٹیز نے فوراً حکم دیا
کہ واپس چلنے کیلیے جہازات تیار ہو جائیں، امراء اور لوگ بیحد برافروختہ ہوئے اور کورٹیز سے ملکر دریافت کیا کہ ایسا حکم
کیوں دیا گیا ہے، اُنھوں نے کہا ہم تو اسکو سخت بزدلی سمجھتے ہیں کہ یہاں سے بے نیل مرام واپس جائیں، کورٹیز نے کہا کہ
مجھ کو آپ صاحبان کی رائے سے اتفاق ہے لیکن فلاں فلاں اصحاب واپسی کیلیے مصر ہیں، اس پر سب لوگ اُن آدمیوں کے
خلاف ہو گئے اور اُنکو مجبور کیا کہ وہ بھی اُنکے ہمخیال ہو جائیں، اس طریقے سے کورٹیز نے سبکو اپنے حکم کا تابع بنا لیا، جب
کورٹیز نے دیکھا کہ اُسکے ہمراہی اسکے کہنے میں ہیں تو اُسنے حکم دیا کہ تمام جہازات توڑ ڈالے جائیں اور اُنکی تمام قیمتی اور
کار آمد اشیاء خشکی پر اتار لی جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کورٹیز کا اثر اپنے ہمراہیوں پر
کس درجہ تک تھا، چھ سو آدمی بقیہ دنیا سے تعلقات قطع کرکے ایک مخالف ملک میں جسکے باشندے جنگ جو اور خونخوار تھے
بخوشی تمام بند رہنے پر راضی ہو گئے۔

اب کورٹیز نے محسوس کیا کہ وہ فتوحات کی منزل پر روانہ ہونیکے لیے بالکل تیار ہے، چنانچہ وہ سمپولا کی طرف بڑھا،
وہاں وہ مذہبی جوش سے مغلوب ہو کر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ مندروں کے بتوں کو توڑ ڈالا اور اُنکی جگہ صلیب اور
حضرت مریم کی تصویر رکھوا دی، پجاریوں نے باشندوں کو تلوار اٹھانے کیلیے ترغیب دی لیکن کورٹیز کا خوف اُنکے دلوں پر
اسقدر طاری تھا کہ وہ اسکی اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں دیکھتے تھے، اور آخرکار اُسنے اپنے کچھ آدمی اُس مقام کی
حفاظت کیلیے چھوڑے جو بیمار بھی تھے اور لڑنیکے قابل نہ تھے، صرف پانسو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر وہ اندرون ملک
جا رہا تھا کہ اسکی مڈبھیڑ فرقہ ٹلیکس کلا سے ہوئی، اس فرقہ نے اپنی فوج تیار کی اور اہل اسپین پر حملہ کیا، چند آدمی
زخمی کیے اور دو گھوڑے مار ڈالے۔ ان حالات میں یہ نقصان بھی کورٹیز کیلیے بہت زیادہ تھا، پس اُس نمائندہ

اپنے لشکر کو اس عمدگی سے آراستہ کیا کہ ہندوستانیوں کے حملے سے اسکا ایک آدمی بھی ضائع نہوا، اسی ہوشیاری کیساتھ وہ آگے بڑھتا رہا، ہندوستانیوں نے رات کے وقت بھی حملے کیے لیکن کورٹیز کے پہریدار ہمیشہ ہوشیار رہتے تھے اور ہندوستانیوں کو ناکامی ہوتی تھی، اکورٹیز ہندوستانی قیدیوں کو کھلونے دے کر رہا کر دیا کرتا تھا جس سے ہندوستانیوں کو خیال ہوا کہ کورٹیز رحمدل ہے، مختصر یہ کہ ہندوستانی اور اہل اسپین دونوں صلح کے خواہاں تھے اور اس شرط پر اُنسے صلح کرلیگئی کہ انکی جمہوری سلطنت شاہ اسپین کے ماتحت ہوگئی، اسکے بعد ان ہندوستانیوں نے کورٹیز کو ہر قسم کی امداد پہنچانی شروع کر دی۔

اب مقام چولاسے میکسیکو صرف ساٹھ میل کے فاصلے پر تھا اور کورٹیز براہ راست اسی طرف کوچ کر رہا تھا جہاں کہیں وہ پہنچا تھا ہندوستانی اُسکے ساتھ ملاطفت سے پیش آتے تھے بلکہ اُسکو مونٹی زوما کے مظالم سے نجات دینے والا سمجھتے تھے، وہ یہ دیکھ کر بیحد خوش ہوا کہ بے اطمینانی کا بیج نہ صرف دور دراز صوبوں میں اُگا ہوا ہے بلکہ سب جگہ نشوونما پا رہا ہے، جب اہل اسپین دار السلطنت کے قریب پہنچے تو بدنصیب بادشاہ حیران تھا کہ وہ کیا کرے، آخر کار جب کورٹیز میکسیکو پہنچا تو اُسکا نہایت شاندار استقبال کیا گیا، تمام امرا اور اعیان سلطنت حاضر ہوے اور خود مونٹی زوما سوار ہو کر بہت شان وشوکت کیساتھ کورٹیز سے ملنے آیا، دونوں طرف سے محبت اور گرمجوشی کا اظہار کیا گیا اور کورٹیز اور اسکے ہمراہیوں کو نہایت خاطرداری کیساتھ مہمان بنایا گیا میکسیکو کی سڑکیں نہایت عمدہ تھیں گلیاں کھڑنجہ دار تھیں کھاری پانی سے تازہ اور شیریں پانی تیار کیا جاتا تھا، باشندوں کے رہنے سہنے کے طریقوں اور مکانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ شائستہ اور مہذب ہیں، مونٹی زوما کے شاہی محلات بھی معمولی نہ تھے، ایک کمرہ اسقدر بڑا تھا کہ اس میں بیک وقت تین ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ اور اس کی چھت پر ایک شاندار ٹورنامنٹ ہو سکتا تھا۔

کورٹیز کو یہ خیال ہوا کہ وہ خود اور اسکی فوج شہر میں محفوظ نہیں ہے کیونکہ اگر پُل توڑ دیے جائیں تو پھر اہل اسپین کا شہر سے نکلنا مشکل ہو جائیگا اور باوجود اسکے کہ وہ طاقت اور فوجی قابلیت میں باشندگان میکسیکو سے فائق اور برتر ہیں، انکی برتری بیکار ہو جائیگی اسلیے اُسنے ایک روز مونٹی زوما سے شکایت کی اور کہا کہ جن اہل اسپین کو ہمنے ویرا کروز پر چھوڑا تھا انکے ساتھ وہاں کے گورنر نے برا برتاؤ کیا اور دو تین آدمی مار ڈالے لہذا تم اسکا تاوان ادا کرو، مونٹی زوما نے اپنے افسروں کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً گورنر اور اسکے بیٹے اور اہل خاندان کو گرفتار کر کے حاضر کرو، کورٹیز نے کہا کہ آپکے اس حکم سے

میری تشفی ہوگئی لیکن دیگر اہل اسپین اسوقت تک مطمئن نہونگے کہ آپ ہمارے لشکر میں چلکر رہیں، مونٹی زوما اس بات سے نہایت
پریشان ہوا لیکن اسکے سوا اور کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا اور وہ کورٹیز کے ہمراہ رہتا ہوا اور رنج کرتا ہوا اگرچہ شاہانہ
شان و شوکت کیساتھ اہل اسپین کے لشکر میں چلا گیا، وہاں وہ چھ ماہ تک قید رہا اور کورٹیز تمام احکام اسکی بجاے جاری
کرتا رہا، تمام ملک کو اہل اسپین نے دیکھ ڈالا، کورٹیز نے بعض گورنروں کو معزول کر دیا جو اسکے خلاف خیالات رکھتے ہوے
پاے گئے اور انکی جگہ دوستانہ تعلقات رکھنے والوں کو مقرر کر دیا، مونٹی زوما اپنی اس نظر بندی سے اسقدر تنگ ہوا کہ اُسنے
اپنے آپکو شاہ اسپین کا باجگذار بھی تسلیم کر لیا، جب ویراکروز کا گورنر آیا تو اسکو اور اسکے بیٹے اور پانچ چھ افسروں کو اہل اسپین کے
حوالے کر دیا گیا، کورٹیز نے ان سب کو آگ میں ڈلوا دیا، میکسیکو کے باشندے اس نظارہ سے نہایت خوفزدہ ہوے
بعدازاں کورٹیز نے مونٹی زوما سے کہا کہ آپ اپنا مذہب تبدیل کر لیں لیکن وہ اسپر راضی نہوا، اور کورٹیز نے غصے میں آکر تمام
مندروں کے بتوں کو پھکوا دیا، اسپر مندروں کے پجاریوں نے لوگوں کو مشتعل کیا اور وہ لڑنیکے لیے تیار ہو گئے، کورٹیز نے یہ حال دیکھکر
اپنا حکم واپس لیا اور مذہب میں مداخلت کرنے سے آئندہ باز رہنے کا وعدہ کیا، تاہم وہانکے لوگ اہل اسپین سے تنگ آگئے تھے
اب انہوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح انسے مخلصی حاصل کیجاے، مونٹی زوما کو بھی اس مشورہ میں شریک کیا گیا، چنانچہ ایکدن
مونٹی زوما نے کورٹیز سے کہا کہ ہم سب لوگ آپکے اطاعت گزار ہیں اور آپکا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا، اب آپ واپس
تشریف لیجائیے ورنہ لوگ برسرپیکار ہیں اور پھر آپکی تباہی یقینی ہے، کورٹیز نے اسپر کوئی اعتراض نہ کیا اور اُسکو اطمینان
دلایا کہ ہم سب بہت جلد واپس چلے جائیں گے، چنانچہ بظاہر واپسی کے لیے تیاری بھی شروع کر دی۔

جب کورٹیز اس بات پر غور کر رہا تھا کہ میکسیکو کے باشندوں کی مخالفت کا توڑ کیا جائے اسے ایک وحشتناک
اطلاع پہنچی، ویلاسکیز گورنر کیوبا نے یہ معلوم کرکے کہ کورٹیز اپنے طور پر میکسیکو فتح کر رہا ہے اور تمام نام آوری اور شہرت
اسکے حصے میں آئیگی اٹھارہ جہاز کا ایک بیڑہ تیار کیا اور اپنے ایک ماتحت کو اس بیڑہ کا سردار بنا کر بھیجا تاکہ وہ وہاں پہنچکر کورٹیز
اور اسکے ماتحت افسروں کو قتل یا گرفتار کرے، جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ ویراکروز میں قیام پذیر ہوے ہیں تو کورٹیز میکسیکو سے
صرف ستر آدمی اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا، اور چولولا کے مقام پر اپنے دوسرے آدمیوں سے جنکو وہ پیچھے چھوڑ گیا تھا آن کر ملا،
اسکے بعد یہ لوگ سیمپولا پہنچے اور یہاں اُنسے نبرد آزما ہوے، نارویز کی ایک آنکھ میدان کارزار میں جاتی رہی اور کورٹیز نے
اسے گرفتار کرکے ویراکروز بھیجدیا، نارویز کے ہمراہی کورٹیز کے خلاف نہ تھے چنانچہ وہ سب اُسکے جاں نثار سپاہیوں میں

شامل ہوگئے، جو فوج اسکی سرکوبی کیلیے بھیجی گئی تھی وہ اُسکی ہوشیاری سے اسکے لیے ایک قسم کی مدد ثابت ہوئی، کورٹیز نے ان کے ساتھ نہایت مہربانی اور محبت کا برتاؤ کیا اور تالیف قلوب کی۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ایک پیغامبر یہ خبر لایا کہ اہل میکسیکو مسلح ہوکر ہسپانویوں سے برسرپیکار ہوگئے ہیں اور انھوں نے دو چھوٹے جہاز جنکو کورٹیز نے بنوایا تھا تاکہ جھیل پر اہل اسپین قابض رہیں توڑ ڈالے ہیں اور انھوں نے بعض ہسپانویوں کو قتل اور زخمی کر دیا ہے اور ان کے ذخیرے کو جلاکر خاک سیاہ کر دیا ہے، اندیشہ ہے کہ دشمن ان سب کو قتل کر ڈالے یا بھوکوں مار دے، کورٹیز یہ اطلاع پاکر فوراً میکسیکو کی طرف روانہ ہوا اور ٹیلیکسکلا کے مقام پر دو ہزار آزمودہ کار ہندوستانی سپاہی اس کے ساتھ ہوگئے جس طرح پہلے ہر مقام پر وہاں کے معزز آدمی اُس سے آکر ملاقی ہوتے تھے اب کوئی نہ آیا جس سے اسے پتہ لگ گیا کہ سب لوگ ہسپانویوں کے خلاف ہوگئے ہیں، لیکن اپنی غلطی سے انھوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، بجائے اسکے کہ وہ رستے میں کورٹیز کا مقابلہ کرتے اور اس کو ادھر ادھر مصروف رکھتے تاکہ میکسیکو کے ہسپانویوں کو بآسانی شکست دی جاسکتی انھوں نے کورٹیز کو دق اور پریشان کیے بغیر منزل بمنزل کوچ کرنے دیا، آخرکار جب وہ میکسیکو پہنچا تو لڑائی ہورہی تھی، اس میں شک نہیں کہ توپوں کی مدد سے ہسپانویوں نے بہت سے آدمیوں کو فنا کر دیا تھا لیکن اہل میکسیکو بدلہ لینے پر تلے ہوے تھے، انکی فوج دیگر مقامات سے روزانہ چلی آتی تھی اور ان میں شامل ہوتی جاتی تھی، ایک معرکہ میں ہسپانویوں کے بارہ آدمی قتل ہوے اور ساٹھ آدمی زخمی ہوگئے خود کورٹیز بھی زخمی ہوگیا۔

جب کورٹیز نے دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلتا اور اہل میکسیکو سے لڑبھڑکر چھٹکارا ملنا دشوار ہے تو اُس نے مونٹی زوما کے ذریعہ سے اس کی رعایا کو جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی چنانچہ اس کو فصیل پر شاہانہ لباس پہناکر بٹھایا گیا، لوگوں نے اُسے دیکھا تو جھک کر سلام کیا، جب وہ اپنی رعایا سے یہ کہہ چکا کہ ہسپانویوں سے لڑنا بیکار ہے تو اُسکی رعایا نے ہسپانویوں پر تیر اور پتھر برسانا شروع کر دیے، اس حملہ سے بادشاہ کے بھی چوٹ آئی اور وہ گر پڑا۔ ہسپانوی اسے ایک محفوظ مقام پر لے گئے، وہ زندگی سے دل برداشتہ ہوگیا اور ہر چند کوشش کی کہ وہ کچھ کھائے پیے مگر اس نے خورد و نوش بالکل ترک کر دیا اور گھل گھل کر مرگیا، اب اہل میکسیکو کو لڑائی سے باز رکھنا ناممکن تھا اور کورٹیز حیران تھا کہ کیا کرے آخرکار ایک شب کو اسنے ارادہ کیا کہ وہ شہر سے باہر نکل جائے۔ لیکن اہل میکسیکو

اس کی یہ سب تیاریاں دیکھ رہے تھے جب وہ اپنے ہمراہیوں کو لیکر روانہ ہوا تو اس پر اہل میکسیکو ٹوٹے اور اگرچہ بازاروں اور گلیوں میں ان کے خون کے نالے بہہ گئے لیکن ہسپانوی بھی جب شہر سے باہر نکلے تو انکی تعداد صرف نصف رہ گئی بھی بعض ان میں سے قتل ہو گئے تھے اور بعض جھیل میں گر کر ڈوب گئے تھے توپخانہ گولہ بارود اور دیگر سامان سب ہاتھ سے جاتا رہا تھا گھوڑوں کی زیادہ تعداد اور ٹلیکسکالانی دو ہزار سے زائد قتل ہو گئے تھے انھوں نے جو خزانہ جمع کیا تھا اس میں سے بھی بہت تھوڑا ہاتی بچا تھا خزانہ کا ہاتھ سے نکلجانا ان کے لیے خاص مصیبت کا باعث تھا کیونکہ وہ ہمیشہ مال و دولت ہی کی تلاش میں رہتے تھے اور سچ پوچھو تو ہسپانویوں کی زیادہ تعداد اسی حرص و طمع کی بدولت فنا ہوئی کیونکہ وہ سونے کی سلاخوں سے لدے ہوئے تھے جسکی وجہ سے نہ وہ بخوبی لڑسکے اور نہ تیزی کیساتھ فرار ہو سکے

ہسپانویوں کی واپسی

اب اہل اسپین نے ٹلیکسکالا کا رخ کیا اور چھ دن تک دلدلوں اور پہاڑوں کو عبور کرتے رہے اہل میکسیکو کبھی دور سے اور کبھی قریب سے ان پر حملہ بھی کرتے جاتے تھے چھٹے روز یہ لوگ اوٹمبا پہنچے اور وہاں مختلف اطراف و جوانب میں آدمیوں کی بہت سی جماعتیں دیکھیں اہل اسپین برابر کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ اسکے بعد ایک وسیع وادی میں بے انتہا آدمی نظر آئے۔ ان کو دیکھ کر بہادر سے بہادر ہسپانوی بھی خوفزدہ ہو گیا صرف کورٹیز کے ہوش و حواس بجا رہے۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب صرف دو صورتیں ہیں یا تو ان لوگوں سے لڑ بھڑ کر فنا ہو جاؤ یا ان کو فتح کر لو اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں چنانچہ اس نے فوراً حملہ کر دیا ہندوستانی نہایت بے خوفی سے ان کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنی بہادری کا ثبوت دیا۔ لیکن تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو ترتیب اور فوجی قابلیت ہمیشہ اس طاقت پر جو بھونڈے طریقے سے استعمال کی جائے غالب آجاتی ہے۔ بس اہل اسپین اُن کو قتل کرتے ہوئے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ دوسرے دن وہ ٹلیکسکالا کی مملکت میں پہنچے اور باوجود اس کے کہ وہ اس وقت مصیبت زدہ تھے ان کے اتحادیوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ کورٹیز نے ویراکروز سے تین توپیں اور کچھ گولی بارود کا سامان حاصل کیا اور چار چار ہسپانیولا اور جمیکا روانہ کیے تاکہ کچھ رضاکار اور سامان حرب وہاں سے لے کر آئیں۔ اُس نے یہ سمجھکر کہ میکسیکو فتح کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے کہ جب تک جھیل پر قبضہ نہ ہو بارہ چھوٹے جہاز بنوائے تاکہ خشکی کی راہ سے ان کے ٹکڑوں کو لے جاکر جھیل میں موزوں کیا جائے اور

اس طرح جہاز ٹکڑے کر دیے جائیں۔

میکسیکو پر دوسرا حملہ

جب کورٹیز اپنے جہازوں کی واپسی کا بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا تو ویلاسکیز نے دو جہاز نروینز کی امداد کے لیے اور بھیجے، ان کو ویرا کروز پر ٹھہرنے کی ترغیب دی گئی اور ملاحوں اور سپاہیوں کو موقع کی نزاکت سے آگاہ کر کے اس بات پر مائل کیا گیا کہ وہ کورٹیز کی ہمراہی میں دشمن سے لڑیں اس طرح کورٹیز کو ایک سو اسی آدمی اور بیس گھوڑے مل گئے اب اُس کی فوج پانسو پچاس پیدلوں اور چالیس سواروں پر مشتمل تھی اور نو توپیں تھیں، دس ہزار ٹلیسکلانی اور دیگر ہندوستانی بھی اس کے ہمراہ روانہ ہوئے، اب اُس نے ایک مرتبہ پھر سلطنت میکسیکو فتح کرنے کیلیے قدم اٹھایا اُس نے اپنا کوچ دار السلطنت کی طرف ۲۸ دسمبر ۱۵۲۰ء کو اپنی مصیبت زدہ واپسی کے چھ ماہ بعد شروع کیا۔

مونٹی زوما کے مرنے کے بعد کوٹ لواکا اس کے بھائی کو تخت نشین کیا گیا، وہ اہل اسپین کے سخت خلاف تھا اور اسی کی سرداری میں ہندوستانی ہسپانیوں کو شہر سے باہر نکالنے پر قادر ہوئے تھے اس نے اُن کے چلے جانیکے بعد شہر کو مستحکم بنایا اور ان کی دوبارہ حملہ آوری میں روڑے اٹکائے لیکن ہندوستانیوں کی بدقسمتی کہ وہ چیچک میں مبتلا ہو کر مرگیا، یہ مرض ان ممالک میں کبھی نہیں ہوا تھا مگر اہل اسپین نے اس کو وہاں پہنچا دیا اور منجملہ اور مصائب کے یہ سخت مصیبت بھی اہل میکسکو کو جھیلنی پڑی، اس کے مرنے کے بعد اہل میکسیکو نے مونٹی زوما کے بھتیجے اور داماد گوتموزن کے سر پر تاج شاہی رکھا۔ جس وقت کورٹیز دشمن کی مملکت میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ اُس کی رفتار کو روکنے کے لیے مختلف تیاریاں ہو رہی ہیں لیکن اس کی فوج کو ٹیزکوکو فتح کرنے اور اس پر قابض ہونے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی یہ شہر اپنی اہمیت کے لحاظ سے میکسیکو سے دوسرے نمبر پر تھا اور اس سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا، اس نے اس شہر کو اپنا صدر مقام بنایا وہاں کے سردار کو معزول کیا اور ایک اور شخص کو سردار بنایا جس نے اہل اسپین کو بے حد مدد دی، ٹیزکوکو جھیل سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا لہٰذا یہ ضروری معلوم ہوا کہ شہر اور جھیل کے درمیان ایک نہر بنائی جائے تاکہ اُس میں جہازات کے مختلف حصے لا کر ان کو اس طرح موزوں کیا جائے کہ وہ جہاز بن جائیں، آٹھ ہزار ہندوستانی مزدور نہر کھودنے کے کام پر لگائے گئے اسی دوران میں آس پاس کے شہر والے کورٹیز کے پاس پیغامات اطاعت پہنچے اور وہ تاج اسپین کے باج گذاروں میں شامل ہو گئے

وادی میں داخل ہونے کے بعد کورٹیز کی یہ تجویز تھی کہ دار السلطنت پر حملہ کرنے سے قبل وہ دیگر ماتحت شہروں کو فتح کرے چنانچہ اس نے از ٹا پیلا پان شہر پر حملہ کیا جس میں خود اس کے بیان کے مطابق پچاس ہزار باشندے تھے انھوں نے نہایت دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن ان کو شکست ہوئی اور وہ شہر کی دیواروں کے اندر پناہ گزیں ہو گئے، کورٹیز نے خود اپنی قلیل فوج اور اپنے ہندوستانی اتحادیوں کو ہمراہ لے کر ان کی جائے پناہ پر حملہ کیا اور سخت بے رحمی اور سنگ دلی کے ساتھ نہ صرف لڑنے والوں کو بلکہ عورت، مرد سب کو کسی امتیاز کے بغیر قتل کر ڈالا، چھ ہزار آدمیوں سے زائد دم کے دم میں فنا ہو گئے اس شہر کی تباہی کے بعد دوسرے شہروں کے باشندوں پر عجیب خوف طاری ہوا اور وہ اطاعت گزار ہونے کے لیے درخواستیں پیش کرنے لگے، رفتہ رفتہ وہ تمام شہر جن پر میکسیکو کی طاقت کا انحصار تھا اس سے علحدہ ہو گئے اور وہ صرف تن تنہا اپنی قسمت آزمائی کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

نہر تیار ہو گئی تھی اور چھوٹے جہازات بھی حملہ کے لیے تیار تھے، ان سب جہازوں کی تعداد تیرہ تھی پچاس ہزار ہندوستانی بھی کورٹیز کے ہمراہ تھے میکسیکو کا محاصرہ کیا گیا، خشکی اور تری دونوں جگہوں پر ہسپانویوں کو فتح حاصل ہوئی، کورٹیز نے تین چوتھائی شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، گوتموزن جھیل کو عبور کر کے فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ گرفتار ہو گیا اور کورٹیز کے سامنے پیش کیا گیا، غنیمت ہے کہ اس نے اس کی جان بخشدی اور اسکو عزت کیساتھ رکھا

دوسرے دن تمام شہر کو خالی کرنے کا حکم دیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار سے لے کر ستر ہزار تک مرد تھے جو تلوار، وبا اور آگ سے بچ گئے تھے، بچوں اور عورتوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی، ان لوگوں کو دق اور پریشان کیے بغیر شہر سے باہر جانے کی اجازت دی گئی، جب یہ وہاں سے نکلے تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے شہر پر آخری نظر ڈالتے جاتے تھے، یہ نظارہ نہایت دردناک تھا، اگرچہ بے رحم اور سنگ دل ہسپانویوں کو اس سے مسرت ہوتی تھی۔

یہ اندازہ کرنا کہ شہر کے محاصرہ میں کتنے آدمی قتل و غارت ہوئے مشکل ہے، کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ چالیس ہزار کا اندازہ کیا جاتا ہے، ان تمام واقعات میں جو بات سب سے زیادہ عجیب ہے وہ یہ کہ حالات اصلی نہیں معلوم ہوتے، بالکل یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم کوئی قصہ پڑھ رہے ہیں اور قصہ بھی ایسا فرضی اور خیالی جیسی داستان امیر حمزہ، سمجھ میں نہیں آتا کہ جب مقتولین کی اس قدر تعداد ہے تو وہ ایک ہزار ہسپانویوں پر کیوں قابو نہ پا سکے؟ مگر یہ خیال کرنا ہی غلط ہے کہ سلطنت میکسیکو کو صرف ہسپانویوں نے اپنے بل بوتے پر فتح کیا

درحقیقت ہندوستانیوں نے خود اپنی سلطنت کو ان کے لیے فتح کیا، اگر فرقہ تیلسکلا ہسپانویوں کے برخلاف رہتا اور ان سے صلح و آشتی کرکے ان کی ہر طرح امداد کرتا اور ان کے شریک حال دوسرے فرقے نہ ہو جاتے تو ہسپانوی ہرگز فاتح کے لقب سے ملقب نہ ہوتے۔ سلطنت میکسیکو کا زوال ہندوستانیوں کی بدولت ہوا جنکے رہنما اہل اسپین تھے اس سلطنت کے انحطاط سے اس بات کا عمدہ ثبوت ملتا ہے کہ کوئی حکومت اپنی رعایا کی ہمدردی بغیر زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی اور کوئی ارادہ جس کی بنیاد فارغ البالی اور ترقی انسان پر مبنی نہ ہو موت اور فنا سے نہیں بچ سکتا خواہ تہذیب کی روشنی اس کے لیے مہلک ثابت ہو یا جبر و طاقت خواہ باہر سے حملہ آور ہو یا اندر سے پیدا ہو کر اسکی ہلاکت کا باعث ہو۔

میکسیکو کو از سر نو تعمیر کیا گیا لیکن دیگر شہروں کو صرف تباہ و غارت کیا گیا، ہسپانوی جہاں کہیں گئے ان کے قدموں کے نشانات خون آلودہ ہیں، ملک پینوکا میں ساٹھ سردار اور چار سو امرا ایک وقت آگ میں جلا دیے گئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو مجبور کیا گیا کہ ان کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھیں، اس خونخوار تماشہ کے بعد اور بھی زیادہ خونخوار تماشے دکھائے گئے مختصر یہ کہ ہسپانویوں کے ظلم و ستم کی داستان کہاں تک بیان کیجائے یہ حالات پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں افسوس! یہ ہسپانویوں اور اہل یورپ کی داستان کا نمونہ ہے جس پر ان کو ناز ہے، اکورٹیز کا انجام بھی اچھا نہ ہوا، اس کو شاہ اسپین نے میکسیکو سے واپس طلب کرکے حکومت سے محروم کر دیا نہ صرف یہ بلکہ اس کے خوں ریز کارنمایاں کے صلہ میں کوئی انعام بھی اس کو نہ دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر، امر اگلو بھی نہیں رہے گا ٭ مگر میں قاتل کی اے ستمگر! ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا

باب پانزدہم

فتح پیرو

جس وقت اہل یورپ نے براعظم امریکہ کو دریافت کیا اس وقت میکسیکو اور پیرو کی دونوں قومیں طاقت اور شائستگی کے لحاظ سے امریکہ کی اور قوموں سے افضل و برتر تھیں اگرچہ دونوں تہذیب کے لحاظ سے یکساں تھیں۔ لیکن عادت اور خصلت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔

سلطنت پیرو ہسپانوی حملہ کے وقت بحر الکاہل کے تقریباً دوسرے درجہ سے جانب شمال جنوبی عرض البلد کے سینتیس درجہ تک وسیع تھی یعنی ایکیوڈر، پیرو، بولی ویا اور چلی کی موجودہ جمہوری سلطنتوں کی مغربی حدود تک پھیلی ہوئی تھی اس کے عرض کا ٹھیک اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک وہ جانب غرب ہر جگہ سمندر سے ملی ہوئی تھی لیکن جانب شرق پہاڑوں سے گذر کر وحشیوں کے ممالک تک وسیع تھی جن کے نام و نشان کا اب پتہ نہیں ہے۔ نہروں اور راجبہوں کے ذریعہ سے سواحل کی آبپاشی ہوتی تھی جس کی بدولت وہاں شگفتگی اور زرخیزی نمایاں تھی، بھیڑوں کو بھی پالا جاتا تھا اور ان کے چراگاہیں موجود تھیں۔ سطح مرتفع کے بلند میدان میں جفاکش آبادی رہتی تھی شہر اور قصبہ آباد تھے جن کے اندر باغات اور پھلواریاں تھیں

ٹی ٹی کاکا جھیل پر اب تک کھنڈر موجود ہیں جن کو اہل پیرو قوم انکا کی آمد سے پیشتر کے بتاتے ہیں یہ کھنڈر آئندہ کی نفیس تعمیرات کے لیے ایک نمونہ ثابت ہوئے انکا فتح پیرو سے قبل صرف تیرہ بادشاہ گذر چکے تھے جنکی مدت حکمرانی بعض کے نزدیک چار سو سال ہے اور بعض ڈھائی سو سال بتلاتے ہیں، بہرحال اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ قوم انکا سے پیشتر بھی یہاں ایک تہذیب یافتہ قوم آباد تھی۔ اول اول اہل پیرو کی ترقی آہستہ اور قریب قریب ناقابل احساس تھی۔ اپنی دانشمندانہ اور معتدل حکمت عملی سے انہوں نے قرب و جوار کے تمام فرقوں کو اپنی حدود سلطنت میں ملا لیا کیونکہ وہ اُن کے باقاعدہ اور عادلانہ طرز حکومت کے فوائد سے باخبر ہو گئے تھے، جب وہ زیادہ مضبوط ہو گئے تو اُنھوں نے جبر و طاقت سے کام لینا شروع کیا لیکن اپنے بزرگوں کے فیاضانہ وعادی کے ادعا کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور امن و امان اور تہذیب کا اعلان تلوار کے ذریعہ سے کیا۔ ملک کی وحشی قومیں قوم انکا سے مغلوب و مفتوح ہو گئیں مگر پندرھویں صدی کے اواسط سے قبل نامور ٹوپا انکا یو پنکی جس کا پوتا اہل اسپین کی آمد کے وقت وہاں کا بادشاہ تھا۔ ریگستان اٹاکاما کو عبور نہ کر سکا اور چلی کے جنوبی ملک سے گذر کر اپنی سلطنت کی حدود دریائے مول پر قائم نہ کر سکا، اس کا بیٹا ہوناکپاک بھی اپنے باپ کی طرح حوصلہ مند اور فوجی قابلیت سے بہرہ مند تھا، اس نے جانب شمال کورڈیلرا کی برابر کوچ کیا اور خط استوا کو عبور کر کے کیٹو کی طاقتور سلطنت کو پیرو میں شامل کر لیا، کزکو کا قدیم شہر جو دولت اور آبادی کے لحاظ سے بے حد ترقی کر رہا تھا۔ پیرو کا دارالسلطنت بنایا گیا، جانب شمال ایک مضبوط قلعہ تعمیر ہوا جس کے کھنڈر آج تک اپنی وسعت کے لحاظ سے سیاح کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

پیرو کے شرفا دو درجوں میں منقسم تھے، نہایت اہم اور اول قسم کے امرا قوم انکا میں سے تھے، چونکہ وہاں بہت زیادہ بیویاں کرنے کا رواج تھا لہٰذا اکثر ایک بادشاہ کی اولاد دو سو بچوں تک پہنچ جاتی تھی اور اس طرح قوم انکا کے امرا تعداد میں بہت زیادہ تھے، دوسرے درجہ کے شرفا کراکا تھے یعنی مفتوحہ قوموں کے سردار یا اُن کی اولاد، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مفتوحین کو انکی جگہ پر فرمانبردار رہنے دیا جاتا تھا اور وہ صرف اپنے بچوں کو تعلیم کیلیے دارالسلطنت بطور ضمانت وفاداری بھیجدیا کرتے تھے اور خود بھی کبھی کبھی حاضری دیتے تھے، قوم انکا، پیرو کی سلطنت کی اصل طاقت تھی، یہ امرا قرابت مندی اور یکساں فوائد کی بنا پر اپنے بادشاہ سے محبت رکھتے تھے، ان کا لباس ان کی علامات اور ان کی زبان دوسری محکوم قوموں سے بالکل مختلف تھی اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی وہ اُن سے علیحدہ شناخت کیے جاتے تھے۔ وہ مفتوحہ قوموں کے لیے ایسے ہی تھے جیسے اہل روما سلطنت کے وحشی گروہوں کے لیے یا اہل نارمن جزائر برطانیہ کے قدیم باشندوں کے لیے تھے اگرچہ وہ زیادہ تر دارالسلطنت میں رہتے تھے لیکن تمام فوجی اور انتظامی عہدے ان کو دیے جاتے تھے اور وہ اکثر دور دراز مقامات پر بھی جاکر رہتے تھے اور وہ بڑی بڑی چھاؤنیوں اور بڑے بڑے شہروں میں حکمراں ہو کر بھی جاتے تھے، وہ ذہین اور سمجھدار تھے اور کسی بغاوت یا خطرے کو فوراً دفع کر دیتے تھے!

ایکوڈر کی قدیم تاریخ

یہ کوئی نہیں جانتا کہ تمام فرقے جو اس ملک میں آباد تھے ایک ہی قوم سے تھے یا نہیں اور انکے کتنے بادشاہ اور کس قسم کے تھے، اس کا بھی حال کسی کو معلوم نہیں صرف کیوٹو کی نسبت جو آخری بادشاہ تھا یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کے تمام بادشاہوں سے زیادہ طاقتور تھا، اور اس کی سلطنت پچاس صوبوں سے زائد کے درمیان واقع تھی جو تقریباً خود مختار تھے یہ حالت صدیوں تک رہی جبکہ ایک فرقہ جو فرقہ کرا کے نام سے موسوم ہے اور جس کا بادشاہ شری کران تھا بحرالکاہل کے کناروں سے دریائے ایزمرلڈا کی وادی میں آیا اور کیوٹو کی سلطنت پر ۹۸۰ء میں قابض ہو گیا، ۱۳۰۰ء سے تین سو بیس برس قبل گیارہ بادشاہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہے، اُن کے بعد تین شری بادشاہ ۱۴۵۰ء تک حکمراں رہے اور اپنے بزرگوں کی سلطنت کو فتح یا اتحاد سے وسعت دیتے رہے، اس ملک کی شہرت نے پیرو کی قوم انکا کی حرص و آز کو مشتعل کیا، اور ٹوپاک یوپانکی جو اس وقت قوم انکا کا حکمراں تھا، کیوٹو کی سلطنت پر

حملہ آور ہوا اور شہر موچاتاک تمام علاقہ سنہ ۱۴۶۱ء میں فتح کر لیا لیکن اس صوبہ کے مقابلہ نے اس کی رفتار فتح کو روک دیا۔ ہول کو پوڈوجی سیلا جو چودھواں شری تھا اس وقت وہاں فرمانروا تھا۔ اس کا بیٹا کاچا پندرھواں شری ہوا اور اس نے صوبہ پدہو (چمبورازو) کو دوبارہ حاصل کر لیا جسکو فاتح ٹوپاک یوپان کی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے غصب کر لیا تھا لیکن کاچا کا صوبہ توم انکا کا تابع فرمان رہا۔ اپنے باپ ٹوپاک یوپانکی کی وفات کے بعد ہوناکپاک اعظم تخت نشین ہوا جو فاتح کے لقب سے مشہور ہے اور وہ سنہ ۱۴۷۵ء میں کزکو میں ایک فوج جمع کرکے کیوٹو کی سلطنت کو فتح کرنے کے لیے چلا۔ وہ خود سپہ سالار بنا اور کچھ فتوحات کے بعد ہیٹن ٹا کی پر نمایاں فتح حاصل کی جس میں کاچا جو پندرھواں شری تھا مارا گیا۔ ہوناکپاک نے اس کی دختر پاچا سے شادی کر لی اور اس طرح سلطنت کیوٹو کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ہوناکپاک اس فتح کے بعد پھر کزکو واپس گیا اور کیوٹو میں رہنے لگا۔ اسس نے اڑتیس سال تک حکومت کی۔ یہ زمانہ نہایت شاندار اور پرامن تھا۔ پاچا سے اس کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام اٹاہولپا تھا کزکو میں اس کا پہلا لڑکا ملکہ راوا اولو سے پیدا ہو چکا تھا۔ ہوناکپاک سنہ ۱۵۲۵ء میں فوت ہوا اور اپنی سلطنت کو دونوں لڑکوں میں متفرق چھوڑ کر مر گیا۔ انکا ہوسکار کزکو کی سلطنت میں حکمراں ہوا اور شری اٹاہولپا کیوٹو کی سلطنت کا مالک بنا لیکن دونوں بھائیوں میں برتری کے لیے لڑائی ہوئی اور اٹاہولپا نے غلبہ حاصل کیا یہ وہ وقت تھا جب اہل اسپین پیرو میں آئے۔

چلی کی قدیم تاریخ

چلی میں ہسپانویوں کی آمد سے قبل مولوکس (سورما) رہتے تھے اگرچہ ان سب کی زبان ایک تھی لیکن وہ مختلف جرگوں میں منقسم تھے۔ ہوی کس اس ملک میں رہتے تھے جو چلو اور والدیویا کے درمیان واقع ہے، پیونکس ذرا شمال کی طرف تھے اور دریائے مول یا نیبل تک پھیلے ہوئے تھے پیونکس سب سے زیادہ کثیر اور طاقتور تھے اور اوکاس یا اوکیناس بھی ان میں شامل تھے۔ بیابیو کے جنوب میں جو لوگ آباد تھے اور جن کے چار جرگے تھے وہ بھی اسی نام سے موسوم تھے، پیونکس نام اب تک چلا آتا ہے اور شمال کی جانب انڈس کی وادیوں میں اور مشرقی دامان کوہ میں آباد ہیں۔ ہر جماعت چار فرقوں میں منقسم تھی اور مختلف خاندانوں کا ہر ایک فرقہ مشترک مفاد سے وابستہ تھا، ہر فرقہ کا ایک سردار ہوتا تھا۔ جنگ کے وقت یہ مختلف فرقے متحد ہو جاتے تھے اور اس وقت انکا ایک سردار

تو کی کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔ اہل اسپین کی آمد کے پچاس سال پہلے انکا یوپانکی نے چلی پر حملہ کیا تھا اور اس ملک کو اپنا محکوم بنالیا تھا۔ ان کی حکومت مہربان اور رحم دل تھی انھوں نے زراعت اور مختلف صنعتوں کو درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ ان کے یہاں سڑکیں، نہریں اور پل موجود تھے۔ جب اہل اسپین فتوحات کی غرض سے آئے تو چلی کے وسط اور شمال کے ہندوستانی امن و امان اور محنت کے عادی ہو چکے تھے۔

پزارو کی مہم

میکسیکو کی فتح کے بعد ۱۵۲۴ء میں تین گمنام اشخاص نے جو پناما میں تھے جانب جنوب فتوحات کی تجویز کی۔ یہ اشخاص فرانسسکو پزارو، ڈیگو ڈی الماگرو اور ہرنانڈو لوکو تھے اول الذکر دو شخص سپاہیوں کے بیٹے اور مجہول النسب تھے اور آخر الذکر ایک پادری تھا اور ایک مکتب میں بچوں کو تعلیم دینے کے کام پر مقرر تھا۔ اسی نے نہیں معلوم کس طرح سے وافر دولت حاصل کر لی تھی لیکن اُس کے دو رفقائے کار کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان تینوں میں باہم معاہدہ ہو گیا اور اگرچہ ان کا مقصد لوٹ مار اور قتل وغارت کے سوا اور کچھ نہ تھا تاہم انھوں نے اپنے معاہدہ کو مذہبی رسوم کے ساتھ پختہ بنالیا تھا۔ انھوں نے متفقہ کوشش سے ایک چھوٹا جہاز تیار کیا جس میں ایکسو بارہ آدمی سوار تھے اور گورنر نے ان کو اجازت دیدی کہ وہ جنوبی ممالک کی تحقیقات کریں۔ اس جہاز کو پزارو لے کر چلا اور اس کے بعد الماگرو ستر آدمی اور لے کر اس کی مدد کو روانہ ہوا، یہ آدمی اور یہ ذرائع تھے جن سے دنیا کی نہایت وسیع سلطنتوں میں سے ایک فتح کی جانے والی تھی، وہ بہت سے مقامات پر اترے اور انھوں نے بہت سی تکالیف برداشت کیں۔ آخرکار وہ چلی کے سواحل پر پہنچے، اور ٹیکامیز پر اُتر پڑے، اُنھوں نے ملک کو زرخیز پایا اور اہل ملک سفید سوتی کپڑے اور سونے چاندی کے زیور پہنے ہوئے تھے۔ اگرچہ ہسپانوی انھیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئے لیکن انھوں نے چونکہ وہ تھکے ماندے اور کچھ بیمار بھی تھے اس قلیل جماعت سے اُن پر حملہ آور ہونا مناسب نہ سمجھا وہ گیلو کے جزیرہ میں قیام پذیر ہوئے اور الماگرو پناما میں واپس گیا تاکہ اور امداد لے کر آئے اور پزارو کو وہیں چھوڑ گیا۔

اب پناما میں دوسرا گورنر آگیا تھا۔ اسنے یہ خیال کر کے کہ رنگ روٹ بھرتی کرنے سے پناما کی سلطنت کمزور ہو جائیگی، الماگرو کو فوج بھرتی کرنے کی ممانعت کر دی اور ایک جہاز پزارو اور اس کے ساتھیوں کو واپس لانے کے لیے بھیجا، پزارو نے گورنر کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ واپس نہ جائیں، لیکن صرف تیرہ آدمی

اس کے ساتھ رہ گئے اور بقیہ ہمراہی واپس چلے گئے۔ یہ لوگ گورگونا پہنچے جہاں وہ پانچ ماہ تک رہے۔ اس کے بعد ایک جہاز اور آیا تاکہ انھیں پناما لیجائے لیکن اتفاق سے جہاز کے لوگ پزارو کی ماتحتی میں مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ اور پناما واپس جانے کے بجائے وہاں سے جنوب مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ جہاز پیرو کے ساحل پر جا لگا۔ چند مقامات کو انھوں نے اُتر کر دیکھا بعد ازاں یہ لوگ ٹمبز پر پہنچے۔ یہاں ایک شاندار مندر اور شاہی محل تھا۔ مندروں میں نہ صرف چاندی سونے کی چیزیں نظر آئیں بلکہ جواہرات کافی کثیر تعداد میں دکھائی دیے۔ پزارو نے اپنی قلیل جماعت سے کوئی حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس نے صرف مالِ تجارت فروخت کرنے پر اکتفا کی۔ وہاں سے دو نوجوان بھی اپنے ہمراہ لیے اور کہا کہ ان کو اسپین کی زبان سکھائی جائے گی حالانکہ اُس کا مقصد صرف ان کو ترجمان کی حیثیت سے رکھنا تھا۔ وہ چاندی اور سونے کی پلیٹ بھی لایا تاکہ گورنر پناما کو دکھا کر اُسے ایک مہم روانہ کرنے پر آمادہ کرے۔ لیکن گورنر پناما نے اب بھی پزارو اور اس کے ساتھیوں کی تجویز سے انحراف کیا۔ اُس نے مجبور ہو کر براہ راست شاہ اسپین سے اجازت طلب کی اور آپس میں یہ طے کر کے کہ پزارو اُس ملک کا جو مفتوح ہوگا گورنر اور المگرو نائب گورنر اور لوک لاٹ پادری ہوگا وہ اسپین پہنچا اور وہاں اُسے توقع سے زائد امداد ملی، لیکن اُس نے سب کچھ اپنے لیے حاصل کیا اور المگرو کے لیے کوئی عہدہ نہ حاصل کیا۔ البتہ لوک کو لاٹ پادری کا عہدہ دلوا دیا۔ جب پزارو پناما واپس پہنچا تو المگرو اس کے اس رویے سے سخت ناخوش ہوا اور اس کی مہم میں روڑے اٹکانے شروع کیے اور خود ایک علیحدہ مہم لیجانے کا تہیہ کیا۔ پزارو نے اس کے اس ارادے سے خوفزدہ ہو کر المگرو سے باہمی تصفیہ کر لیا اور نائب گورنری کا عہدہ اس کے حق میں چھوڑ دیا۔

ان دونوں کی تمام کوششوں کے باوجود صرف تین جہاز دستیاب ہو سکے اور ایک سو آٹھ آدمی فراہم ہوئے لیکن وہ اس قلیل جماعت کو لے کر حملہ آوری کے قصد سے چل پڑا۔ وہ خلیج سینٹ میتھو میں پہنچا اور جنوب کی طرف بڑھ کر صوبہ کوک میں چالیس ہزار ڈالر کی چاندی اور سونا لوٹا۔ اس کا کثیر حصہ اس نے المگرو کے پاس ایک جہاز میں بھر کر پناما بھیجا تاکہ وہ رنگروٹ بھرتی کرے اور دوسرا جہاز نکاراگوا بھیجا۔ غرض وہ اسی طرح لوٹ مار کرتا ہوا ٹمبز پہنچ گیا۔ ملک کے باشندے ان کی صورت دیکھ کر فرار ہو جاتے تھے اور کوئی مقابلہ نہ کرتے تھے۔ اب اس کو امداد بھی پہنچنی شروع ہو گئی تھی۔ یہ اُس کی خوش قسمتی تھی کہ پیرو اور کیوٹو میں جو دو بھائی حکمران تھے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے آپس میں لڑ رہے تھے اور اس وقت ملک خانہ جنگی میں مبتلا تھا۔ اگر پزارو اپنے پہلے سفر میں حملہ آوری کا ارادہ کرتا تو شاید کامیاب نہ ہوتا لیکن اس مرتبہ

ملک کی خراب حالت اُس کی کامیابی کا باعث ہوئی۔ پزارو کسی مقابلے کے بغیر لوٹ مار کرتا ہوا سلطنت کے مرکز میں
پہنچ گیا۔ اس وقت اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو خانہ جنگی کا علم ہوا۔ چنانچہ ہسکر نے ان لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ
اٹاہولپا کے خلاف اس کی امداد کریں کیونکہ اٹاہولپا غاصب اور باغی ہے۔ پزارو نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور
اس نے سوچا کہ اس ترکیب سے دونوں بھائیوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ اب اس کے ہمراہ باسٹھ سوار اور ایک سو دو
پیدل تھے جن میں سے بیس کے پاس تیر کمانیں تھیں اور تین کے پاس بندوقیں تھیں۔ پزارو کیزامالکا کی طرف بڑھا یہ
مقام سینٹ مچل سے بارہ دن کے فاصلے پر تھا اور یہاں اٹاہولپا بہت سے لشکر کے ساتھ مقیم تھا وہ کچھ زیادہ نہیں بڑھا
تھا کہ ایک سفیر تحف و ہدایا لے کر انکا کی طرف سے پہنچا اور اُس سے درخواست کی کہ وہ ان کے شریک ہو کر اٹالیپا کی
سرکوبی کرے۔ اس نے اس وقت نہایت چالاکی سے یہ بات بنائی کہ میں اپنے شاہ اسپین کا سفیر ہوں اور اٹاہولپا کی
مدد کے لیے آیا ہوں تاکہ اس کے مخالفین سے بدلہ لوں یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اٹاہولپا نے اس خیال سے
کہ وہ اُس کا رفیق اور ہمدرد ہے اس کے کوچ میں کوئی رُوڑا نہ اٹکایا۔ اگر ہندوستانی اس وقت متفق ہو کر اس پر حملہ
کرتے تو اس کی قلیل جماعت ضرور تباہ و برباد ہو جاتی غرض وہ ایک قلعہ کے بعد دوسرے قلعہ پر قابض ہوتا چلا گیا
یہاں تک کہ کیزامالکا کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک نہایت شاندار مکان پر قبضہ کر لیا جو معلوم ہوا کہ انکا کا
محل تھا اور اپنے آدمیوں کو مناسب موقع سے ٹھہرا کر اپنے بھائی اور ایک دو اور آدمیوں کو اٹاہولپا کے پاس بھیجا کہ
وہ پزارو سے آکر ملاقات کرے اور اس دوستانہ پیغام کو جو اسے اس کے بادشاہ نے بھیجا ہے سُنے۔

اٹاہولپا کو چلنے کی ترغیب دی گئی اور آخرکار وہ راضی ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ نہایت شان و تجمل کے ساتھ
اس کی سواری پزارو کی طرف روانہ ہو۔ چنانچہ بہت سے ہندوستانی نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے اور سونے چاندی
کے زیورات گلے میں ڈالے ہوئے اگلے روز پزارو کے مقام کی طرف چلے۔ وہاں اس نے اٹاہولپا کو ہاتھوں ہاتھ لیا
اور اس سے علیحدہ گفتگو کرنے کے بہانے سے ایک کمرے میں جا کر بٹھا دیا۔ وہاں ایک پادری کو بھیجا گیا۔ پادری نے
مذہب عیسوی کی تمام باتیں از اول تا آخر اُس کو سنائیں جو ترجمان کی ناقابلیت سے اس کی کچھ سمجھ میں نہ آئیں
لیکن جب پادری نے اُس سے کہا کہ تم اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرو تو اس نے اس سے انکار کیا
اور جو انجیل اس کو دیکھنے کے لیے دی گئی تھی وہ اس نے زمین پر پھینک دی۔ اس پر پادری نے اُسے بُرا بھلا کہا

اور پزارو نے فوراً اس کو گرفتار کر لیا اور اس کے بہت سے ہمراہیوں کو قتل کر دیا، ہندوستانی رنجیدہ اور غمگین واپس چلے گئے۔ جب اٹاہولپا نے دیکھا کہ ، قید کر لیا گیا ہے تو اُس نے ہسپانویوں سے کہا کہ جس کمرے میں وہ قید ہے وہ اس کو سونے سے بھر سکتا ہے بشرطیکہ اس کو رہا کر دیا جائے پزارو نے وعدہ کیا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا اگر وہ اس قدر فدیہ ادا کر دے گا، چنانچہ اس نے اپنے اعیان سلطنت کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو اس قدر سونا فراہم کرو کہ یہ کمرہ بھر جائے، اس کے ماتحتوں نے دو چار روز کے اندر تمام کمرے کو جو بائیس فیٹ طویل اور سولہ فیٹ عریض تھا سونے کے برتنوں سے بھر دیا اب مقید بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے بعد اپنی رہائی کی درخواست کی لیکن مکار پزارو نے ایفائے وعدہ کے بجائے اُس کی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہا، چنانچہ اس نے اپنے دو تین ماتحتوں کو جج بنا کر اس کے مقدمے کی سماعت کی اور اسے موت کی سزا کا حکم دیا، اس نے یہ دیکھ کر کہ موت سے کسی طرح چھٹکارا نہیں یہ التجا کی کہ آگ سے رفتہ رفتہ جلانے کے بجائے تلوار سے اُسکا سر کاٹ دیا جائے۔ اس کو یہ جواب دیا گیا کہ اگر وہ عیسائی ہو جائے تو اس کے ساتھ یہ نرمی روا رکھی جا سکتی ہے، چنانچہ وہ اس مصیبت سے بچنے کے لیے عیسائی ہو گیا اور اس کو تلوار کے ذریعہ سے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

جب اس بے قیاس دولت کی خبر پناما، نکاراگوا اور گوئٹی مالا پہنچی تو وہاں سے سیکڑوں کی تعداد میں رنگ روٹ روانہ ہو گئے حالانکہ وہاں کے گورنروں نے کوشش کی کہ وہ نو آبادیوں کو نہ چھوڑیں، لیکن اب کون سنتا تھا یہاں پہونچ کر یہ قسمت آزما لوگ پزارو کی ملازمت میں داخل ہوتے جاتے تھے، اب پزارو کے پاس اتنی فوج جمع ہو گئی کہ اُس نے کزکو پر قبضہ کر لیا جو اس ملک کا دارالسلطنت تھا اس شہر پر قابض ہونے سے پزارو کو اور بھی بے اندازہ دولت مل گئی۔

اہل پیرو کی بغاوت

جب پزارو اس طرف مشغول تھا تو بنیلکزار جو سینٹ مچل پر افسر فوج تھا کچھ جمعیت لے کر کیوٹو کی تسخیر کیلیے روانہ ہوا اور دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا وہ کیوٹو میں پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا، پزارو نے اندرونی حالت کو خاموش اور قابل اطمینان سمجھ کر ساحل سمندر پر ۱۵۳۵ء میں ایک شہر جس کا نام لیما تھا آباد کیا، اسی دوران میں المگرو چلی کی تسخیر پر روانہ ہو گیا اور پزارو نے اکثر جماعتیں دور دراز صوبوں کے سخر کرنے کے لیے روانہ کیں۔ ان

مختلف مہمات سے جو فوج کزکو میں تھی اس کی تعداد بہت کم ہوگئی تھی اہل پیرو نے اب یہ دیکھ کر کہ فوج کم رہ گئی ہے اور اہل اسپین کا منشا ان کے ملک کو چھوڑنے کا نہیں ہے بلکہ اس میں مستقل آباد ہونے کا ہے یہ ارادہ کیا کہ اپنے خونخوار حملہ آوروں کو ملک سے خارج کرنا چاہیے۔

تمام سلطنت میں ایسے خفیہ طریقے پر اور ایسی تیزی کے ساتھ تیاریاں کی گئیں کہ اہل اسپین کو اس کا کچھ پتہ نہ چلا اور مینکو کپاک جس کو اب سب نے بادشاہ تسلیم کر لیا تھا کزکو سے فرار ہوگیا اور اس نے فوراً علم جنگ بلند کر دیا ہر جگہ سے فوجیں طلب کی گئیں اور دو لاکھ آدمیوں سے کزکو کا محاصرہ کیا گیا جس کو صرف ایک سو ستر ہسپانویوں نے نو ماہ تک دشمن سے محفوظ رکھا، ایک کثیر فوج نے لیما پر بھی حملہ کیا اور دونوں شہروں کے درمیان ہر قسم کی مراسلت بند کر دی اہل پیرو نے نہ صرف جوہر مردانگی دکھائے بلکہ اپنے دشمنوں کی تقلید میں ترتیب و تنظیم بھی حاصل کر لی، ان کے بہادروں کے پاس نیزے اور تلواریں تھیں اور بعضوں کے پاس بندوقیں بھی تھیں جو ان کو ہسپانویوں سے مل گئی تھیں، ان میں سے بعض گھوڑوں پر بھی سوار تھے جن کا رہنما خود انکا تھا، یہ گھوڑے انھوں نے اپنے حملہ آوروں سے چھین لیے تھے اور ہسپانوی سواروں کی طرح حملہ کرتے تھے چنانچہ اہل پیرو نے نصف حصہ دار السلطنت کا اپنے دشمنوں سے دوبارہ لے لیا اور اہل اسپین مایوس ہو چلے تھے اگر اسی حالت مایوسی میں المگرو، کزکو پر نمودار ہوا، انکا نے فوراً اپنی بہادر فوج سے اس پر حملہ کیا لیکن بدقسمتی سے اسے شکست ہوئی اور اس کی فوج منتشر ہوگئی اس کے بعد المگرو نے اہل اسپین کو جو شہر کی حفاظت کر رہے تھے اپنا مطیع بنانا چاہا لیکن پزارو نے لیما سے پانسو آدمی بطور کمک بھیجے تھے وہ آگئے، المگرو اور اس کمک سے معرکہ آرائی ہوئی جس میں المگرو فتحیاب ہوا اور شہر اس کے قبضہ میں آگیا، مکار پزارو نے یہ دیکھ کر کہ المگرو نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے تصفیہ کی گفتگو شروع کر دی اور عرصے تک اسی بات چیت میں وقت گذارتا رہا، جب پزارو نے کافی فوج جمع کر لی تو شہر پر حملہ کیا اور المگرو اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ المگرو کو بغاوت کے الزام میں سزائے موت دی گئی۔

ہندوستانی بجائے اس کے کہ اپنے ارادے کو درجۂ تکمیل تک پہنچاتے جنگ کے بعد خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور پھر انھوں نے ہسپانویوں کا کوئی مقابلہ نہ کیا، پزارو تمام سلطنت پر قابض ہوگیا اور اس نے المگرو کے قتل کے بعد تمام صوبے اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیے ۱۵۴۵ء میں پوٹوسی کے مقام پر چاندی کی کانیں

دریافت ہوگئیں جس سے بے شمار دولت اہل اسپین کے ہاتھ آئی لیکن پزارو کا بھی انجام اچھا نہ ہوا پزارو کو اس کے مخالفین نے لیما میں قتل کر دیا اور اس کا سر عرصے تک بازار میں لٹکا رہا بعد ازاں اُس کو دفن کیا گیا۔

پزارو سخت مکار تھا لیکن اس کی مکاری کچھ عرصے تک ضرور اس کے کام آئی ورنہ اکثر مکار آدمی صرف ایک دغابازی سے اپنی تباہی کا باعث ہو جاتا ہے بلاشبہ اُس نے المگرو کے ساتھ دھوکے بازی سے اہل اسپین کے قلوب اپنے خلاف کر لیے اور آخر کار یہی امر اس کی ذلیل موت کا باعث ہوا۔ اٹاہولپا اور بعد ازاں انکا مونکاسے مکاری کر کے اُسنے اہل پیرو کو اپنا مخالف بنا لیا اور پزارو کا نام دغابازی کا مرادف ہوگیا۔ المگرو نے اس سے خانہ جنگی کے ذریعہ بدلا لیا مونکا نے بغاوت کی اور اس کی نوآبادی اُس کے ہاتھ سے جاتی رہی اور خانہ جنگی نے اُس کی جان ہی لے کر چھوڑی اُس کے مرنے کے بعد حکومت اسپین نے مختلف لوگوں کو یکے بعد دیگرے اس وسیع سلطنت کا گورنر بنا کر بھیجا لیکن خانہ جنگی نے کسی گورنر کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر کار گیسکا گورنر نے دشمنی اور مخاصمت کو اپنے اعتدال اور انصاف سے مٹا دیا اور ۱۵۴۹ء میں یہ عظیم سلطنت صحیح معنوں میں اسپین کا صوبہ بن گئی۔

باب شانزدہم

امریکہ میں ہسپانوی سلطنت

راڈرگو ڈی بسٹیگاس نے سنہ ۱۵۰۱ء میں کارٹیگینا اور سانتامارتھا کے صوبے دریافت کیے تھے اور پیڈرو ڈی ہیری ڈیا نے ۱۵۳۳ء میں ان کو محکوم بنایا تھا۔ ۱۵۴۴ء میں کارٹیگینا ایک بڑا شہر ہو گیا تھا اور اس کا بندرگاہ نئی دنیا کی ہسپانوی مملکت میں نہایت محفوظ اور نہایت عمدہ قلعہ تھا اس کا موقع بھی تجارت کے لیے موزوں ہے اور اس لیے تمام ہسپانوی جہاز یورپ سے پہلے پہل یہیں آتے تھے اور اپنا مال تجارت فروخت کر کے یہیں سے گھر کے لیے واپس ہوتے تھے ۱۴۹۹ء میں اوجیڈا پہلے پہل صوبہ وِنیزوِلا میں آیا تھا جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے وینیزولا کے معنی چھوٹے وینس کے ہیں یہ نام اس کو اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ اس کا ایک گاؤں وینس کی طرح سمندر کے تھا سوتی پانی پر آباد تھا غرناطہ کی نئی سلطنت جیسا کہ اس کو کہتے ہیں اندرونی حصہ ملک ہے اور ۱۵۳۶ء میں بنیلکزار نے اس کو اسپین کا محکوم بنا دیا تھا۔ وہ کیوٹو سے جبکہ وہ پزارو اور کوساڈا کی ماتحتی میں تھا اس پر حملہ آور ہوا تھا۔ ہندوستانیوں نے

استقلال شجاعت اور صمیم ارادے کے ساتھ اپنی ملازمت کی لیکن ترتیب و تنظیم اور سائنس ان کی وحشیانہ طاقت پر جیسا کہ ہر جگہ غالب آئی، غرناطہ نو کے ہندوستانی چونکہ ان سے کانیں کھودنے کا کام نہیں لیا گیا تھا اس نوآبادی میں دیگر نوآبادیوں سے زیادہ تعداد میں پھلتے پھولتے رہے، یہاں سونا زمین کے اندر نہیں پایا جاتا تھا بلکہ سطح زمین کے قریب بلند مقامات پر مٹی میں ملا ہوا ملتا تھا، سانتانی کا ایک گورنر خالص سونے کا ڈھیلا جو اس صوبے میں پایا گیا تھا اسپین لے گیا تھا جس کی قیمت تین ہزار ڈالر سے زائد تھی، غرناطہ نو کی سلطنت اول اول ۱۵۴۷ء میں قائم ہوئی اور اس کا دارالسلطنت سانتافی ڈی بوگوٹا کو قرار دیا گیا تھا ۱۷۱۸ء میں اس میں دوسرے صوبے ملا کر اس کو ایک بڑا صوبہ بنا دیا گیا تھا، لیکن ۱۷۲۲ء میں اس حکومت کو منسوخ کر دیا گیا اور بعد ازاں ۱۷۴۰ء میں اس کو پھر قائم کر دیا گیا انقلاب کے زمانے تک یہ ایک خود مختارانہ حکومت رہی۔ بعد ازاں کولمبیا کی جمہوری سلطنت میں ملا دی گئی، دنیزدلا کے جانب شرق کراکاس اور کیانا کے صوبجات واقع ہیں اور کارٹاجینا اور سانٹا مارتھا کو ملا کر قدیم سلطنت ٹیرا فرما بنجاتے ہیں اب یہ سب کولمبیا کی جمہوری سلطنت کے اجزا ہیں، یہ دونوں صوبے عرصے تک کوکو کی تجارت اور پیداوار کے لیے مشہور تھے جو صرف گوئٹی مالا کے کوکو پروں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔

میکسیکو یا اسپین نو اور پیرو دیگر نوآبادیوں کی نسبت زیادہ آباد ہو گئے کیونکہ اسپین سے قسمت آزما لوگ یہاں روپیہ پیدا کرنے کے لیے آتے تھے اور چونکہ ان دونوں صوبوں میں وافر دولت تھی اس لیے ان ہی دونوں صوبوں میں ہسپانوی آبادی بڑھتی گئی سلطنت ہسپانیہ نے بھی اپنے تمام مقبوضات امریکہ کو انھیں دو بڑے صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا شمال کی جانب جس قدر نوآبادیاں تھیں میکسیکو میں شامل کر دی گئیں اور جنوب کی جانب کی تمام نوآبادیاں پیرو سے ملحق کر دی گئیں۔ اسپین نو کا دارالسلطنت میکسیکو تھا اور پیرو کا دارالسلطنت لیما تھا؛

اوراگوئی کا تصفیہ

پیرو کے صوبے سے ملحق وہ تمام مملکتیں جو انڈس کے شرق میں واقع تھیں دریائے ریوڈی لاپلاٹا اور اسکی شاخوں اور دریائے کولوریڈو اور دیگر دریاؤں سے جو بحر اطلانٹک میں گرتے ہیں سیراب ہوتی تھیں، دریائے لاپلاٹا کے شرق میں جو ہسپانوی مملکت واقع ہے اور جس میں پیراگوئی کا صوبہ اور دیگر اضلاع شامل ہیں صدیوں سے غیر متعین چلی آتی تھی اور پرتگال سے اسی بنا پر جھگڑا ہوا، جب سولھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں جوآن ڈیاز ڈی سولس نے

استقلال شجاعت اور مصمم ارادے کے ساتھ اپنی مدافعت کی لیکن ترتیب و تنظیم اور سائنس ان کی وحشیانہ طاقت پر جیسا کہ ہر جگہ غالب آئی، غرناطہ نو کے ہندوستانی چونکہ ان سے کانیں کھودنے کا کام نہیں لیا گیا تھا اس نو آبادی میں دیگر نو آبادیوں سے زیادہ تعداد میں پھلتے پھولتے رہے۔ یہاں سونا زمین کے اندر نہیں پایا جاتا تھا بلکہ سطح زمین کے قریب بلند مقامات پر مٹی میں ملا ہوا ملتا تھا، سانتانی کا ایک گورنر خالص سونے کا ڈھیلا جو اس صوبے میں پایا گیا تھا اسپین لے گیا تھا جس کی قیمت تین ہزار ڈالر سے زائد تھی، غرناطہ نو کی سلطنت اول اول ۱۵۴۷ء میں قائم ہوئی اور اس کا دار السلطنت سانتانی ڈی بوگوٹا کو قرار دیا گیا تھا ۱۷۱۸ء میں اس میں دوسرے صوبے ملا کر اس کو ایک بڑا صوبہ بنا دیا گیا تھا، لیکن ۱۷۲۳ء میں اس حکومت کو منسوخ کر دیا گیا اور بعد ازاں ۱۷۴۰ء میں اس کو پھر قائم کر دیا گیا انقلاب کے زمانے تک یہ ایک خود مختارانہ حکومت رہی۔ بعد ازاں کولمبیا کی جمہوری سلطنت میں ملا دی گئی، وینیزویلا کے جانب شرق کراکاس اور کیومانا کے صوبجات واقع ہیں اور کارٹاجینا اور سانٹا مارتھا کو ملا کر قدیم سلطنت سیرا زا بنجانے ہیں اب یہ سب کولمبیا کی جمہوری سلطنت کے اجزا ہیں، یہ دونوں صوبے عرصے تک کھوپرے کی تجارت اور پیداوار کے لیے مشہور تھے جو صرف گواڈی مالا کے کھوپروں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔

میکسیکو یا اسپین نو اور پیرو دیگر نو آبادیوں کی نسبت زیادہ آباد ہوتے گئے کیونکہ اسپین سے قسمت آزما لوگ یہاں روپیہ پیدا کرنے کے لیے آتے تھے اور چونکہ ان دونوں صوبوں میں وافر دولت تھی اس لیے ان ہی دونوں صوبوں میں ہسپانوی آبادی بڑھتی گئی سلطنت ہسپانیہ نے بھی اپنے تمام مقبوضات امریکہ کو انھیں دو بڑے صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا شمال کی جانب جس قدر نو آبادیاں تھیں میکسیکو میں شامل کر دی گئیں اور جنوب کی جانب کی تمام نو آبادیاں پیرو سے ملحق کر دی گئیں۔ اسپین نو کا دار السلطنت میکسیکو تھا اور پیرو کا دار السلطنت لیما تھا۔

اوراگوئی کا تصفیہ

پیرو کے صوبے سے ملحق وہ تمام مملکتیں جو انڈیس کے شرق میں واقع تھیں دریائے ریو ڈی لا پلاٹا اور اس کی شاخوں اور دریائے کولوریڈو اور دیگر دریاؤں سے جو بحر اطلانطک میں گرتے ہیں سیراب ہوتی تھیں، دریائے لا پلاٹا کے شرق میں جو ہسپانوی مملکت واقع ہے اور جس میں پیراگوئی کا صوبہ اور دیگر اضلاع شامل ہیں صدیوں سے غیر متعین چلی آتی تھی اور پرتگال سے اسی بنا پر جھگڑا ہوا جب سولھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں جو آن ڈیا ز ڈی سولس نے

ریو ڈسی لاپلاٹا کو دریافت کیا اور راگوئی میں وحشی زتے آباد تھے جو اس کے دریاؤں کے کناروں پر رہتے تھے، انکی تاریخ
اس سے پہلے کی معلوم نہیں ہے اور اُن کے رسم ورواج سے بھی ہم ناواقف ہیں بجزان چند باتوں کے جن کو امریکہ کے ان
مقامات کے پہلے مورخوں نے بیان کر دیا ہے، اہل اسپین نے اپنی آبادیوں کے لیے دریائے پیراگوئی اور دریائے پرانا کے
کنارے اور دریائے پلاٹا کا مغربی کنارہ پسند کیا اور دریائے اوراگوئی کا شرقی حصہ قریب قریب چھوڑ دیا گیا تھا جو
ڈیڑھ صدی تک مویشیوں اور گھوڑوں کی چراگاہ کا کام دیتا رہا جہاں ان کی تعداد انسان کی دیکھ بھال بغیر بے حد
بڑھ گئی تھی۔ برازیل والے مویشیوں کی کثیر تعداد اس بہانے سے پکڑلے جاتے تھے کہ یہ حصۂ ملک تاج پرتگال سے متعلق ہے
اور چونکہ ہسپانوی بھی اس کے قبضے کا ادعا کرتے تھے لہذا انھوں نے ۱۶۲۴ء میں ایک شہر از نام سانٹو ڈومنگو سوریانو
آباد کیا اور اہل پرتگال نے ۱۶۸۰ء میں کولونیا ڈیل سیکرامینٹو کے نام سے دوسرے شہر کی بنیاد ڈالی کیونکہ دونوں قومیں
اپنے اپنے مفاد کو ترقی دینا چاہتی تھیں۔

کولونیا کی بنیاد سے دونوں قوموں میں ایک سلسلۂ جنگ کا آغاز ہوگیا دونوں بادشاہوں نے بہت سے
عہدنامے کیے جن میں سے ہر ایک اوراگوئی کے قبضے اور دیگر مسائل طے کرنے کے بارے میں تھا لیکن سوا صدی تک
کولونیا اور دیگر اراضیات کبھی اسپین کے اور کبھی پرتگال کے قبضے میں چلی جاتی تھیں البتہ اسپین اندرونی حصۂ ملک پر
برابر قابض رہا۔ اس نے بحر اوقیانوس کے سواحل پر اور دریائے پلاٹا پر مختلف شہر آباد کیے جن میں مونٹی ویڈیو ایک
خاص شہر تھا جب قبضہ کا جھگڑا طے ہوگیا تو ہسپانویوں کے پاس وہ تمام آراضی آگئی جو جھیل مرم اور دریائے لاپلاٹا کے درمیان واقع تھی

جنوبی عرض البلد کے تینتیس اور اتتالیس درجوں کے درمیان آب و ہوا معتدل ہے، ملک کی سطح زیادہ تر ہموار ہے
اگرچہ اس میں پہاڑیاں اور وادیاں بھی ہیں جن کو مستثنیٰ کر کے تمام ملک زراعت کے لیے موزوں ہے گیہوں، جو، سن
جوار، مکا، اور دیگر قسم کی نباتات اور پھل بآسانی پیدا ہوتے ہیں عمدہ چراگاہیں بھی بکثرت ہیں باشندوں کی خاص غذا
روٹی اور گوشت ہے بعض دریاؤں کے کناروں پر سونا بھی پایا جاتا ہے، الاس میناس کے ضلع میں سیسہ، چاندی، تانبا اور
سونا پایا جاتا ہے، یہاں کی تجارتی اشیاء جانوروں کی کھالیں، موم اور نمکین گوشت ہے، مکھن اور پنیر بھی یہاں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

پیراگوئی اور ارجینٹینا کا تصفیہ

دریائے لاپلاٹا کی مغربی مملکت دو صوبوں بیونوز آئرس اور ٹوکومان میں منقسم تھی ۱۶۲۰ء میں ریو ڈی لاپلاٹا کا صوبہ

موجودہ ارجنٹینا ہے پیراگوئی کے صوبہ سے بالکل مختلف طور پر قائم ہوا تھا اور بعد ازاں اس کو بیونوز آئرس کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا۔ ۱۵۳۵ء میں پیڈرو ڈی مینڈوزا نے اس نام کا ایک شہر آباد کیا تھا لیکن ۱۵۴۱ء میں اس کو ویران چھوڑ دیا تھا اور اس کے باشندے اسمپشن کو چلے گئے تھے جہاں ایک قلعہ وسال پیشتر ایولانا نے بنا دیا تھا۔ یہاں ایک لاٹ پادری بھی رہتا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں عیسائی فرقہ جیسوائٹ، پیراگوئی میں آیا اور ۱۶۰۹ء میں فادر ٹوریس نے عیسائی شدہ ہندوستانیوں کے لیے علیحدہ شہر قائم کرنے کی اجازت حاصل کر لی جو صرف شاہ اسپین کی حکومت تسلیم کرتے تھے اور گورنروں کی حکومت سے آزاد تھے لیکن ۱۶۳۰ء میں پرتگیز نوآبادوں نے ان پر حملہ کیا اور دو سال میں ساٹھ ہزار آدمی یا مارے گئے یا گرفتار ہو کر چلے گئے۔ ۱۶۳۹ء میں پادریوں نے بادشاہ سے اجازت حاصل کی کہ ان ہندوستانیوں کو بھی اہل یورپ کی طرح مسلح کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس کے بعد ۱۵۸۰ء میں بیونوز آئرس کا شہر پیراگوئی کے گورنر نے دوبارہ تعمیر کیا اور اس وقت سے یہ نہایت اہم شہر ہو گیا۔ لاپلاٹا کے شمالی کنارہ پر ۱۶۷۹ء میں پرتگیزوں نے ایک نئی آبادی کی کوشش کی لیکن گیر دگو زنے پرتگیزوں کو ملک سے خارج کر دیا اور ان کے قلعہ کو مسمار کر دیا۔ یہ آبادی بھی دونوں قوموں میں عرصہ تک جھگڑے کی بنیاد رہی لیکن ۱۷۷۸ء میں یہ آراضی اسپین کے حوالہ کر دی گئی۔

نوآبادیوں میں اسپین کا طرز حکومت

۱۵۱۱ء میں فرڈی نانڈ نے اپنے امریکی مقبوضات کے معاملات طے کرنے کے لیے ایک عدالت جس کا نام ممالک ہند کی کونسل تھا قائم کی تھی۔ اور ۱۵۲۴ء میں اس کو چارلس پنجم نے از سر نو ترتیب اور ترقی دی۔ اسکو ہسپانوی امریکہ کی حکومت کے ہر صیغہ پر اختیار سماعت حاصل تھا۔ یہ نوآبادیوں کے متعلق قوانین اور قواعد بناتی تھی اور امریکہ کی وہ تمام ملازمتیں پر کرتی تھی جو تاج کے لیے محفوظ تھیں۔ تمام افسران وائسرائے سے لے کر ادنی درجہ تک اپنے طرز عمل کے لیے ممالک ہند کی کونسل کے جواب دہ تھے۔ یہ ہمیشہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس کونسل میں بادشاہ موجود ہے۔ چنانچہ اس کے اجلاس وہیں ہوتے تھے جہاں وہ رہتا تھا۔ جب تک کونسل کے دو تہائی ممبران کسی ایسے قانون سے جس کا تعلق امریکی معاملات سے ہو متفق نہیں ہوتے تھے تو وہ قانون پاس نہیں کیا جاتا تھا۔ امریکہ کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی اپیل بھی ممالک ہند کی کونسل ہی میں دائر ہوتی تھی۔

اپنے امریکی مقبوضات کے لیے اسپین کا یہ طرز حکومت اس اصول پر مبنی تھا کہ یہ نوآبادیاں تاج اسپین کی ملک ہیں۔ ان کو ہسپانوی قوم کی ملکیت نہیں مانا جاتا تھا۔ اگرچہ اس مسئلہ کے متعلق اس کے سوا اور کوئی سند نہ تھی کہ پوپ الیگزنڈر ششم کے فرمان نے فرڈی نانڈ اور ازابلا کو وہ تمام ممالک بخشدیے تھے جن کو وہ ایک خاص عرض البلد کے مغرب میں دریافت کریں۔ لہذا ہسپانوی مقبوضات امریکہ بادشاہ کی ذاتی جائداد سمجھے جاتے تھے۔ پہلی قسمت آزما لوگوں کمانڈروں اور گورنروں کو جنھوں نے ملک کو دریافت کیا اور سلطنت اسپین کا محکوم بنایا بادشاہ ہی اختیارات عطا کرتا تھا۔ اور وہ اس کی مرضی سے اپنے اپنے عہدوں سے علیحدہ کیے جاسکتے تھے۔ تمام جاگیریں بادشاہ ہی دیتا تھا اور اگر کسی وجہ سے وہ ختم ہوجاتی تھیں تو پھر تاج اسپین ہی کو واپس ہوتی تھیں۔ جملہ سیاسی اور دیوانی کے اختیارات بادشاہ میں مرکوز تھے اور بادشاہ کی مرضی کے مطابق ان کو وہ اشخاص جن کو وہ اجازت دے اور ایسے طریقوں سے جن کو وہ پسند کرے استعمال کیے جاسکتے تھے۔ یہ اشخاص نہ صرف نوآبادیوں سے بلکہ ہسپانوی قوم سے بھی کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ دونوں سے آزاد تھے۔ نوآبادیوں کو جو اختیارات دیے گئے تھے وہ صرف انتظام شہر مثل صفائی وغیرہ سے متعلق تھے یا اندرونی پولیس اور شہروں اور قصبوں کی تجارت سے تعلق رکھتے تھے لیکن ایسی آزادی ہمیشہ شخصی سلطنتوں میں دے دی جاتی ہے۔ ہسپانوی امریکی حکومتیں نہ صرف قدیم روس اور گذشتہ ٹرکی کی طرح مستبد تھیں بلکہ نہایت خطرناک تھیں کیونکہ بادشاہ کی مطلق العنان طاقت اس سے نہیں بلکہ اس کی بجائے اس کے نائبین سے استعمال کی جاتی تھی۔

پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ہسپانوی مقبوضات نئی دنیا میں بلحاظ حکومت دو بڑے حصوں یا صوبوں یعنی اسپین نو اور پیرو میں تقسیم تھے۔ بعدازاں جب ملک میں آبادی بڑھ گئی تو سانتا فی ڈی بوگوٹا کا صوبہ اور بنایا گیا۔ جس میں غرناطۂ نو۔ ٹیرا فرما۔ اور کیوٹو کے صوبے شامل تھے اور کچھ دنوں بعد ریو ڈی لا پلاٹا کا صوبہ بھی ملا دیا گیا۔ ان حکومتوں پر ایک وائسرائے مقرر کیا گیا تھا۔ جو اپنے بادشاہ کا نائب مناب تھا اور اپنی حدود کے اندر تمام شاہی اختیارات رکھتا تھا۔ اس کی حکومت اسی قدر برتر تھی جس قدر کہ اس کے بادشاہ کی اور وہ حکومت کے ہر محکمہ پر خواہ دیوانی ہو یا فوجداری یا فوجی سب پر قابو رکھتا تھا۔ وہ اپنی حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر لوگوں کو خود مقرر کرتا تھا اور اُن خالی آسامیوں کو جو موت کی وجہ سے واقع ہوتی تھیں پُر کرتا تھا۔ اُس کی عدالت میڈرڈ کے

نمونے پر بنائی گئی تھی اور اُس کی شان و شوکت اس کے مشابہ بلکہ اُس سے مافوق تھی۔ ہر ایک صوبہ میں ایک عدالت العالیہ قائم تھی جس میں بلحاظ وسعت و آبادی ججوں کی تعداد مقرر کی جاتی تھی۔ ان ججوں کو دیوانی اور فوجداری مقدمات طے کرنے کا اختیار تھا۔ وائسرائے کو ان عدالتوں کے فیصلے میں مداخلت کرنے سے باز رکھا گیا تھا بلکہ بعض صورتوں میں یہ عدالتیں اُسکے قواعد کی نگرانی کر سکتی تھیں اور مخالفت کر سکتی تھیں یا معاملہ کو بادشاہ اور ممالک ہند کی کونسل میں پیش کر سکتی تھیں۔ کسی وائسرائے کے مرنے پر ان عدالتوں کو اسکے اختیارات حاصل ہو جاتے تھے اور خالی عہدے کی تمام خدمات سب سے بڑا جج اپنے رفیقوں کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ ممالک ہند کی کونسل کے علاوہ ۱۵۰۳ء میں بمقام سیول ایک تجارتی بورڈ بھی بنایا گیا۔ اس کا کام امریکہ سے تجارتی تعلقات کی نگہداشت، مال درآمد اور برآمد کا انتظام اور معائنہ کرنا تھا۔ جہازوں کے اوزان اور اوقات معین کرنا اور ان معاملات کو خواہ دیوانی ہوں یا فوجداری جو اسپین اور اس کے امریکی مقبوضات کے درمیان تجارتی معاہدوں سے پیدا ہوں طے کرنا بھی اس کا کام تھا۔ اس بورڈ کے افعال اور فیصلوں پر ممالک ہند کی کونسل نگرانی کر سکتی تھی۔

ہسپانوی اور برطانوی نوآبادیوں کا موازنہ

ہسپانوی اور برطانوی نوآبادیوں کا طرز حکومت بنیادی اصولوں پر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اگر اس اختلاف پر غور کیا جائے تو دونوں ممالک کے مشروعوں کی بنا پر یہ فرق پایا جائے گا۔ برطانیہ عظمیٰ اور اسپین نے امریکہ کے ممالک کو جن کو اُن کی رعایا نے دریافت کیا قوم کی بجائے تاج کی ملکیت سمجھا اور جس قدر سندیں اور جاگیریں عطا کی گئیں وہ پارلیمنٹ کے استصواب کے بغیر دی گئیں وہ حقوق اور اختیارات جو جاگیرداروں کو دیے گئے وہ بھی بادشاہ نے دیے۔ تاج ہی نے نوآبادیوں میں حکومتیں قائم کیں اور تاج ہی نے نوآبادیوں کو حقوق اور مراعات دیے۔ اول اول پارلیمنٹ کو جو قوم کا آلۂ کار تھی نوآبادیوں پر کسی قسم کا حق حاصل نہیں تھا۔ اور جب بعد ازاں پارلیمنٹ نے ان کے معاملات میں مداخلت شروع کی تو نوآبادیوں نے اسکو کبھی گوارا نہ کیا۔ یہی وہ مداخلت تھی جو آخر کار آبائی ملک سے نوآبادیوں کی علیحدگی کا باعث ہوئی۔ نوآبادی کی حکومتوں میں جو برطانیہ نے امریکہ میں قائم کیں نوآبادیوں کو نہایت اہم دیوانی حقوق عطا کیے گئے لیکن ان کے حقوق برطانوی رعایا کے برابر نہ تھے اور یہ فرق اسی حد تک جسقدر کہ پارلیمنٹ کو ان پر اختیار حاصل تھا

بادشاہ کے اختیارات جیسے برطانیہ میں تھے کم از کم اُسی درجہ تک نوآبادیوں کی رعایا پر تھے۔

ہسپانوی امریکی نوآبادیوں کو سیاسی حقوق کچھ بھی حاصل نہ تھے ان کے حقوق صرف میونسپلٹی تک محدود تھے تاج کو نوآبادیوں کی حکومت پر کلی اختیار حاصل تھا لیکن نوآبادوں کو جس قدر آبائی ملک میں اختیار تھا اس سے زیادہ یہاں نہ تھا۔ اور یہ توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی کہ جو حقوق ان کو خود اسپین میں حاصل نہ تھے وہ نوآبادیوں میں مل جائیں۔ سیاسی حقوق کے بارے میں ہسپانوی نوآبادوں کو وہی حقوق ملے ہوئے تھے جو قدیم اسپین کے باشندوں کو۔ لیکن بادشاہ کے اختیارات اُس کا نائب عمل میں لاتا تھا اور دور دراز فاصلہ پر تھا۔ اس وجہ سے اکثر اس کے افعال ظالمانہ اور نا منصفانہ ہوتے تھے۔ حقوق کی مساوات کے بارہ میں جہانتک نوآبادوں اور اصلی باشندوں کا تعلق ہے اسپین کے نوآباد برطانوی نوآبادوں سے بہتر تھے۔ اگر نوآبادیاں بالکل آبائی حکومت کے ماتحت ہوتیں تو ان کے لیے یہ کوئی امتیاز کی بات نہ تھی کہ آخری حکم بادشاہ کے اختیار میں رہے یا قوم اور بادشاہ دونوں کے ہاتھ میں۔ دونوں حالتوں میں وہ غلام ہی رہتے۔

لیکن دونوں قوموں کے مختلف طرز حکومت نے انکی نوآبادیوں کی حکومت میں بھی فرق پیدا کر دیا تھا۔ چونکہ اسپین کے بادشاہ کی طاقت غیر محدود تھی اس لیے اُس کا حکم نوآبادیوں میں بھی ایسا ہی رہا لیکن شاہ انگلستان کا اختیار اپنے ملک میں محدود تھا اور حکومت مشترک تھی کیونکہ لوگوں کو اپنے نمایندوں کے ذریعہ شرکت حاصل تھی اس لیے نئی دنیا میں بھی وہی طریق حکومت قائم کیا گیا۔ تمام نوآبادیوں میں حق نیابت کا اصول جاری کیا گیا اور مقامی مجلسیں واضعان قوانین رہیں اور انتظامی طاقت بادشاہ کے ہاتھ میں رہی۔

تجارت میں رکاوٹیں اور ان کا تدارک

اسپین کا منشا اپنی نوآبادیاں قائم کرنے سے محض اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا تھا چنانچہ اول اول نوآبادیوں میں بھی جس بات پر زور دیا گیا وہ صرف یہ تھی کہ کانیں کھودی جائیں اور جس قدر چاندی سونا دستیاب ہو اسپین بھیج دیا جائے۔ اس میں بادشاہ کا حق خاص طور پر ایک خمس رکھا گیا تھا۔ زراعت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی تھی بلکہ اسے ممنوع قرار دیا تھا۔ کیونکہ اندیشہ یہ تھا کہ کہیں آبائی ملک کی پیداوار کو نقصان نہ پہنچے۔ آبادیوں کی ضروریات اسپین سے پوری کی جاتی تھیں یہاں تک کہ یہ بھی اجازت نہ تھی کہ ایک نوآبادی دوسری نوآبادی سے کوئی مال

براہ راست منگائے بلکہ جوانیا ایک نوآبادی میں قابل فروخت ہوتی نہیں وہ پہلے اسپین جاتی تھیں بعد ازاں جہاں ان کی ضرورت ہوتی تھی بھیجی جاتی تھیں کسی نوآبادی کو جہاز رکھنے کا بھی حق نہ تھا۔ چنانچہ ہر قسم کا مال اسپین کے جہازوں میں آتا جاتا تھا۔ جب یہ کیفیت تھی تو بیرونی ممالک سے کیسے تجارت ہوسکتی تھی۔ نوآبادوں کو سخت ممانعت تھی کہ وہ کسی بیرونی ملک سے خرید و فروخت نہ کریں۔ اور بیرونی ممالک کے باشندوں کے خلاف بھی اس بارہ میں سخت قوانین نافذ تھے۔ شراب اور تیل جو بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں پہنچائے جاسکتے اسپین ہی میں تیار ہوکر نوآبادیوں کو جاتے تھے ۱۵۰۱ء ہی میں نوآبادیوں میں مذہبی ادارہ قائم کردیا گیا تھا اور نوآبادوں سے انکی آمدنی کا ایک دسواں حصہ اس مد میں وصول کیا جاتا تھا۔ ان تمام سختیوں اور تکالیف کا یہی لازمی نتیجہ تھا کہ اسپینی لوگوں کو باہر جانیکا شوق نہ رہا اور ساٹھ سال گذرنے پر بھی تمام نوآبادیوں میں صرف پندرہ ہزار ہسپانوی موجود تھے۔

جب انگلستان اور اسپین میں جنگ چھڑی تو نوآبادیوں کو جہازات جانے بند ہوگئے اور نوآبادیاں جو اپنی غذا تک کے لیے اسپین کی محتاج تھیں سخت تکالیف میں مبتلا ہوگئیں۔ ایسی صورت میں اسپین نے اتحادی فرانس کو اپنی نوآبادیوں سے تجارت کرنے کی اجازت دے دی۔ صلح کے بعد اسپین کو یہی حقوق انگلستان کو بھی دینے پڑے اکثر اوقات انگلستان، فرانس اور ہالینڈ کے جہازات ممنوعہ مال تجارت کو اسپین کی نوآبادیوں میں لیجاتے تھے اور حکومت اسپین اُن کا کسی طرح انتظام نہیں کرسکتی تھی آخرکار ۱۷۷۸ء میں چارلس سوم نے سختیاں اور رکاوٹیں ہٹادیں اور تجارت کو آزاد کردیا۔ لیکن نوآبادیوں کا انتظام خراب ہی رہا۔ ملازمین رشوت کے خوگر تھے اور تنخواہ سے دوگنا بلکہ چوگنا روپیہ پیدا کرلیتے تھے۔ جب ڈون جوزف گالویز کا زمانہ آیا تو اُس نے طرز حکومت میں بہت سی تبدیلیاں اور اصلاحات کیں۔

بغاوت کے ابتدائی نشانات

برطانوی نوآبادیوں کے سیاسی انقلاب کے آئندہ اور تجارتی آزادی ۱۷۷۸ء کے اثرات سے متاثر ہوکر ہسپانوی امریکہ نے سیاسی حالت کی ترقی اور اصلاح کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت تک بلکہ جب تک آبائی ملک میں انقلاب نہ ہوا اور نپولین بونا پارٹ نے شاہی حکومت کو تہ و بالا نہ کیا۔ ہسپانوی کُھیا اور سردار اپنے بادشاہ کی وفادار رعایا رہے۔ اٹھارویں صدی کے اواسط میں کیراکاس میں ایک سازش حکومت کے خلاف کی گئی

جس کا سردار ایک شخص لیبون نامی تھا۔ اس کا مقصد سیاسی کی نسبت زیادہ تر تجارتی تھا۔ سازش کرنے والے یہ چاہتے تھے کہ ایک تجارتی کمپنی کو جو اُس صوبہ اور دیگر صوبوں کے مال تجارت کی اجارہ دار ہوگئی شکست کر دیا جائے لیکن یہ سازش سرسبز نہ ہوئی اور لیبون کو سزائے موت دی گئی۔ اس کا مکان مسمار کر دیا گیا اور اس موقع پر اُس کے جرم کی ایک یادگار بنائی گئی۔ تاکہ دیگر دغابازوں کے لیے عبرت کا کام دے۔ ۱۷۸۰ء میں ایک خوفناک انقلاب پیرو میں رونما ہوا جو ہندوستانیوں نے شروع کیا اور دیگر باشندوں نے اس کی موافقت کی خرابیوں کے انسداد اور اصلاح سے قبل جو گالویز نے جاری کی تھیں چھوٹے چھوٹے ہسپانوی تاجر اس قدر ناقابل برداشت قیمت لیتے تھے اور ہندوستانیوں کو مجبور کرتے تھے کہ اُن کی طلبیدہ قیمت پر مال تجارت خریدیں۔ پس اُنھوں نے مجبور ہو کر علم بغاوت بلند کر دیا۔

ان بیچین لوگوں کا سردار ٹوپاک امارو بن گیا۔ جو انکا کی شاہی نسل سے تھا اور چند بااقتدار اشخاص اس کے شریک حال ہو گئے۔ اندرون ملک تین سو فرسخ تک یہ انقلاب پھیل گیا۔ ہسپانوی حکومت نے باغیوں کو سزا دینے کی تدابیر اختیار کیں۔ یہ بدامنی تین سال تک جاری رہی اور بہت سے خونی نظارے نظر آئے۔ اکثر ان لوگوں کو کامیابی ہو جاتی تھی مگر انھوں نے حد سے متجاوز ہو کر قدیم سلطنت قائم کرنے کا اعلان کیا۔ لہذا ہسپانوی افواج نے ہر طرف سے حملہ کیا اور آخر کار باغی اشخاص کو محکوم اور اطاعت گزار بنایا گیا۔ ٹوپاک امارو اور دیگر خاص رہنماؤں کو سزائے موت دی گئی ایسے بیرحمانہ طریقہ اور سنگدلی سے جو انسانی احساسات کے لیے نہایت نفرت انگیز ہے۔

یہ بغاوت فرو ہونے بھی نہ پائی تھی کہ ہسپانوی حکومت کو غرناطۂ نو میں دیگر بدامنیوں سے سابقہ پڑا ۱۷۸۱ء میں نئے محاصلوں اور مزید ٹیکسوں سے سوکورو کے صوبہ کی کل آبادی نے اختلاف کیا۔ ایک مسلح گروہ جس کی تعداد سترہ ہزار تھی سانتا فے کی طرف چلا اور کسی مقابلہ کے بغیر دارالسلطنت سے صرف چھتیس میل پر تھا اس وقت وہاں کا لاٹ پادری ان سے آن کر ملا اور ان کو اس فعل سے مذہب کا خوف دلا کر باز رکھا۔ پھر وائسرائے نے ان سے تخفیف ٹیکس کا وعدہ کر لیا لیکن حکومت اپنے وعدہ پر قائم نہ رہی۔ ان باغیانہ خیالات سے حکومت متوحش اور زیادہ برافروختہ ہوئی اور بجائے اس کے کہ اصلاحات عمل میں لاتی سخت قوانین ایجاد کیے تاکہ باغیانہ خیالات دلوں سے دور ہو جائیں۔ ایسا کوئی انتظام نہ کیا گیا کہ اُن کی شکایات رفع کی جائیں بلکہ انکے

ساتھ سختی کا برتاؤ روا رکھا گیا۔ ۱۷۸۹ء کے بعد یورپ میں جو واقعات رونما ہوئے ان کا اثر ان نوآبادوں پر بھی پڑا۔ ۱۷۹۷ء میں کیراکاس کے صوبہ میں نوآبادوں نے انقلاب برپا کرنے کی تجویز کی لیکن یہ سازش ظاہر ہو گئی اور بڑے بڑے سازش کرنے والے قریب کے جزائر میں بھاگ کر پناہ گزیں ہو گئے۔

مسٹر پٹ کا یہ سات سال سے خیال تھا کہ جنوبی امریکہ کی آزادی میں امداد دینی چاہیے تا کہ اس کے ممالک سے تجارتی تعلقات قائم ہو سکیں چنانچہ اسی خیال سے ایک جہاز جنوبی امریکہ کو سر ہوم پوفم کی ماتحتی میں روانہ کیا گیا جس نے بیونوز آئرس پر پہنچکر حملہ کیا۔ لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ تمام ہندوستانی ہسپانوی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور انگریزوں کی کچھ امداد نہ کی جیسا کہ ان کا خیال تھا۔ لڑائی کا نتیجہ کبھی انگریزوں کے موافق اور کبھی خلاف ہوا۔ لڑائیاں سخت ہوئیں۔ ایک معرکہ میں دس ہزار برطانوی فوج میں سے ایک ثلث خون کے گھاٹ اتر گئی۔ آخر کار اہل ہسپانیہ اور اہل برطانیہ میں صلح ہو گئی اور آخر الذکر نے دو ماہ کے اندر دار السلطنت خالی کر دیا۔ قیاس یہ تھا کہ ہندوستانی ہسپانویوں کے سخت خلاف ہیں ضرور انگریزوں کا ساتھ دیں گے۔ لیکن درحقیقت انگریزوں کا منشا بھی ہندوستانیوں یا نوآبادوں کو آزاد کرانے کا نہیں تھا۔ بلکہ فتوحات کی آرزو سے بیچین ہو کر پارلیمنٹ کے حکم کے بغیر اُدھر چل کھڑے ہوئے تھے وہاں ناکامی سے سابقہ ہوا تو مجبوراً واپس چلے آئے۔ درحقیقت یہ پولین بونا پارٹ تھا جس نے امریکی نوآبادیوں کو ہسپانیہ سے آزاد کرایا۔

باب ہفتدہم

ہسپانوی امریکہ میں انقلابات

ہسپانوی امریکہ میں انقلابات کے اسباب سلطنت کی کسی حکمت عملی کے بدلنے یا آبائی ملک کی نسبت امریکیوں کے جذبات کی کسی اہم تبدیلی سے پیدا نہیں ہوئے۔ جب وہ کسی قسم کے سیاسی مفاد سے مستفید ہی تھے تو وہ ان سے محروم بھی نہیں کیے جا سکتے تھے۔ لہذا نوآبادیوں کے حقوق اور تاج کے اختیارات کے متعلق جیسا کہ برطانیہ عظمیٰ اور اس کے امریکی مقبوضات کے درمیان واقع ہوا کوئی جھگڑا نہیں ہو سکتا تھا خانہ جنگی کے شعلے

ہسپانوی نوآبادیوں میں جا، پر کسی ٹیکس کے لگانے یا قطعی کسی قسم کا ٹیکس لگانے کے حق سے مشتعل نہیں ہوئے کیونکہ تین سو برس سے آج تک وہ خاموشی کے ساتھ اطاعت کرتے رہے۔ اگرچہ شمالی امریکہ اور فرانس کے انقلابوں سے ان خیالات پر کچھ روشنی پڑی تاہم ان کی حالیہ تبدیلیوں کا سراغ اسپین کی حالت اور اس کی شاہی حکومت کی ابتری سے لگانا چاہیے۔

اسپین ایک صدی سے زائد عرصہ سے تنزل کی طرف چلا جا رہا تھا جب کہ ۱۸۰۸ء میں اس کے انحطاط کو شہنشاہ نپولین کی حریص تجاویز نے درجہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ باوجود اس کے کہ جز برہ نمائے اسپین کو ایک مفتوحہ ملک کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور اس کے ذخائر کو اپنی لڑائیوں کی امداد کے لیے صرف کیا جاتا تھا، نپولین نے ملک پر قبضہ کر کے اس کے تاج کو اپنے بھائی جوزف بوناپارٹ کو دلوا دیا۔

ہسپانوی امریکی نوآبادیوں کی عام بغاوت

اسپین پر حملے اور بادشاہ کی قید نے ہسپانوی نوآبادیوں کو وہ موقع دے دیا جس کی وہ بغاوت کے لیے تلاش میں تھے۔ اس غیر متوقع خبر سے گہری اور قدرتی بے چینی امریکہ میں پیدا ہو گئی۔ سیول کی سیاسی جماعت اور قادسیہ کی حکومت نے نوآبادیوں پر شاہانہ اختیارات برتنے چاہے لیکن نوآبادیوں نے اس کی مخالفت کی۔ وہ نہ صرف جوزف بوناپارٹ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے خلاف تھے بلکہ ہسپانوی سیاسی جماعتوں کی بھی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ بادشاہ کی قید کے زمانہ میں امریکی صوبجات کو بھی وہی حقوق مدافعت حاصل ہیں جو اہل اسپین کو ہیں چنانچہ ہسپانوی امریکہ میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ ایک خاص ہسپانوی جو سیول کی سیاسی جماعت اور قادسیہ کی حکومت کے تابع فرمان رہنا چاہتے تھے۔ دوسرے امریکی ہسپانوی جو ان جماعتوں کی اطاعت گوارا نہیں کرتے تھے اور خود نوآبادیوں میں اپنی سیاسی جماعتیں بنانا چاہتے تھے۔ اپنی مطلق آزادی کے خیالات کو چھپانے کے لیے انقلاب کے رہنما بار بار کہتے تھے "ہم بادشاہ کی اطاعت جب وہ آزاد ہو جائے گا ضرور کریں گے۔ اور جب تک ایسا ہو ہم خود اپنی آزاد حکومت قائم رکھیں گے"۔ ان جھگڑوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۱۰ء میں ہسپانوی امریکیوں میں میکسیکو سے پلاٹا اور چلی تک عام بغاوت پھیل گئی اور انھوں نے قومی سیاسی جماعتیں حکومت کرنے کے لیے قائم کر دیں اور نوآبادی کے اداروں کی اصلاح میں مشغول ہو گئے۔ اصلی

ہسپانویوں نے اُن کی مخالفت کی اور لڑائی شروع ہوگئی۔ جب آبائی ملک کے اہل اسپین اپنی آزادی کو فرانسیسیوں کے مقابلے میں برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو امریکہ کی نوآبادیاں اُسی طرح خود اسپین کے خلاف مصروف جنگ تھیں۔

جب فرڈی نانڈ ہفتم نے قید سے مخلصی پائی تو نوآبادیوں میں خونریزی ہو چکی تھی اور آخر الذکر ایسے کمینہ اور مستبد بادشاہ کی اطاعت کے لیے تیار نہ تھے جس نے آزادی حاصل کرنے کے بعد انھیں اشخاص پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا جنھوں نے فرانسیسیوں کے خلاف لڑنے اور اس کو قید سے رہائی دلانے میں نہایت شجاعت و بہادری سے کام لیا تھا۔ انقلاب پسندوں کو نہ صرف ہسپانوی فوجوں سے لڑنا پڑا بلکہ انھوں نے سیاسی اور مذہبی تعصبات کا بھی مقابلہ کیا۔ کیونکہ بعض امریکیوں کے نزدیک انقلاب، بادشاہ اور خدا کے خلاف گناہ تھا علاوہ ازیں ان کے پاس نہ ہتھیار تھے، نہ گولی بارود کا سامان اور نہ جہاز اور نہ روپیہ تھا جس سے وہ یہ اشیاء خرید لیتے۔ تاہم انھوں نے اپنے مستقل ارادہ سے تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا اور حیرت انگیز کام کیا۔

اوّل اوّل انقلاب پسندوں کو کامیابی ہوئی لیکن فرانسیسیوں کے اخراج ملک اور فرڈی نانڈ ہفتم کی واپسی سے باغی نوآبادیوں کے خلاف اسپین زیادہ افواج بھیجنے کے لیے تیار ہو گیا۔ ۱۸۱۴ء سے ۱۸۱۵ء تک باغیوں کو ہر جگہ شکستیں ہوئیں لیکن باوجود اس کے وہ جدوجہد کرتے رہے اور اس سے فائدہ اٹھایا ۱۸۲۰ء میں خود اسپین میں آزادی کے لیے ایک انقلاب ہوا جو فرڈی نانڈ کے استبداد سے پیدا ہوا اور اس طرح ہسپانوی آپس میں منقسم ہو گئے لہٰذا اسپین سے کوئی فوج ان کے مقابلہ میں نہ روانہ ہو سکی۔ جنوبی امریکی آزادی کے بڑے سورما بولی ور، مرانڈا، سان مارٹن اور اوہیگنس تھے۔ شمال اور جنوب سے قریب قریب ایک ہی وقت میں کولمبیا کی افواج بولی ور کی ماتحتی میں اور چلی اور ارجنٹینا کے امریکی سان مارٹن کی رہنمائی میں پیرو میں آکر مظفر و منصور ملے جو ہسپانوی طاقت کا جنوبی امریکہ میں مرکز تھا۔ ۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کو ایاکوچا کی یادگار فتح نے ہسپانوی امریکی آزادی پر ہمیشہ کے لیے مہر لگا دی جو ممتاز جنرل سکرے بولی ور کے ماتحت نے حاصل کی۔ اس کے فوراً بعد ہسپانویوں کی آخری مدافعت اور ان کی نوآبادیاں کا خاتمہ ہو گیا جو اب جمہوری سلطنتیں بن گئی تھیں۔ ۱۸۲۶ء کے آغاز سے صرف پورٹو ریکو اور کیوبا اسپین کے لیے چھوڑ دیے

گئے تھے۔ جب اسپین، یورپ کے بادشاہوں کی امداد اور پوپ کی اعانت سے بھی اپنی گم شدہ نوآبادیوں کی واپسی میں ناکام رہا تو اس نے مجبوراً مختلف صلحناموں کے ذریعہ سے قریب قریب تمام نوآبادیوں کی آزادی تسلیم کر لی۔

ہسپانوی امریکہ، انقلابات کے بعد

بولی ور کی وفات کے ایک سال بعد کولمبیا کی جمہوری سلطنت تین خود مختار جمہوری حکومتوں وینیزولا غرناطۂ نو اور ایکویڈر میں ایک ہی سے مشروطوں کے ساتھ جو عام طور پر شمالی امریکہ کے مشروطے کے نمونہ پر بنائے گئے تھے منقسم ہو گئی۔ انتظامی طاقت کا سردار منتخب شدہ صدر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کے وزرا یا سیکریٹران سلطنت ہوتے تھے۔ قوانین وضع کرنے کا کام کانگریس کے ہاتھ میں تھا جس میں ایک سینیٹ اور نمائندے ہوتے تھے فوجی طاقت ایک مستقل فوج اور رضاکاروں کی جماعت سے مرکب تھی لیکن شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں مختلف فرقے ایک دوسرے کی مخالفت مشروطہ کی حدود کے اندر کرتے تھے اور جنوبی امریکہ میں جھگڑے اور فساد برابر ہوتے رہتے تھے کبھی انقلابی اور کبھی جوابی جن میں بڑے فرقوں کا ہر ایک شخص اپنے ہاتھ میں حکومت کی باگ رکھنا چاہتا تھا اور اپنے اصول کے مطابق حکومت کی تنظیم کو پسند کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آخرکار نسلی جذبات اور محاربات نے جو سفید اور رنگین آبادیوں میں وقوع پذیر ہوئے سیاسی مناقشات میں اور اضافہ کر دیا۔ علٰحدہ علٰحدہ حکومتوں کے صیغوں کی تقسیم ایک ہفتہ وار منظم مرکزی طاقت کی ماتحتی میں آزادی کے احساس کو برقرار رکھنے کے لیے کافی نہیں تھی جیسا کہ شمالی امریکہ میں ہوا بلکہ اس سے اس رجحان کا پتہ چلتا ہے جو اندرونی نااتفاقی اور علٰحدگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

وینیزولا

۱۸۴۰ء کے بعد وینیزولا کی جمہوری سلطنت دو فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک قدامت پرست تھا اور دوسرا نہایت آزاد۔ ان دونوں کے حسد و رقابت سے سلطنت نے تباہی اور بدامنی کی شکل اختیار کی۔ خاندان مونیگاز نے اس حالت سے فائدہ اٹھا کر ایک قسم کی اُمراشاہی حکومت قائم کر دی۔ دس برس تک اس خاندان کے افراد نے رشوت اور بغاوتوں کے ذریعہ سے اپنے ہاتھ میں طاقت رکھی یہاں تک کہ جنرل کیسٹرو کو قدامت پرست فریق نے

صدر بنا دیا اور قومی مجلس سے مشروطہ پر نظر ثانی کرائی لیکن کیسٹرو کسی فریق کو بھی خوش نہ رکھ سکا۔ اور صدارت تین سال کے اندر چار شخصوں کے ہاتھوں میں آئی۔ آخر کار فیلکن جو مرکزی حکومت کے طرفداروں کا سردار تھا ۱۸۶۳ء میں صدر بنایا گیا اور اس نے ایک نئی مجلس ملی طلب کی۔ اُس نے نیا مشروطہ تیار کیا جو شمالی امریکہ کے اتحاد سے بے حد مشابہ تھا۔ اٹھارہ ریاستیں جو اپنے اندرونی سیاسی اور قانونی معاملات کے لیے آپس میں سر ٹکرا رہی تھیں وینیزویلا کی ریاستہائے متحدہ بن گئیں جو ایک کانگریس اور ایک صدر کے ماتحت ہو گئیں اور ۱۸۶۴ء میں کیراکاس کو دارالسلطنت بنا دیا گیا۔ لیکن بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ ۱۸۷۰ء تک قائم رہا۔ اس سال گزمان بلانکو صدر بنایا گیا جو پندرہ سال تک اپنے عہدہ پر فائز رہا۔ اس کے زمانے میں ملک میں بے حد مادی ترقی ہوئی۔ بعد ازاں برطانیہ نے سرحد کے متعلق جھگڑا شروع کر دیا جو ۱۸۹۹ء میں حاکم وینیزویلا کے حق میں طے ہوا۔ ۲۹ / اکتوبر ۱۹۰۱ء میں کیسٹرو صدر منتخب کیا گیا اور ستمبر ۱۹۰۳ء میں ملک کو کامل امن وامان نصیب ہوا۔ اور خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔

غرناطۂ نو یا کولمبیا

غرناطۂ نو انقلاب کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۸۶۱ء سے ریاستہائے متحدہ کولمبیا کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں سیاسی، مذہبی اور فوجی انقلابات یکے بعد دیگرے رونما ہوئے اور ملک متواتر بدامنی کی آماجگاہ بنا رہا۔ جب جنرل ہیرن اور جنرل ماسکیرا کو صدارتیں ملیں اس وقت باشندوں میں اعتدال کی روح پیدا ہوئی اور امن وامان قائم ہوا۔ مشروطہ کی اصلاح کی گئی۔ تباہ شدہ مالی محکمہ کو درست کیا گیا اور تعلیم، تجارت اور عام مرفہ الحالی مدافعت کے صیغہ جات قائم کیے گئے۔ لیکن عرصہ تک خانہ جنگی رہی۔ پناما اس جمہوری سلطنت سے علیحدہ ہونے کی خواہش کرتا رہا۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں جنرل ریز صدر ہوا اور اس کا زمانۂ صدارت چار سال کی بجائے دس سال کر دیا گیا۔ ۱۹۰۴ء میں خاکنائے پناما میں جہازوں کے لیے نہر بنانے کے متعلق ریاستہائے متحدہ امریکہ سے بہت قیل وقال کے بعد صلح ہوئی اور ایک کروڑ ڈالر لے کر آخرالذکر کو نہر بنانے کا اختیار دے دیا گیا۔

پیرو

تمام جمہوری سلطنتوں میں جو جنوبی اور وسطی امریکہ میں واقع تھیں صرف پیرو کی آزادی کو اسپین نے

عرصہ تک تسلیم نہیں کیا تھا۔ آیاکوچا کی فتح کے بعد بھی ملک بیس برس تک انقلابات اور خانہ جنگی میں مبتلا رہا جب رمین کیسٹیلا صدر بنا تو اس نے ۱۸۴۵ء میں منظم حکومت قائم کی۔ دوسرے صدر کے زمانے میں اس ملک کی ایکیوڈور سے جنگ ہوگئی کیسٹیلا نے بغاوت کرکے لیما کو فتح کیا اور موجودہ حکومت کو برطرف کرکے مشرد طلہ پر نظرثانی کرائی اور ملک میں نیا قانون جاری ہوا جس کے مطابق صدر منتخب ہوتے رہے تاآنکہ امن و امان کے ساتھ یہاں کے لوگوں نے ترقی کی۔ دیگر نوآبادیوں سے جو جمہوری سلطنتیں بن گئی تھیں سرحدوں کے متعلق عرصہ تک مناقشہ رہا لیکن آخرکار ۱۸۹۵ء میں ایک صلحنامہ سے تمام قضیے طے ہو گئے۔

چلی

چلی بھی دوسری جمہوری ریاستوں کی طرح خانہ جنگی کی شکار بنی رہی اور ۱۸۱۷ء سے ۱۸۲۶ء تک برابر جدال و قتال رہا۔ لیکن بعدازاں ملک میں امن و امان ہوگیا اور منتخب شدہ صدور نے بہت کچھ اس کی ترقی کے لیے کیا۔ بولی ویا، ایکیوڈور، ارجینٹینا، اوراگوئے، اور پیراگوئے ان سب کی تاریخ آزادی کے بعد قریب قریب یکساں ہے۔ سب میں خانہ جنگی ہوئی۔ سرحدوں کے متعلق بھی جھگڑے ہوے لیکن آخرکار سب معاملات عمدگی کے ساتھ طے ہو گئے اور باقاعدہ جمہوری سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ انفرادی خواہشات کو ملک کی بہبودی پر قربان کرنے کا اصول سب لوگوں کے ذہن میں آگیا اور اس وقت لڑائیوں کا خاتمہ ہوا مکمل امن و امان قائم ہونے کے بعد ان سلطنتوں نے بے حد مادی ترقی کی۔

باب ہژدہم (۱۸)

میکسیکو انیسویں صدی میں

اسپین کے مقبوضات امریکہ میں اور کہیں اہم تبدیلی کی ایسی سخت ضرورت نہ محسوس ہوئی جیسی کہ اسپین نو میں جو آجکل میکسیکو کی جمہوری سلطنت ہے۔ امریکہ کے اسپانوی انتظام سلطنت کی جملہ خرابیاں یہاں پائی جاتی تھیں اور سوسائٹی کی دو جماعتیں یعنی حاکم و محکوم یہاں زیادہ نمایاں تھیں۔ آخرالذکر جماعت بہت سی قوموں سے مرکب تھی اس میں میکسیکو کے دیہاتی سردار بھی شامل تھے جو بہت ہردلعزیز تھے انھوں نے

ملک کے اصلی باشندوں سے ارتباط شروع کیا اور ان کا درا اپنا معاملہ ایک بنا لیا۔ اگرچہ یہ لوگ زیادہ تر فاتح قوم سے تھے لیکن ان کو سرکاری عہدے نہیں دیے جاتے تھے اور اس لیے وہ بھی مفتوح قوم کے مشابہ ہو گئے تھے چنانچہ اسی بنا پر اُنھوں نے مشترکہ بدلہ بھی لینا چاہا۔ دوسری جماعت میں جس کو سرکاری فرقہ بھی کہہ سکتے ہیں تمام حکام اور نوآبادی کے سرکاری منتظمین شامل تھے جو زیادہ تر ہسپانوی نسل سے تھے۔

۱۷۸۹ء سے جب کہ آبائی ملک کے خلاف پہلی سازش (اور یہ ایک چنگاری تھی جو ایک بڑی آتش زدگی کا پیش خیمہ تھی) کی گئی تھی ۱۸۵۷ء تک جب کہ مشروطہ اور اصلاحی قوانین یکجا کیے گئے میکسیکو میں علی التواتر جنگ کی آگ بھڑکتی رہی بعض اوقات غیر ممالک سے بھی لڑائی ہوئی لیکن زیادہ تر خانہ جنگی ہی کا دور دورہ رہا۔ اور نتیجہ ہمیشہ تباہ کن اور خونریز ثابت ہوا۔ جس وقت بغاوت کی پہلی علامت شاہی طاقت کے خلاف اسپین نو میں ظاہر ہوئی تو اس وقت ارانزا وائسرائے تھا۔ لیکن پہلی انقلابی تحریک اگرچہ جلد منکشف ہو گئی اور فنا بھی کردی گئی تاہم ڈان پیڈرو ڈی گیری بے کی حکومت میں یہ پھر ظاہر ہوئی۔ ۱۸۰۹ء میں موریلیا میں ایک نئی سازش کا پتہ لگا اور ۱۸۱۰ء میں بمقام ڈولورس وہ عظیم بغاوت شروع ہوئی جس سے آخر کار میکسیکو کی آزادی حاصل ہو گئی۔ اس کا بانی ہیڈالگو تھا۔ اس کی نیت بُری نہ تھی اور اس کے ارادے نیک تھے غالباً اُس نے اپنی کارروائی کی وسعت اور انجام کا کچھ پہلے سے خیال نہیں کیا تھا۔ غرض اس کی بغاوت سے ایسی سخت خانہ جنگی کی بنیاد پڑی کہ جس کی نظیر تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنا بے سود ہے بغاوت کا طوفان ملک میں اس زور سے اُٹھا کہ سوسائٹی کے تمام درجے اُس کے پریشان کن اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور تمام پُرانی باتیں فنا ہو کر نئی باتوں کو بھی مشکل سے فروغ ہوا۔

تمام گاؤں کے مکھیا ہسپانوی حکومت کے طرفدار ہو گئے۔ ہیڈالگو نے جس کے ساتھ ایک کثیر جماعت تھی گواناجواٹو پر قبضہ کر لیا اور ویلاڈولڈ کو بھی لے لیا جس کے بعد وہ ٹولوکا کی طرف بڑھا اور اس کے بعد ٹیناکنٹ لین پر قابض ہو گیا۔ ہسپانوی گورنر نے تھوڑی سی فوج اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کی جسکو لاس کروسیس کے مقام پر ۳۰ اکتوبر کو ہیڈالگو نے شکست دی لیکن اس فتح کے بعد بھی ہیڈالگو نے واپسی اختیار کی اور آٹھ دن بعد کیلجا نے اس کو شکست دی۔ ہیڈالگو، ویلاڈولڈ اور گواڈالاجارا کو واپس ہوا

آخرالذکر مقام کے آس پاس اُسے پھر شکست ہوئی جس کے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا اور گولی سے اُڑا دیا گیا۔

اس دوران میں تمام ملک بغاوت کے لیے آمادہ ہو گیا تھا اور بہت سے سرداروں نے علیحدہ علیحدہ بغاوت شروع کر دی تھی۔ ان سب میں نہایت ممتاز ڈان جوسی میریا موری لوس تھا جس نے نہایت چستی و چالاکی ذہانت اور کامیابی سے جنوبی صوبوں کو گورنر کے خلاف بغاوت کے لیے کھڑا کر دیا اور ایک سیاسی جماعت یا مرکزی حکومت بنائی جو ستمبر ۱۸۱۱ء میں شہر زیٹا کوارو میں مجتمع ہوئی جو صوبہ میکوا کین میں واقع ہے۔ لیکن بعد ازاں کیلیجا نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور سیاسی جماعت منتشر کر دی گئی مگر کیلیجا کو جلا موری لوس کے خلاف کوچ کرنا پڑا جو جنوب سے ٹینانک ٹیلین کی سطح مرتفع میں داخل ہو گیا تھا کیلیجا نے کوانٹ لے ایملپا اس مقام پر پہونچکر اس پر حملہ کیا لیکن اس مقام نے اپنی مدافعت تقریباً تین ماہ تک بڑی ہوشیاری اور بہادری سے کی۔ اس کے بعد اس نے اس مقام کو چھوڑ کر اوجاکا پر قبضہ کر لیا۔

اب سیاسی جماعت میں نئے ارکان شامل ہونے سے کافی اضافہ ہو گیا تھا چنانچہ اس جماعت کا نام مجلس ملی رکھ کر میکسیکو کی آزادی کا اعلان ۱۳ ر نومبر ۱۸۱۳ء کو کر دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد موری لیس کو اپنی شجاعانہ مہمات میں کم کامیابی ہوئی اور نومبر ۱۸۱۵ء میں وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کو میکسیکو لے جاکر گولی سے مار دیا گیا۔ اس کے رفقا نے کچھ عرصہ تک جھگڑے کو جاری رکھا لیکن انہوں نے ایکدوسرے سے متفق ہو کر کام نہ کیا خصوصاً جب سے کہ ان میں ایک شخص ٹیران نامی نے کانگریس کو برطرف کر دیا تھا جو اوجاکا سے ٹیہوکان موقوعہ ریاست پیوبلا کو منتقل ہو گئی تھی۔ وائسرائے وینی گاس نے کیلیجا کی ہوشیاری اور بہادری سے اعانت پاکر ان سرداروں کی فوجوں کو یکے بعد دیگرے برباد کر دیا یہاں تک کہ جب ڈان جیویر مائنا جو مشہور ہسپانوی سردار تھا میکسیکو میں ۱۸۱۷ء میں آیا تو اس وقت باغیوں کی حالت اس قدر گر گئی تھی کہ وہ ان کے معاملہ کو آگے نہ بڑھا سکا بلکہ خود اس کوشش میں فنا ہو گیا۔ ملک رفتہ رفتہ زیادہ باامن ہوتا گیا۔ اور ۱۸۲۰ء میں اُسی درجہ کو پہنچ گیا جس میں وہ ۱۸۰۸ء میں تھا اور یہ حالت نئے وائسرائے اپوڈاکا کی ملاطفت اور نرمی سے اور ترقی پذیر ہو گئی۔

۱۸۲۰ء کے آغاز سے جو واقعات اسپین میں رونما ہوے انہوں نے یہاں بھی معاملات کی صورت

بدل دی اور اسپین کو اپنے نہایت قیمتی مقبوضاتِ امریکہ سے محروم کر دیا۔ ہسپانوی اور تمام گاؤں کے کھیا جنھوں نے پہلے اتفاق کر لیا تھا اب دو فرقوں میں منقسم ہو گئے جن کا نام شاہی وفادار اور مشروطہ پسند ہو گیا اپوڈاکا جو اول الذکر فریق کی طرف مائل تھا میکسیکو کے مشروطہ کو بدلنا چاہتا تھا اور اس نے ڈان اگسٹن ڈی اٹربائڈ کو اپنا آلۂ کار بنایا جو ایک نوجوان شخص تھا اور ویلاڈولڈ کے صوبہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے والدین معزز تھے مگر مالدار نہ تھے۔ اس نے جنگ لاس کروسیس میں نام پیدا کیا تھا اور ہسپانوی فریق کا ہمیشہ سے بڑا طرفدار تھا۔ اٹربائڈ کے پاس آٹھ سو آدمیوں کی جمعیت تھی، جب ۲۴ رفروری ۱۸۲۱ء کو اگوالا کے چھوٹے قصبہ میں اس سڑک پر جو میکسیکو سے اکاپلکو کو جاتی ہے اس نے اعلان شایع کیا جو اُس وقت سے اب تک اگوالا کی تجویز کہی جاتی ہے۔ اس کا مقصد جملہ فرقوں کو خوش کرنا تھا۔ وہ میکسیکو کی آزادی قائم کر کے اسپین سے اس کا تعلق رکھنا چاہتا تھا اور اُس کو برقرار رکھنے کے لیے تاج میکسیکو شاہ اسپین کو پیش کیا گیا اور اگر وہ انکار کرے تو اس صورت میں اس کے بھائی ڈان کیرولس یا ڈان فرانسسکو ڈی پالو کو دیا جائے بشرطیکہ وہ اس ملک میں رہنا اختیار کریں۔

اگرچہ اٹربائڈ اُن اختیارات سے تجاوز کر گیا تھا جو وائسرائے اپوڈاکا نے اسے دیے تھے لیکن اس نے یہ دیکھ کر کہ اس تجویز کو اکثر اشخاص پسند کرتے ہیں اٹربائڈ کو تباہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی اور دارالسلطنت کے ہسپانویوں نے اس تاخیر سے مخوف ہو کر اس کو معزول کر دیا اور ڈان فرانسسکو نویلا کے ہاتھ میں معاملات کی باگ دے دی لیکن اُن بدامنیوں سے جو ہمیشہ ایسی سخت تبدیلیوں کی لازمی عناصر ہیں اٹربائڈ کو وقت مل گیا اور اس نے اپنی افواج کو گوری رو کے ساتھ ملا لیا جو اب تک ملک میں ایک باغی سردار باقی تھا اور اس طرح اس کے شریک تمام شمالی اور مغربی صوبے ہو گئے۔ ماہ جولائی سے قبل تمام ملک نے اُس کی حکومت تسلیم کر لی۔ صرف دارالسلطنت نے جس میں نوویلا اور تمام یورپی افواج بند ہو گئی اس سے انکار کیا اس موقع پر اٹربائڈ نے ویراکروز پر ڈان جوان اوڈانجو نئے مشروطہ کے وائسرائے کی آمد کی خبر سُنی وہ فوراً ساحل پر پہنچا اور اوڈانجو سے ملاقی ہوا۔ اسے اگوالا کی تجویز منظور کرنے کی ترغیب دی اور اسی تجویز کو ابتدائی صلح اور آخری تصفیہ کی بنیاد قرار دیا بشرطیکہ اسپین بھی اس پر راضی ہو جائے۔ یہ معاہدہ صلحنامۂ قرطبہ کے نام سے

مشہور رہے کیونکہ جہاں یہ گفت وشنید ہوئی اس جگہ کا نام قرطبہ ہے۔

اس طرح اٹربائڈ نے دارالسلطنت پر قبضہ حاصل کر لیا جہاں ایک سیاسی جماعت اور شاہی حکومت قائم ہوگئی لیکن اس طریقے سے کہ تمام طاقت اٹربائڈ کے ہاتھ میں رہی۔ کورٹیس کے فرمان مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۲۲ء سے صلحنامۂ قرطبہ ناجائز اور کالعدم قرار دیا گیا اور اٹربائڈ کو جس کے ہاتھ میں طاقت تھی اور جس کے بہت سے متبعین تھے تخت پر جلوہ آرا ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ فوج نے اس کو شہنشاہ میکسیکو ۱۸ مئی ۱۸۲۲ء مشتہر کر دیا اور اس نے آگسٹن اول کا خطاب اختیار کیا۔ ۲۴ فروری کو میکسیکو کی کانگریس کا آغاز ہوا اور اس نے بھی اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ لیکن اٹربائڈ اور کانگریس میں طاقت کے لیے جلد جھگڑا شروع ہوگیا اور شہنشاہ نے مجلس کو برطرف کر دیا، اسی طریقے سے جس طرح کرامویل نے انگلستان کی دراز پارلیمنٹ کو موقوف کر دیا تھا۔ مگر اسی روز اس نے نئی کونسل جو واضعان قوانین کی تھی طلب کی اور اس میں ان لوگوں کو اس کا رکن بنایا جو اس کی خواہشات اور ارادوں کے موید تھے۔ لیکن وہ اپنے رفقا کو جو میدان جنگ میں اس کے شریک حال رہے تھے ان تبدیلیوں کے لیے آمادہ نہ کر سکا۔ بہت سے جنرلوں نے اس کی کارروائیوں سے اختلاف کیا اور مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگئے اٹربائڈ نے اس طوفان سے خوفزدہ ہو کر جو ہر طرف پھیلنے والا تھا قدیم کانگریس کو طلب کیا اور مارچ ۱۸۲۳ء میں تخت چھوڑ کر یورپ چلا گیا جہاں سے وہ ۱۸۲۴ء میں میکسیکو واپس آیا اس کو کانگریس نے قابل گردن زدنی قرار دیا اور جب وہ ساحل پر اترا تو پیڈی لا پر گولی سے مار ڈالا گیا۔

اس طرح میکسیکو کسی باقاعدہ حکومت کے بغیر چھوڑ دیا گیا۔ اس کے پاس کوئی شرطہ نہ تھا معاملات عارضی طور پر کبھی براوو، کبھی وکٹوریا اور کبھی نیگریٹ نے انجام دیے لیکن ۴ اکتوبر ۱۸۲۴ء کو ایک شرطہ جس میں سولہ اصلی ریاستیں شامل تھیں ایک جمہوری سلطنت کے لیے بنایا گیا۔ جس قومی مجلس نے یہ شرطہ تیار کیا اس کا اجلاس چودہ ماہ تک رہا یکم جنوری ۱۸۲۵ء کو جنرل وکٹوریا جمہوری سلطنت کا صدر بنایا گیا اس نے اپنا زمانہ خیر و خوبی سے ختم کیا لیکن اس کے بعد دو فریق ہوگئے اور صدارت کے متعلق اس قدر خون خرابے ہوئے کہ جس کی کوئی انتہا نہ رہی جب ایک فریق کا صدر منتخب ہو جاتا تھا تو دوسرا فریق اپنی شکست تسلیم نہیں کرتا تھا اور تلوار میں اختیار کرتا تھا یہ الٹ پلٹ اور خونریزی برابر جاری رہی۔ ایک مرتبہ دارالسلطنت کے اندر ایک ماہ تک برابر تلوار چلتی رہی۔

۱۸۴۵ء میں کانگریس نے عام معافی اور امن و امان کا اعلان کیا اور صوبہ ٹیکساس کو آزاد کرنیکی رائے دی بشرطیکہ وہ ریاستہائے متحدہ میں شامل نہ ہو۔ لوگ اس فیصلہ سے بہت ناخوش ہوے اور ریاستہائے متحدہ سے نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی جو ۱۸۴۸ء میں جاکر ختم ہوئی اس جمہوری سلطنت کی تاریخ بیحد بدامنی اور فساد کی تاریخ ہے۔ صدر کا انتخاب پھر اسی کے مقابلہ میں دوسرے صدر کا کھڑا ہونا، کبھی اس کا کامیاب ہونا کبھی اُس کا کامیاب ہونا، اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہر صدر کے انتخاب پر ایسا ہونا، اس امر کے متعلق مناقشات کہ مرکزی حکومت رہے یا علیحدہ علیحدہ جمہوری سلطنتیں بن جائیں، خانہ جنگیاں، تمام ترقوں کا روبہ انحطاط ہونا سانتا انا صدر کا بار بار جلاوطن ہونا اور بار بار بوقت ضرورت آنا (تین مرتبہ جلاوطن کیا گیا اور تین مرتبہ واپس بلایا گیا) ملک کی مالی اور اقتصادی حالت کا خراب ہونا عام طور پر یہ خاص واقعات ہیں جن سے جمہوری سلطنت کی تاریخ کے صفحات پُر ہیں اور جنکی تفصیل ہم بیان کرنا نہیں چاہتے۔ بہرحال یہ امر بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان حالات میں ایک شاہی پسند فرقہ بتدریج بڑھتا گیا۔ اُس نے ایک اخبار یونیورسل نامی جاری کیا اور اس بات پر زور دیا کہ شاہی اداروں سے ہی ہماری نجات ہو سکتی ہے۔ اس فرقہ میں بہت سے لائق اشخاص شامل تھے، چنانچہ ایک ممتاز شخص ڈان گوٹی رز ڈی ایسٹریڈ تھا جو یورپ گیا اور ۱۸۴۶ء میں وائنا میں اس نے یہ کوشش کی آسٹریا کا ایک آرچ ڈیوک میکسیکو کی شہنشاہی کے لیے آمادہ ہو جائے لیکن وہاں اُسے ناکامی ہوئی اور میکسیکو کی خانہ جنگیاں اپنا کام کرتی رہیں چونکہ اہل یورپ کے لوگوں کا جان و مال ان بد امنیوں سے خطرہ میں تھا اس لیے فرانس، انگلستان اور اسپین میں باہمی معاہدہ ہوا کہ میکسیکو کو مجبور کیا جائے کہ وہ بیرونی ممالک کے اشخاص کی حفاظت کرے البتہ اُسے حق ہے کہ وہ جس طرز کی حکومت پسند کرے اُسے اختیار کرے کچھ دنوں بعد فرانس نے سیاسی معاملات میں بھی دخل دینا شروع کر دیا لہذا اسپین و انگلستان اُس سے کنارہ کش ہو گئے ۱۸۶۲ء میں فرانس اور میکسیکو میں باہم جنگ شروع ہو گئی۔ فرانس کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے تاج میکسیکو آسٹریا کے میکسیملن کو پیش کیا، میکسیملن کو مجبور کیا گیا کہ وہ تاج آسٹریا سے دست بردار ہو جاے۔ چنانچہ وہ شہر میکسیکو ۱۲ر جون ۱۸۶۴ء کو پہنچا لیکن اہل میکسیکو اس انتظام سے خوش نہ تھے۔ اُدھر ریاستہائے متحدہ امریکہ نے اصول منرو کے نفاذ کی طرف توجہ کی اور فرانس کو مجبور کیا کہ وہ

میکسیکو کے سیاسی معاملات میں دخل نہ دے۔ پس نپولین سوم نے فرانسیسی افواج میکسیکو سے واپس بلالیں۔ اس وقت میکسمیلین کی بیوی فرانس پہنچی اور شہنشاہ سے ہرچند مداخلت کے لیے کہا مگر وہ راضی نہوا اس کے بعد اس نے پوپ سے بھی مل کر اس کی مداخلت چاہی لیکن اس نے بھی انکار کر دیا۔ ان ناکامیوں سے وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا اور وہ پاگل ہو گئی۔ میکسمیلین نے میکسیکو کا شہنشاہ بن کر کسی کانگریس یا مجلس ملی کے بغیر حکومت شروع کر دی تھی اور تمام کام وزراء میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے ارادے نیک تھے لیکن صلح و آشتی کے زمانے میں وہ ایک کامیاب بادشاہ ہو سکتا تھا، جنگ وجدل کا زمانہ اس کے لیے موزوں نہ تھا کیونکہ وہ فوجی قابلیت اس میں نہ تھی جس کے ذریعہ سے وہ مختلف بغاوتوں کی سرکوبی کر سکتا جب تک فرانسیسی افواج میکسیکو میں رہیں، اہل میکسیکو کچھ دبے رہے لیکن جب وہ واپس فرانس طلب کر لی گئیں تو انھوں نے سر ابھارا اور ہر جگہ بغاوتیں ہونے لگیں ہسپانوی اُمرا پادری اور سرکاری عمال شہنشاہ میکسمیلین کے طرفدار رہے اور اس نے فوج جمع کر کے بغاوتوں کا انسداد بھی کرنا شروع کیا لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی اگرچہ وہ اپنی جان بچا کر میکسیکو سے باہر جا سکتا تھا لیکن وہ اپنی حماقت سے باغیوں کا برابر مقابلہ کرتا رہا اور ان سے لڑتا رہا۔ آخر کار اُسے شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ اس پر مقدمہ چلایا گیا اور اُس کو بغاوت، قتل اور فساد وغیرہ کے جرم میں ۱۹ جون ۱۸۶۷ء کو سزائے موت دی گئی۔

میکسمیلین کے قتل کے بعد جوارز صدر بنایا گیا مگر ڈیاز اور اس کے دوستوں نے اُس کو صدر نہ تسلیم کیا اور جب تک جوارز نہ مر گیا یہ جھگڑا برابر جاری رہا۔ ۱۸ جولائی ۱۸۷۲ء کو اس کا انتقال ہوا اور مخالفین نے اسی روز اپنے ہتھیار رکھدیے اور سب کے سب شرطہ کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہو گئے کہا جاتا ہے کہ خانہ جنگی کا خاتمہ ۱۸۶۵ء میں ہو گیا تھا لیکن تاریخ میکسیکو میں امن وامان کا پتہ آج تک نہیں ملتا کوئی نہ کوئی جھگڑا کوئی نہ کوئی فساد ضرور ہوتا رہتا ہے البتہ ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۲ء تک کوئی سیاسی جھگڑا نہیں ہوا۔ ۱۸۷۳ء میں ویرا کروز اور میکسیکو ریلوے جاری ہوئی۔ ڈیاز صدر کے زمانہ میں ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی کر دی گئی تار اور ڈاکخانہ کے محاصل میں بے حد اضافہ ہوا اور ملک کی تجارت

اندرونی حالت بلکہ مالی حالت بھی درست ہوگئی۔ غیر ممالک سے بھی اس کے تعلقات دوستانہ ہو گئے اور اس کے زمانہ سے میکسیکو کی جمہوری سلطنت نہایت مضبوط اور مستحکم چلی آتی ہے۔

باب نوزدہم (۱۹)

وسطی امریکہ

لفظ وسطی امریکہ کا اطلاق عام طور پر اُس حصۂ ملک پر کیا جاتا ہے جو بیشتر قدیم گواٹی مالا کے نام سے موسوم تھا۔ لیکن بلحاظ جغرافیہ اس کو زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں جس میں گواٹی مالا یوکٹن اور بیلز سب شامل ہیں۔ گواٹی مالا ایک وسیع مملکت ہے جو بحر الکاہل اور بحیرۂ کیری بین کے درمیان واقع ہے اور میکسیکو کی جنوبی حد سے لے کر خاکنائے ڈیرین تک چلا گیا ہے۔ اسکی آب وہوا زمین پیداوار اور جغرافیائی شکل جزائر غرب الہند سے مشابہ ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کوہ انڈس نے اس کو بے حد پہاڑی ملک بنا دیا ہے۔ مغربی کنارہ پر اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں اندرونی حالت بہت کم معلوم ہے۔ سیاسی لحاظ سے یہ گواٹی مالا، سالوی ڈور، ہانڈورس، نکاراگوا اور کوسٹاریکا کی سلطنتوں میں تقسیم ہے

نکاراگوا کی دریافت

واسکو نونیز بالبوا کی موت کے فوراً بعد نکاراگوا دریافت ہوا۔ انڈرس نینو جو ایک شجاع جہازراں تھا اور ڈیرین کے ساحل سے بخوبی واقف تھا اور وہاں کام کر چکا تھا، اسپین کے دربار میں پہنچا اُس نے مسالحہ کے جزائر کے لیے ایک سفر کی تجویز پیش کی جو فوراً منظور ہو گئی۔ گل گونزلیز ڈی ویلا اس مہم کا سردار بنایا گیا اور جو جہازات واسکو نونیز نے تیار کر رکھے تھے اس کے حوالہ کر دیے گئے۔ وہ اور انڈرس نینو اپنی مہم پر ۱۵۲۲ء میں روانہ ہوئے اور نکاراگوا کا تمام ساحل دریافت کر لیا اور اندرون ملک بھی انھوں نے چند مہمات کیں۔ ساحل سے تین لیگ کے فاصلہ پر ان کو گاؤں کا ایک چودھری ملا اور اس نے ان لوگوں سے بہت سے سوالات کیے۔ از انجملہ یہ سوال بھی تھا کہ تم اتنے تھوڑے آدمی اس قدر سونے کی کیوں تلاش کرتے ہو؟ اہل نکاراگوا بھی اصل میں اہل میکسیکو ہی کی نسل سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ

ایک مرتبہ بڑا سخت قحط پڑا اور اہل میکسیکو کے کچھ خاندان وہاں سے ادھر آکر آباد ہو گئے کیونکہ یہاں اُنکو کھانے پینے کا سامان بکثرت مل گیا۔ ان لوگوں نے یہاں پہنچ کر عمدہ مکانات تعمیر کیے اور اگرچہ اُس شان وشوکت کے یہ مکانات نہ تھے جو میکسیکو میں پائے گئے تاہم ان کی تعمیر سے بھی ان کی دستکاری اور صناعی کا پتہ چلتا تھا۔ گل گونزیلز ۲۵ جون ۱۵۲۳ء کو پناما واپس آیا اور اپنے ساتھ بہت سونا لایا۔ اُس نے وہاں تیس ہزار آدمیوں کو بپتسمہ بھی دیا۔

پیڈریریس نے جو پناما کا گورنر تھا ہرنانڈیز ڈی کورڈوا کو نکاراگوا پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور اُسنے گونزیلز کو نکال باہر کیا لیکن گورنر نے اُس پر خود مختاری کا الزام لگا کر اس کو قتل کرا دیا اور وہ ۱۵۲۷ء سے ۱۵۳۱ء تک نکاراگوا کا بھی گورنر رہا۔ درحقیقت۔ اس مملکت کے قبضے کے لیے بہت سے ہسپانویوں نے جو دربار اسپین سے اجازت بھی حاصل کر لیتے تھے باری باری کوشش کی اور اس سعی میں آتشزدگی قتل وغارت لوٹ مار سب کچھ ہوتا تھا جس کا خمیازہ صرف ہندوستانی بھگتتے تھے۔ چنانچہ وہ سخت مصیبت میں مبتلا تھے ہرچند انھوں نے ہسپانویوں سے نجات پانے کی تدابیر کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔

گواٹی مالا کی دریافت

کورٹیز نے میکسیکو کی فتح کے بعد جنوبی سمندر کے متعلق کچھ حالات سُنے تھے کہ اتفاق سے میکسیکو کی تباہی کے بعد شاہ مگوآن نے کورٹیز کی خدمت میں سفیر بھیجے۔ اس سفارت سے بھی کورٹیز کو وہاں کے حالات بخوبی معلوم ہو گئے اور اُس نے اپنے نائب پیڈرو ڈی الوراڈو کو وسطی امریکہ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ٹی ہان ٹی پیک اور ٹیوٹو ٹی پیک جو اس وقت دو صوبے تھے آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ٹی ہان ٹی پیک کے جنوب میں سوکونسکو کا صوبہ واقع ہے اور اس کے جنوب میں گواٹی مالا ہے۔ الوراڈو نے ان صوبوں کو مغلوب کیا اور صوبہ ٹیوٹو ٹی پیک میں ایک شہر سیگورا نامی آباد کیا لیکن سخت گرمی اور کیڑوں کی کثرت کی وجہ سے اسے چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے دو پیغامبر گواٹی مالا کو جس کے معنی لکڑی کی جگہ کے ہیں روانہ کیے تاکہ وہ اُس صوبے کے سردار کو مذہب عیسوی کی تعلیم دیں۔

اس صوبہ پر ایک قوم جس کا نام ٹلٹی کا تھا حکمراں تھی جو میکسیکو سے آئی تھی۔ یہ قوم شہر میکسیکو سے

بارہ فرسخ کے فاصلے پر رہتی تھی۔ جو شخص اپنی قوم کو یہاں لے کر پہنچا اور بادشاہ بنا اُسکا نام نماکیش تھا۔ اس کی آب و ہوا عمدہ اور زمین زرخیز تھی۔ جوار، مکا، روئی بکثرت پیدا ہوتی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں گیہوں اور اسپین کے تمام پھل پیدا ہو سکتے تھے۔ حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی لیکن اگر وہ ظالم ہوتا تھا تو اُنکے یہاں یہ قانون تھا کہ سلطنت کے تمام ججوں اور خاص لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا اور وہ اس کو معزول کر دیتے تھے۔ ان کے یہاں چوری کی بھی عجیب سزائیں تھیں اور دیگر جرائم کے لیے جرمانہ سے لے کر موت تک کی سزائیں مقرر تھیں۔ جنگ میں وہ تمام قیدیوں کو یا غلام بنا لیتے تھے یا مار ڈالتے تھے اور ان کو کھا جاتے تھے اُن کے یہاں تعلیم کے لیے (لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے) تمام بڑے شہروں میں مدارس قائم تھے۔ اور اُن کے یہاں چھبّیس ۲۶ زبانیں بولی جاتی تھیں۔

الیوراڈو نے اس ملک پر حملہ کیا اور زباکا کے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ قرب وجوار کے تمام ہندوستانیوں کو تخت اسپین کا مطیع و منقاد بنایا گیا۔ اس نے گواٹی مالا میں جولائی ۱۵۲۴ء میں ایک شہر سینٹیاگو کے نام سے آباد کیا اور اس مملکت کا کوئی حصہ غیر مفتوح نہ چھوڑا۔ نیز ہندوستانیوں کو جو اُس کی تیغ خوں آشام سے بچے مجبور کیا کہ وہ مذہب عیسوی اختیار کریں چارلس پنجم نے اُس کو یہاں کا گورنر مقرر کر دیا یہاں تک کہ وہ ۱۵۴۱ء میں فوت ہو گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد شاہ اسپین نے ایک کونسل ایک صدر کے ماتحت مقرر کر دی اور وہ انتظام مملکت کرتی رہی لیکن درحقیقت ظلم و ستم کے سوا ان کا کوئی اور شعار نہ تھا انصاف کا نام نہ تھا۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء میں وہاں بھی بغاوت کے پہلے نشانات ظاہر ہونے لگے۔ وہاں کے باشندوں نے ایک سیاسی جماعت بنائی اور آزادی حاصل کرنے کے درپے ہو گئے۔

جمہوری سلطنت کا قیام

ایک قومی مجلس ۲۴ جون ۱۸۲۳ء کو منعقد ہوئی۔ ۲۱ جولائی کو مکمل آزادی کا اعلان ہوا اور ۱۷ دسمبر کو ایک نیا مشروطہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرز پر بنایا گیا۔ جمہوری سلطنت کا نام "وسطی امریکہ کے متحدہ صوبجات" رکھا گیا۔

کوسٹاریکا پر ۶ ستمبر ۱۸۲۶ء کو کانگریس نے تمام کام ختم کر دیا اور ۱۹ ستمبر کو متحدہ کانگریس نے اپنی

نشست اختیار کی ۲۲ نومبر کو منڈوبین نے شرط پر اپنے دستخط بھی کر دیے۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے لوگوں میں اتحاد قائم نہ رہا اور دو فریق پیدا ہو گئے اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ آخر کار ۱۸۳۰ء میں مورازان جمہوری سلطنت کا صدر منتخب ہوا اور پبلک حالات کو امن و امان کے ساتھ آٹھ سال تک انجام دیتا رہا مگر اس کے آخری ایام حکومت میں ایک بدنام شخص کیریرا نے ہندوستانیوں، پادریوں اور شاہی پسند لوگوں کو ملا کر بغاوت کر دی جس میں جمہوری سلطنت کی افواج کو شکست ہوئی اور مورازان جلاوطن کر دیا گیا۔ اس وقت سے وسطی امریکہ کی پانچوں ریاستیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں اور جمہوری سلطنت کا نام ہی نام رہ گیا۔ کیریرا نے ۲ فروری ۱۸۵۱ء کو متحدہ افواج وسطی امریکہ کو ایک اور شکست دی اور یہ ایسی سخت تھی کہ پھر وہ پنپنے نہ پائی۔

وسطی امریکہ کی ریاستوں کی علیحدہ علیحدہ تاریخ اندرونی مناقشات اور جھگڑوں سے پُر ہے اور تاریخ عالم پر اپنا کوئی اثر مترتب نہیں کرتی اور نہ وہ کچھ دلچسپ ہے۔ نکاراگوا نے اسپین سے ۱۸۵۰ء میں بلجیم سے ۱۸۵۸ء میں فرانس سے ۱۸۵۹ء میں اور ریاستہائے متحدہ امریکہ سے ۱۸۶۷ء میں نہر نکاراگوا کی غیر جانبداری کے متعلق عہد نامہ کر لیے۔ ایک اور صلحنامہ ریاستہائے متحدہ امریکہ سے ہوا جس سے نہر بنانے کا حق آخر الذکر کو دیدیا گیا۔

باب بستم (۲۰)

برازیل

پہلا شخص جس نے سواحل برازیل دریافت کیے واسینٹی ینیز پنزن تھا جو کولمبس کے ساتھ اپنے پہلے سفر پر نینا جہاز کا کمانڈر ہو کر گیا تھا۔ اس نے اور اس کے بھتیجے نے سات سال بعد پالس سے دسمبر ۱۴۹۹ء میں کیپ ورڈ ہو کر مغرب کی طرف سفر کیا وہ ۲۶ جنوری ۱۵۰۰ء کو راس سینٹ آگسٹائن پر پہنچے جو ساحل پنزن نے دریافت کیا تھا وہ اس خطے کے اندر تھا جو پرتگیزوں کے حصہ میں دیدیا گیا تھا قبل اس کے کہ پنزن یورپ پہنچے پرتگیزوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۳ مارچ ۱۵۰۰ء کو جہازات کا ایک بیڑہ جزائر کینری سے ہوتا ہوا کوہ ایمورس پہنچا اور اس نے اس زمین کا نام ویرا کروز رکھا۔ شاہ ایمونیل اس دریافت سے ایسا خوش ہوا کہ یکم مئی ۱۵۰۱ء کو اس نے ایک اور بیڑہ روانہ کیا۔

برازیل کے اصلی باشندے

جس وقت پرتگیزوں نے برازیل پر حملہ کیا اس وقت سَو سے زائد مختلف مذاہب اور رواجات اور ادارے موجود تھے جو آپس میں اُس آراضی کے قبضہ پر لڑتے تھے جو دریائے لاپلاٹا اور امیزان کے مابین واقع ہے ان فرقوں میں سب سے زیادہ قدیم ٹپیویا تھا اور اُس نے دونوں دریاؤں کے درمیانی سواحل پر قبضہ کر لیا تھا۔ اہل یورپ کے وہاں جانے سے کچھ ہی قبل ٹوپی فرقہ نے ان کو وہاں سے خارج کر دیا تھا اور خود قابض ہو گیا تھا۔ جب آلوریز کیبرل نے برازیل کی سرزمین پر جھنڈا گاڑا تو یہ فرقہ متحیر ہوا۔ ٹوپی کے معنی گرج اور دیوتا کے ہیں کیونکہ ان کے دیوتا کا نام ٹوپن تھا۔ ٹوپی کا بڑا خاندان سولہ فرقوں میں منقسم تھا اور اسی قدر ان کی جمہوری سلطنتیں تھیں لیکن متحدہ تھیں۔

ٹوپی کوئی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ بالکل برہنہ رہتے تھے۔ وہ اپنے جسم کو چہرہ کے سوا سُرخ رنگتے تھے نیچے کے ہونٹ میں ایک چھلا پہنتے تھے اور عورتیں کانوں میں بڑے بڑے بالے پہنتی تھیں جو ان کے شانوں تک پہنچتے تھے۔ چونکہ ان کی زندگی بالکل فطری تھی اس لیے وہ اکثر بیماریوں سے محفوظ رہتے تھے جو تہذیب سے پیدا ہوتی ہیں۔ اُنھوں نے اطباء کے بغیر زندہ رہنے کا طریقہ نکال لیا تھا۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ ان کے رشتہ دار اور دوست زیادہ عرصہ سے بیمار ہیں تو وہ ان کے سر پر ایک ہتھوڑے کا ہاتھ ایسا اچھا لگاتے تھے کہ وہ فوراً مر جائیں اور ان سے کہتے تھے کہ گھُل گھُل کر مرنے سے آدمی کا فوراً مر جانا بہتر ہے۔ وہ انسان کا گوشت نہایت لذیذ سمجھتے تھے اور نہ صرف اپنے دشمنوں کو کھا جاتے تھے بلکہ اپنے بیمار عزیزوں یہانتک کہ بیمار بچوں کو بھی کھا جاتے تھے۔ فرقہ ٹوپی بادشاہوں اور شہزادوں کو نہیں تسلیم کرتا تھا۔ البتہ ان بزرگوں کی وقعت کرتا تھا جو ایک مجلس میں جمع ہوتے تھے اور اپنے فرقہ کے معاملات طے کرتے تھے۔ فرقۂ ٹوپی کے بعد فرقۂ ٹپیوڈیا کا نمبر تھا جو پہلے برازیل کے ایک بڑے حصہ پر حکمراں تھا اور اب صرف شمالی حصہ میں رہ گیا تھا۔ وہ جنگجو اور خانہ بدوش تھا۔ اس فرقہ کے لوگ طویل القامت اور بہت مضبوط تھے۔ ان کے بال کالے اور جسم بھورے تھے۔ یہ چوبیس مختلف فرقوں میں تقسیم تھے ان سے کم اہمیت کی قومیں اس حصۂ ملک پر آباد تھیں جس کو حال ہی میں پرتگیزوں نے فتح کر لیا تھا۔ ان میں سے بعض فرمانبردار تھیں اور بعض بیرونی حکومت کو

ناپسند کرتی تھیں اور انتہائی درجہ تک مقابلہ کرنے کو تیار تھیں۔

نوآبادی کا طریقہ

جان سویم نے ایمونیل کا بیٹا اور وارث تھا وہ طریقہ نوآبادی شروع کیا جو اس نے پہلے جزائر ایزورس اور میڈیرا کے لیے تیار کیا تھا۔ اس نے ملک کو موج کے کپتانوں کے حوالے نسلاً بعد نسل کر دیا پرتگیزی اُمرا کو دے دیا جن کو اس نے اس قابل سمجھا۔ اُس نے سزائے موت اور سکہ کے اختیارات کے علاوہ جملہ اختیارات ان اُمرا کو دیدیے تھے۔ پہلا شخص جس کو یہ جاگیر عطا ہوئی مارٹم آفونسو ڈی سوسا تھا۔ اس نے دریائے یوجینیز و کے قرب میں تمام ساحل کو دریافت کیا۔ مارٹم آفونسو جس نے جزیرہ سان سیباشین اور راس سینٹ ونسینٹ دریافت کی خوب سمجھتا تھا کہ دیسیوں کو کس طرح بنائے۔ چنانچہ وہ ان کے درمیان ان پر حملہ کیے بغیر رہنے لگا۔ پیڈرو ڈی گوز جس کو بادشاہ نے تیس فرسخ کا علاقہ عطا کیا تھا۔ پانچ برس تک وحشیوں سے لڑتا رہا اور آخر کار واپس چلا گیا۔ خلیج سان سالوی ڈور فرانسسکو پیری راکوٹن ہو کو اس شرط پر دیگئی کہ وہ وحشیوں کو مہذب بنائے یا ان سے لڑ جھگڑ کر ایک شہر آباد کرے اور وہاں مستقل نوآبادی قائم کرے انفرادی مراعات گو شروع میں نوآبادی کی ترغیب کیلیے مناسب معلوم ہوں تاہم زیادہ عرصہ تک اُن کا قائم رہنا مناسب نہیں تھا کیونکہ نوآبادی اور آبائی ملک کے تعلقات روزانہ کم ہوتے جاتے تھے اور نوآبادوں کی زندگی عزت و آبرو، مال و منال سب اُن کے ہاتھ میں تھا چنانچہ بادشاہ کو شکایات پہنچنے لگیں پس جو آئم سوم نے ان تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر ایک افسر اعلیٰ یعنی گورنر جنرل کو مقرر کرنا ضروری سمجھا جس کو تمام پرتگیزی برازیل پر دیوانی اور جنگی اختیارات عطا کیے۔

پہلا گورنر جنرل ٹھامی ڈی سوسا تھا۔ وہ اپریل ۱۵۴۹ء کو روانہ ہوا اور دو ماہ کے بعد خلیج سان سالوی ڈور میں پہنچا۔ ٹھامی نے فوراً ایک شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام اس نے سان سالوی ڈور رکھا۔ چار سال کی محنت اور کامیابی کے بعد جس میں اس نے ساحل سمندر کو محکوم اور خاموش بنا دیا تھا اور نوآبادی کو مرفہ الحال کر دیا تھا۔ اپنی واپسی کی درخواست کی۔ اُس کے بعد ایڈورڈ ڈاکوسٹا بھیجا گیا پادریوں کی ایک کثیر جماعت بھی اُس کے ساتھ گئی، اور ان لوگوں نے ہتھیاروں سے بڑھ کر کام کیا

یعنی مذہب عیسوی اشاعت خاموشی کے ساتھ کی پرتگیزوں نے چند ناگزیر لڑائیوں کے بعد ایک معتد بہ
رقبہ پر اپنا مستحکم قبضہ کر لیا۔ جوآؤ سوم کی وفات کے بعد اس کا پوتا تخت نشین ہوا جس کی عمر صرف تین
سال کی تھی ریجنسی کام کرتی رہی اور انتظام نوآبادی مختلف گورنروں کی ماتحتی میں بخیر و خوبی انجام
پاتا رہا۔ شاہ پرتگال ۱۵۷۸ء میں لاولد فوت ہو گیا اور سلطنت پرتگال فلپ دوم شاہ اسپین کو مل گئی
اب تمام پرتگیزی نوآبادیاں ہسپانویوں کے قبضے میں آگئیں اور برازیل کا بھی یہی انجام ہوا۔ اس سے
برازیل کو سخت نقصان پہنچا۔ کیونکہ فلپ دوم اور انگلستان کی ملکہ ایلزبیتھ میں لڑائی شروع ہو گئی اور
انگریزی بحری قزاق برازیل کے سواحل پر بھی لوٹ مار کر جاتے تھے۔ فلپ دوم سے اس نوآبادی کو
نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ اس کے وارث فلپ سوم نے ڈام پیڈرو دبوٹل ہو کو گورنر بنا کر بھیجا
اور اس نے اندرون ملک کی حالت معلوم کرنے کے لیے سرگرمی ظاہر کی۔ اس کے جانشین گورنر نے دریاء
امیزان کے دہانے پر نوآبادی قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ رفتہ رفتہ پرتگیز برازیل کے بہت سے حصہ کو
نوآباد بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی بدنصیبی تھی کہ ان کو اہل فرانس اور ہالینڈ سے لڑنا پڑا۔ مگر
آخر کار پرتگیز کامیاب ہوئے۔ اور برازیل پر اپنا قبضہ بدستور رکھا۔

پرتگیزی سلطنت برازیل کو منتقل ہوتی ہے

ڈام پیڈرو جو ملکہ پرتگال کا شوہر تھا۔ برائے نام بادشاہ تھا وہ ۱۷۸۶ء میں انتقال کر گیا
اُس کی وفات پر اُس کی بیوی میریا حکومت کرتی رہی اس کا بڑا لڑکا جو ولی عہد تھا وہ بھی مر گیا
اُس کا دوسرا لڑکا ڈام جوآؤ ڈی برگینیز اجو شہزادۂ برازیل کے نام سے موسوم تھا ولی عہد ہو گیا
اُس وقت پرتگال پر فرانسیسی حملے کی تیاریاں ہو رہی تھیں انگریزی سفیر نے کہا کہ یہ مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ شاہی خاندان برازیل چلا جائے تاکہ وہاں نپولین کے حملے سے محفوظ رہے۔ ڈام جوآؤ
اس بات پر آمادہ ہو گیا اور تمام شاہی خاندان ۲۹ نومبر ۱۸۰۶ء کو برازیل روانہ ہو گیا
یہ لوگ ۱۹ر جنوری ۱۸۰۸ء کو برازیل کے صوبۂ بہائیا میں پہنچے جہاں شاہی خاندان کا استقبال
نہایت گرم جوشی اور وفاداری سے کیا گیا۔ اس کے بعد یہ شاہی خاندان ریوجنیرو پہنچے جو تجارت کا

مرکز تھا اور جہاں سے جہازات یورپ، امریکہ، افریقہ، ہندوستانی اور بحر جنوبی کے دیگر جزائر کو آتے جاتے تھے ڈام جوآو کو وہاں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ شہزادہ نے برازیل کی صنعت و دستکاری پر جو رکاوٹیں تھیں دور کر دیں اب ہر شخص کارخانے کھولنے اور مصنوعات تیار کرنے کے لیے آزاد ہو گیا۔ مختصر یہ کہ ہر بات برازیل کو بقیہ دنیا کی محتاجی سے آزاد کرنے کے لیے اختیار کی گئی وہاں ایک چھاپہ خانہ بھی کھولا گیا اور ایک اخبار بھی جاری کیا گیا

اب لوگ غفلت کی میٹھی نیند سے جاگ اٹھے اور دربار لسبن کا جو پہلے اثر تھا وہ باقی نہ رہا۔ نوآبادوں اور ان مہمانوں میں جو آبائی ملک سے ابھی آئے تھے اختلافات شروع ہو گئے لیکن ۱۸۱۵ء کے فرمان سے جو برازیل کو نوآبادی کی بجائے سلطنت کا درجہ عطا ہو گیا تو قوم پرست لوگ خوش ہو گئے۔ ملکہ کا انتقال ہو چکا تھا اور شہزادہ نے عنان سلطنت جوآو ششم کے لقب سے ہاتھ میں لے لی تھی۔ پرتگیزوں اور اہل برازیل میں روزانہ جھگڑے اور فساد کے اسباب ترقی پذیر تھے۔ واقعات یورپ نے بادشاہ کو لسبن واپس بلا لیا (۱۸۲۱ء) اور اس کے چلے جانے کے بعد انقلاب ضروری ہو گیا۔ برازیل نے سیاسی تبدیلی کو ضروری سمجھ کر ایک دار المندوبین بنایا یا انتخاب کنندگان کی ایک مجلس کو جبر کے ساتھ منتشر کیا گیا اور قابل نفرت سختی کا برتاؤ جائز رکھا گیا

جوآو ششم نے اس کے بعد کم و بیش اپنی ہی خوشی سے حقوق برازیل سے دست برداری دے دی اور اس کا بیٹا ڈام پیڈرو شروطہ کا شہنشاہ مشتہر کیا گیا۔ جب مشروطہ کا ایک بار وعدہ کر لیا گیا تو وہ برازیل کو دینا بھی پڑا۔ صوبوں سے ریو جینرو پر نائبین قوم جمع ہوئے۔ شہنشاہ نے خیال کیا کہ ان لوگوں میں جمہوری سلطنت کی طرف میلان پایا جاتا ہے لہٰذا اس نے دار المندوبین کو شکست کر دیا۔ ڈام پیڈرو نے پھر خود ایک مشروطہ کی تجویز پیش کی اور حکام نے اس کی وفاداری کا حلف ۲۵ مارچ ۱۸۲۴ء کو اٹھایا اس مشروطہ کی بنا پر چونکہ اس میں دور اندیشانہ اور فیاضانہ اصول کارفرما تھے برازیل میں چند ماہ تک امن و امان رہا اور حکومت کی طاقت مستحکم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس کے بعد اندرونی لڑائیاں شروع ہو گئیں اور شہنشاہ نے یہ مناسب سمجھا کہ خود تاج چھوڑ کر اپنے بیٹے کو بادشاہ کر دے اور وہاں سے یورپ چلا جائے چنانچہ ۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو ایسا ہی ہوا۔ دوسرے روز لڑکے کو پیڈرو دوم کے نام سے شہنشاہ بنا دیا گیا اور انتظام سلطنت کے لیے ایک کونسل مقرر کر دی گئی۔ پیڈرو اول یورپ کو روانہ ہو گیا اور ۲۴ ستمبر ۱۸۳۵ء کو

لسبن میں فوت ہوگیا جب تک پیڈرو ثانی نابالغ رہا برابر جھگڑے ہوتے رہے۔ آخر کار ۲۳ جولائی ۱۸۴۰ء کو وہ بالغ قرار دیا گیا۔ اس کے زمانہ میں دو فریق قدامت پرست اور آزاد خیال پیدا ہوگئے۔ وزارت کبھی اِس فریق کے ہاتھ میں آجاتی تھی اور کبھی دوسرے فریق کے ہاتھ میں چلی جاتی تھی پیراگوئی سے سرحد کے معاملہ میں لڑائی ہوئی جو یکم مارچ ۱۸۷۰ء کو ختم ہوگئی۔

فروری ۱۸۷۱ء میں حبشیوں نے میناس گیریس میں بغاوت کی ایک سازش کی جو بر وقت معلوم ہوگئی اور فرو کر دی گئی ڈام پیڈرو دوم کے عہد دراز میں مادی ترقی اور خوشحالی برازیل میں روز افزوں رہی۔ اتفاقیہ سیاسی جھگڑے ہو جاتے تھے لیکن کوئی بڑا اہم جھگڑا نہیں ہوا بجز ریو گرانڈی ڈو سول کے جہاں شاہی حکم کے خلاف عرصہ تک وقتاً فوقتاً لڑائی ہوتی رہی۔ شہنشاہ نے اپنی رعایا اور اپنے ملک کی اقتصادی حالت کی بہتری کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی تعلیم کی طرف بھی اُس کا زیادہ رجحان رہا اُس نے اشتراکی اصول کی بھی اپنی آزاد خیالی کی بنا پر مخالفت نہ کی چنانچہ ایک فوجی سازش نے ۱۸۸۹ء میں حکومت برازیل کو شہنشاہیت کی بجائے جمہوریت میں تبدیل کر دیا۔ اول اول لوگوں نے اپنے بادشاہ کا برابر احترام قائم رکھا لیکن یہ حالت کچھ دنوں کے بعد بدل گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ شہنشاہ کے صرف ایک لڑکی تھی اور وہی وارث تخت و تاج ہوتی شہنشاہ ۱۸۸۷ء میں یورپ کے سفر کو گیا تھا اور اُس نے اپنی عدم موجودگی میں اپنی لڑکی کو تخت پر بٹھا دیا تھا اس دوران میں وہ پادریوں کے قبضے میں رہی اور ان کے منشاء کے مطابق کام کرتی رہی۔ آزاد خیال لوگ اس سے بے حد ناخوش ہوئے ۱۸۸۸ء میں جب شہنشاہ واپس آیا تو سب نے بیحد خوشی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا لیکن لوگوں نے کہا کہ اگر ایسے ہمدرد اور فیاض شہنشاہ کو تخت سے اتار کر جمہوری سلطنت نہ قائم کی گئی تو پھر اس کی لڑکی کو جو متشکی المزاج ہے بآسانی معزول کرنا کارے دارد ہوگا۔ اِس لیے یہ مناسب سمجھا گیا کہ فوجی سازش کے ذریعہ شہنشاہ کو تخت سے اتار دیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ نومبر ۱۸۸۹ء کو جمہوری سلطنت قائم ہوگئی شہنشاہ کو صرف چوبیس ۲۴ گھنٹے کی مہلت دی گئی کہ وہ پرتگال کو روانہ ہو جائے۔ لسبن پہنچکر اس کی بیوی شکستہ دلی کے ساتھ مر گئی اور ۵ دسمبر ۱۸۹۱ء کو معزول شہنشاہ بھی فوت ہوگیا۔ فروری ۱۸۹۱ء

میں ایک قومی کانگریس جمع ہوئی اور اُس نے ایک مشروطہ برازیل کی ریاستہائے متحدہ کے لیے تیار کیا۔ اب پہلے صوبوں کو ریاستوں کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا ۱۸۹۲ء میں ایک بڑی بغاوت ہوئی اور بڑے خون خرابے کے بعد فرو ہوئی ڈاکٹر موریاس کی صدارت باثر رہی اور جھگڑے کم ہوے۔ اس کے بعد ڈاکٹر کیمپس سیلس صدر بنایا گیا اُس نے انتظام حکومت کا خرچ کم کر دیا اور لوگوں کے ذاتی حقوق کی بے حد نگہداشت کی۔

برازیل میں آج تک جمہوری سلطنت کے ابتدائی اصول کی کمی ہے۔ کانگریس یا صدر کے انتخاب میں لوگوں کی کوئی رائے نہیں لی جاتی۔ ہر صوبے اور مقام میں اُمرا شاہی حکومت ہے وہی لوگ طے کرتے ہیں کہ کون صدر ہو چنانچہ انہیں کے فیصلے کے مطابق صدر اور ممبران کانگریس منتخب ہو جاتے ہیں۔ عوام سیاسی آزادی کے معنی بھی نہیں جانتے اور وہ رائے دینے بھی نہیں آتے تاوقتیکہ انھیں مجبور نہ کیا جائے ایک زمانہ میں جرمن آبادی برازیل میں بہت ترقی کر رہی تھی اور ریاستہائے متحدہ کے لوگ اصول منرو کا نفاذ چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ اس آبادی کو روک دیا جائے۔ شاید گذشتہ جنگ یورپ کے نتیجے نے جرمنی کے اندیشے کو دلوں سے محو کر دیا ہے۔ بہر حال اب بھی وہاں ایک لاکھ چالیس ہزار جرمن موجود ہیں۔

۱۹۰۲ء میں ڈاکٹر کیمپس سیلس کی بجائے ڈاکٹر روڈرگیس آلویز صدر مقرر کیا گیا تھا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا آتا ہے۔

مصنف کی دوسری کتابیں

سیر المصنفین نثاران اُردو کا مکمل تذکرہ۔ اس عنوان پر سب سے پہلی اور عمدہ کتاب نہایت دلچسپ اور پراز مفید معلومات۔ کوئی کتاب خانہ اس ضروری اور اہم کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت جلد اوّل عار جلد دوم عہ

تاریخ مغربی یورپ ڈاکٹر رابن سن کی کتاب History of Western Europe کا با محاورہ اردو ترجمہ۔ نہایت سبق آموز۔ یورپ کے سیاسی اور معاشرتی معاملات اس کتاب سے بہت جلد سمجھ مین آجاتے ہیں۔ قیمت عار

[illegible] ارونگ امریکہ کے نامور مصنف واشنگٹن ارونگ کے چند مضامین کا ترجمہ۔ انداز بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ انشا پردازوں اور شائقین کتب کیلئے بہترین تحفہ ہے۔ فن کتاب نویسی، لٹریچر میں انقلاب اور ایک شادی کا دلفریب انجام پر مضامین دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت صرف ۸ر

تاریخ امریکہ قیمت دو روپیہ عار

ملنے کا پتہ

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ